کارکنانِ تبلیغ کے لیے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی مفید باتیں

اور اہم ہدایات

﴿افادات﴾

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

انتخاب وترتیب

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ناشر

ادارہ افادات اشرفیہ دوبگّا ہردوئی روڈ لکھنؤ

تفصیلات

نام کتاب.................. کارکنانِ تبلیغ کے لیے مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی
مفید باتیں اور اہم ہدایات

افادات .... حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ

انتخاب وترتیب .... محمد زید مظاہری ندوی

سن اشاعت............ ۱۴۳۶ھ

صفحات.................. ۲۳۶

قیمت.................. ۱۶۰/روپئے

ملنے کے پتے

☆ دیوبند وسہارنپور کے تمام کتب خانے

☆ افادات اشرفیہ دوبگا ہردوئی روڈ لکھنؤ

☆ مکتبہ ندویۃ، ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆ مکتبہ رحمانیہ ہتورا، باندا، پن کوڈ: ۲۱۰۰۱

☆ مکتبۃ الفرقان نظیر آباد لکھنؤ

☆ مکتبہ اشرفیہ ۳۶، محمد علی روڈ بمبئی ۹

فہرست مضامین

باب (۱)

باب (۲)

تبلیغی ذمہ داروں اور امیروں کے لیے
حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی اہم ہدایات

باب (۳)

باب (۴)

احکام ومسائل کی تبلیغ اور ان کی اہمیت

باب (۵)

مختلف دینی جلسوں کی اہمیت

باب (۶)

منکرات پر نکیر کی ضرورت واہمیت اور اس کا طریقہ

باب (۷)

خلوت وعزلت اور حق تعالیٰ سے مناجات کی ضرورت

باب (۸)

چند تنبیہات اور اہم ہدایات

مرتّبِ کتاب کی دردمندانہ گذارش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰہ والسلام علیٰ سیدالمرسلین محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین

دعوت وتبلیغ کی خاص انداز پر وہ محنت اور تحریک جس کا آغاز حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے کیا تھا، بلا شبہ حق تعالیٰ کی بڑی نعمت ورحمت ہے، اس کے دینی فوائد ومنافع کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اس گئے گذرے دور میں جب کہ باطل طاقتیں مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعہ باطل کی تبلیغ واشاعت میں مصروف ہیں اور ہم ان ذرائع ووسائل سے محروم ہیں، ایسے وقت میں خاص طور پر دعوت وتبلیغ کی یہ محنت ہمارے لئے بڑی قابل قدر نعمت ہے، یہ ہمارے اکابر کا قیمتی سرمایہ اور ان کی میراث ہے، اس کی حفاظت کرنا اور اس سے دینی منافع حاصل کرنا ہم سب عوام وخواص کی ذمہ داری ہے، جس کی آسان اور کامیاب صورت یہی ہے کہ اس کام کے تعلق سے مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی جو اہم ہدایات کتاب وسنت کی روشنی میں ہیں ان سے واقف ہوا جائے اور اسی کی روشنی میں اس کام کو آگے بڑھایا جائے۔

علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ نبی کے وارث اور جانشین ہونے کی حیثیت سے اپنے منصبی فریضہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کام میں ہونے والی تمام قسم کی کوتاہیوں، لغزشوں اور افراط وتفریط کو شفقت وہمدردی کے ساتھ اصحاب تبلیغ کو آگاہ کرتے رہیں، الحمدللہ ہر زمانہ میں علماء حق اس کام کو انجام دیتے رہے ہیں۔

عوام الناس اور ذمہ دارانِ تبلیغ کی ذمہ داری ہے کہ وہ علماء کرام کی ان ہدایات و اصلاحات اور تنبیہات کو نہایت توجہ کے ساتھ سنیں، پڑھیں، غور کریں اور اس کے مطابق ہی

عمل کریں ، کیونکہ ہماری دعوت وتبلیغ کا موضوع ہی امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے اور اصلاح وتربیت اورتادیب وتنبیہ کا یہ کام بھی اسی دائرہ میں آتا ہے۔

اس کام کے تعلق سے علماء کرام کی ہدایات وتنبیہات سے فائدہ نہ اٹھانے میں اپنا اور دین کا زبردست نقصان ہے اوران کی اصلاحات وتنبیہات کو مخالفت پر محمول کرنا اوران سے بدگمان یا بدزبان ہونا یا قطع تعلق کرنا نہایت خطرہ اور ہلاکت کی بات ہے، لیکن عموماً لوگوں کے مزاجوں میں غلواور جہالت کی وجہ سے ایسی تنگ نظری پائی جاتی ہے کہ وہ کسی بھی اصلاحی بات اور تنبیہ کو سننا گوارہ نہیں کرتے بلکہ اس کو مخالفت پر ہی محمول کرتے ہیں یہ چیز سب کے لئے بڑی نقصان دہ ہے۔

ہمارے اکابر خصوصاً شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا اس دعوت تبلیغ سے جو تعلق تھا اوراس سلسلہ میں ان کی جو قربانیاں ہیں وہ اہلِ نظر سے مخفی نہیں، لیکن اس کے باوجود انہوں نے دعوت وتبلیغ کے متعلق مختلف موقعوں پر جب کچھ اصلاحات وتنبیہات فرمائیں تو نادان حضرات ان کو بھی دعوت وتبلیغ کی مخالفت کا طعنہ دینے سے نہ چوکے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ خود تحریر فرماتے ہیں:

”میرے اکابر کی طرف سے جو بعض موقعوں پر بعض جزوی تنبیہات ہوئی ہیں ان کی وجہ سے ان اکابر کو جماعت تبلیغ کا مخالف قرار دے کراب ہوا دی جارہی ہے......

میں بھی تبلیغی جماعت اور کارکنوں کی کوتاہیوں پر تنبیہات کرتا رہتا ہوں، بلکہ اپنی حماقت سے چچاجان (حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ) نوراللہ مرقدہٗ کے دور میں ان پر بھی تنقید سے نہیں چوکتا تھا اوران کے بعد عزیزانم مولانا یوسفؒ اورانعام الحسن صاحب سلمہٗ کے دور میں نہ ان محترم عزیزوں پر، بلکہ قدیم وجدید کارکنوں پر نکیر کرتا رہا ہوں، تحریراً بھی تقریراً بھی،

اسی طرح حجاز، پاکستان، افریقہ کے دوستوں کو بھی نکیر وتنبیہ سے نہیں چھوڑا، یقیناً میرے بہت سے خطوط میں تنبیہیں، نکیریں اور اعتراضات ملیں گے..

میرے نزدیک جیسا کہ بعض معترضین کا اعتراض حضرات دہلی پر ہے کہ وہ معترضین کے اعتراض کو گوز شتر سمجھتے ہیں، میں ان سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ البتہ کسی بڑے سے بڑے شخص کے متعلق بھی میرے پاس کوئی شکایت پہنچی تو میں نے اس پر نکیر اور تنبیہ میں بھی کبھی کسر نہیں چھوڑی"۔

(جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات ص:۱۰۲)

یہ ہے ہمارے تبلیغی اکابر وسرپرست کا طرز عمل جو کتاب وسنت کے عین مطابق ہے، انہیں کے نقش قدم پر ہم کو چلنا چاہیئے۔

کوئی بھی دین کی خدمت انفرادی یا اجتماعی طور پر انجام دی جائے اور کتنی ہی خلوص اور اچھے جذبہ سے کی جائے، اداروں کی شکل میں یا تنظیم وتحریک کی شکل میں، اصلاحات وتنبیہات کی ضرورت تو کبھی بھی اور کہیں بھی پیش آ سکتی ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیوں فرماتے کہ میری امت میں ہر وقت ایک جماعت ایسی ضرور رہے گی جو حق کو غالب کرے گی، احقاق حق وابطال باطل کرے گی اور ہر صدی میں اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو پیدا کرے گا جو دین کو نکھار کر رکھ دے گا، حق وباطل، کھرے کھوٹے اور صحیح وغلط میں امتیاز کر دے گا۔ (ابوداؤد کتاب الملاحم)

الحمد للہ ہر زمانہ میں ایسے علماء حق موجود رہے ہیں جنہوں نے یہ خدمت انجام دی ہے، کتنی نامناسب بات ہوگی اگر دعوت وتبلیغ سے متعلق قابل اصلاح امور کی طرف اصحاب تبلیغ کو توجہ دلائی جائے تو وہ اس کو اِس کام کی مخالفت وبدخواہی پر محمول کریں یا اعتراض وطعن وتشنیع کا الزام دیں، جب کہ ہمارے کام کا موضوع بھی منکرات پر نکیر اور قابل اصلاح باتوں کی اصلاح کرنا اور ان کو قبول کرنا ہے، ایسی اصلاحات کو جو اپنوں کی جانب سے خیر خواہی کے

جذبہ سے ہوں ان کو مخالفت کا طعنہ دینے میں بدگمانی، بہتان تراشی، بدزبانی، دوسرے کی تذلیل وتحقیر اور اس کو بدنام کرنے نیز حق بات کو قبول نہ کرنے، اور تکبر جیسے کتنے گناہ کبیرہ کا ارتکاب لازم آتا ہے، اس کے ساتھ ہی اپنے ہمدردوں اور محبین وخیرخواہوں کو بدخواہ سمجھ کر اپنے سے دور کرنا اور کام کو نقصان پہونچانا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

کتنی موٹی سی بات ہے کہ ایک سن رسیدہ تجربہ کار ماہر حافظ وقاری قرآن پڑھنے میں اگر غلطی کرجائے اور کوئی چھوٹا بچہ بھی اس کو ٹوک دے تو بچے کے اس ٹوکنے کو کیا اعتراض اور مخالفت کہا جائے گا اور قاری صاحب کو کیا اس کے لقمہ کو قبول کرنا واجب نہ ہوگا؟

ایک باپ اپنے بیٹے کی غلط باتوں اور حرکتوں پر اس کو روک ٹوک کرتا ہے، اہل مدارس اور ان کے سرپرست واہل شوریٰ مدرسہ کی خامیوں اور کوتاہیوں کی نشان دہی کرکے ان کی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے ہیں، مشائخ عظام خانقاہوں میں ہونے والی کوتاہیوں کی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور ان اصلاحی کوششوں کو بیٹے کی مخالفت، مدرسہ کی مخالفت، خانقاہ کی مخالفت نہیں بلکہ عین شفقت وہمدردی اور ترقی وکامیابی کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے، پھر حضرات اہل علم جن کا منصبی فریضہ بھی یہی ہے اگر وہ دعوت وتبلیغ کے تعلق سے اصلاحی امور کی طرف توجہ دلائیں تو ان کی اصلاحات وتنبیہات کو اس کام کی مخالفت پر کیسے محمول کیا جاسکتا ہے؟ اور ان کا قبول کرنا کیوں واجب اور ضروری نہ ہوگا۔

دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، تزکیہ وتصوف سب کارنبوت میں سے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبلغ بھی تھے، معلّم بھی تھے، مزکّی بھی تھے، قرآن وحدیث میں آپ کے یہ سارے اوصاف بیان کئے گئے ہیں، آپ کے بعد صحابہ انہیں کاموں کو انجام دیتے رہے ہیں، اہل سنت والجماعت میں شمار کئے جانے والے جتنے بھی طبقات ہیں کسی نہ کسی نوعیت سے سب نے ان کاموں کو اختیار کیا اور انجام دیا ہے اور قرن اول یعنی عہد صحابہ سے لے کر آج تک یہ سلسلہ جاری ہے، یہ تینوں شعبے ہمارے ہیں، تبلیغ بھی ہماری ہے،

مدرسہ اور خانقاہیں بھی ہماری ہیں ، ہم کو سب کو لے کر چلنا ہے ، سب کام کرنے والے ایک دوسرے کے محسن و رفیق ہیں فریق نہیں ، حلیف ہیں حریف نہیں ، معاون ہیں مخالف نہیں ، اپنے ہیں غیر نہیں ۔

قارئین کرام ! دشمنان اسلام کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ کارہائے نبوت کو انجام دینے والوں میں (خواہ وہ اہل تبلیغ ہوں یا اہل مدارس وخانقاہ) ان میں آپس میں اختلاف اور پھوٹ پڑ جائے ، عوام کا علماء سے رشتہ ٹوٹ جائے ، ایک دوسرے سے بدگمان ہوکر مدمقابل بن کر میدان میں اتر آئیں ، یہ تو شیطان و دشمنانِ اسلام کی سازش ہے ، ہم کو ان سے ہوشیار اور چوکنا رہنا چاہئے ، ہمارا کام توڑ پیدا کرنا نہیں جوڑ پیدا کرنا ہے ، علماء و دینی مدارس اور دعوت تبلیغ کا کام سب ہمارے لئے نعمت و رحمت ہیں ، وہ ہمارے ہیں ہم ان کے ، وہ ہم سے ہم ان سے ، غلطیاں و خامیاں کس میں نہیں ہوتیں ، ان کی اصلاح کی مخلصانہ مناسب کوشش کرنا شرعاً مطلوب ہے ۔

اسی نقطۂ نظر سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دعوت و تبلیغ سے متعلق اہم ہدایتیں جمع کی گئی ہیں ۔

اگر ان ہدایتوں اور نصیحتوں کے مطابق عمل کرتے ہوئے اس کام کو انجام دیا جاتا رہے گا تو انشاء اللہ ہر لحاظ سے مفید اور بہتر ہوگا ، تمام طرح کے شرور و فتن اور باہمی اختلاف و انتشار سے حفاظت رہے گی اور وسعت و ہمہ گیری کے ساتھ اس کام کی جڑیں مضبوط ہوتی رہیں گی ۔

اصحاب دعوت و تبلیغ خواہ وہ نئے ہوں یا پرانے اگر واقعی دعوت و تبلیغ کا کام صحیح معنی میں کرنا چاہتے ہیں اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو کچھ سمجھتے ہیں تو ان کی روح اور دل سے نکلی ہوئی آواز اور ان ہدایتوں اور نصیحتوں کو بار بار پڑھیں اور اسی کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں ، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

علماء کرام سے عاجزانہ گذارش

علماء کرام سے اور خصوصاً ان علماء کرام سے جو عملی طور پر تبلیغی جماعت سے وابستہ ہیں اور تبلیغ میں کچھ وقت بھی لگا چکے ہیں، نیز تبلیغ سے منسلک حضرات کا ان کو اعتماد بھی حاصل ہے ان سے اور اسی طرح ذمہ دارانِ تبلیغ، ارباب حل وعقد سے احقر کی عاجزانہ گذارش ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان نیز مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی بھی ہدایت کے مطابق اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے اس دعوت وتبلیغ کے کام کی اور اصحاب تبلیغ کی سرپرستی ورہنمائی فرمائیں، جتنی باتیں غلط یا غلو اور افراط وتفریط پر مشتمل اور راہ اعتدال سے ہٹی ہوئی ہیں مثلاً اس کام کی اہمیت اور فضائل کے تعلق سے بیان کئے جانے والے بہت سے ایسے واقعات ومستدلات اور بہت سی بیان کی جانے والی ایسی حدیثیں جن کا حدیث کی معتبر کتابوں میں کوئی وجود نہیں، تحقیق کے بعد ان پر روک ٹوک اور مناسب اصلاح کی کوشش فرمائیں، وہ قبول کریں یا نہ کریں ہم کو اپنی ذمہ داری نبھانا چاہئے کیونکہ یہ ہمارا منصبی فریضہ ہے۔

ایمان ویقین پر محنت کرنے اور اس کو بنانے کے عنوان سے اس وقت تبلیغی جماعت کی برکت سے وسیع پیمانے پر دن رات سارے عالم میں جس انداز سے محنت ہورہی ہے گذشتہ صدیوں میں شاید اس کی نظیر نہ ملے گی، لیکن کمال ایمان کا معیار کیا ہے؟ کامل ایمان والوں کے اوصاف کیا ہیں، وہ کون سے اعمال واخلاق اور عادات ہیں جن کے بغیر آدمی کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا، اس کے لئے علماء کرام کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔

قرآن وحدیث میں مختلف موقعوں میں بہت سے اعمال واوصاف کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اس کے بعد کہا گیا ہے اُولٰئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۔ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْن ۔ اُولٰئِکَ هُمُ الْوَارِثُوْن ۔ اُولٰئِکَ هُمُ

الرَّاشِدُوْنَ ۔ اُوْلٰـئِکَ فِی جَنَّاتٍ مُّکْرَمُوْنَ ۔ کہ ان اعمال واخلاق اوراوصاف سے متصف حضرات ہی سچے پکے مومن اور متقی ہیں یہی لوگ راشداور جنت کے وارث ہیں۔

مثلاً پ۲ سورہ بقرہ آیت نمبر: ۱۷۶، پ۹ انفال: ۲، پ۱۸ مومنون: ۱تا۱۰، پ۲۶، حجرات: ۷، پ۲۹ معارج: ۲۲ تا ۳۵، پ۱۹ الفرقان: ۶۳ تا ۷۴ میں ان اوصاف کو بیان کیا گیا ہے جن کے بغیر آدمی کامیاب اورکامل ایمان والانہیں ہوسکتا، انیسویں پارہ میں عبادالرحمٰن یعنی اللہ کے مخصوص بندوں کے (کہ وہی کامل ایمان والے ہیں)اوصاف بیان کئے گئے ہیں، اگر یہ اوصاف کسی صاحب ایمان میں پائے جائیں تب ہی اس کوکامل ایمان والا کہا جاسکتا ہے ورنہ نہیں۔

لہٰذاضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن پاک میں ذکر کردہ ان اعمال واوصاف میں سے ایک ایک کوتفصیل کے ساتھ آسان اسلوب میں ایمان کی محنت کرنے والوں کے سامنے بیان کیا جائے خواہ عام جلسوں اور جمعہ کی دن کی تقریروں میں یادرس قرآن وغیرہ کے ضمن میں تاکہ ایمان بنانے والوں کی محنت زیادہ سے زیادہ مفیداورکارآمد ثابت ہو۔

اسی طرح احادیث مبارکہ کو لیجئے ، بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰہ شریف کی کتاب الایمان کو اٹھا کر دیکھئے کہ ایمان کے تعلق سے کتنے اعمال واوصاف اور اخلاق وعادات کا ذکر کیا گیااور ’’من الایمان‘‘ من الایمان‘‘ کہہ کر کتنی باتوں کو بیان کیا گیا ہے، اب اگر ایمان کی محنت کرنے والوں میں وہ سارے اوصاف اور اعمال واخلاق پائے جارہے ہوں تو ان کا ایمان کامل سمجھا جائے گا ورنہ نہیں ،یہی کمال ایمان کا معیاراور کامل ایمان والوں کی شناخت ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے وقت میں تو حضرات اہل علم جوتبلیغی کام سے منسلک ہو چکے تھےان کوکتب حدیث کی ’’کتاب الایمان‘‘ کی بڑے اہتمام سے تعلیم ہوتی تھی چنانچہ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریرفرماتے ہیں:

نماز کے بعد مولانا (محمد الیاس صاحبؒ) حجرہ میں واپس تشریف لے گئے، حاضرین کو دو گروہوں میں منقسم کیا گیا، ایک عربی داں طبقہ اور ایک غیر عربی داں... عربی داں طبقہ کو کتاب الایمان سے چند حدیثیں پڑھ کر سنائی گئیں اور ان پر باہم مذاکرہ رہا، معلوم ہوا کہ یہاں کے مقیم حضرات کو اس نصاب کی تکمیل ضروری ہے۔ (مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت ص:۱۶۴)

خود مولانا محمد الیاسؒ کے ملفوظات (ص:۱۰۶) وغیرہ میں بخاری شریف کی کتاب الایمان (ص:۱۲) میں ذکر کردہ حسن بصری، ابن ابی ملیکہ وغیرہ کے اقوال جو ایمان ونفاق کے متعلق ہیں ملتے ہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور آپ کے وقت میں تبلیغ سے منسلک حضرات اہل علم کتب حدیث کی کتاب الایمان اور اس کے متعلقات کو خاص طور پر پیش نظر رکھتے تھے اور اس کا مطالعہ وتعلیم بھی کرتے تھے، ایمان پر محنت کرنے والوں میں الحمدللہ ایسا جذبہ پایا جاتا ہے کہ وہ ایمانی اوصاف کو اپنے اندر پیدا کرنے اور قبول کرنے کو دل وجان سے تیار ہیں البتہ ان کو بتلانے اور سمجھانے کی ضرورت ہے۔

بخاری شریف کتاب الایمان کے ص:٦ کے ابتداہی میں امام بخاریؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا مکتوب نقل فرمایا ہے کہ ایمان کے کچھ شرائع واحکام اور فرائض وسنن اور حدود وقیود ہیں جو ان کو ادا کرے گا اور حدود وقیود کی رعایت کرے گا اس کا ایمان تو کامل ہوگا اور جو ان باتوں کا لحاظ نہ کرے گا اس کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔

وکتب عمر بن عبد العزیز إلیٰ عدی بن عدی أنّ للإیمان فرائض وشرائع ،وحدوداً وسننا فمن استکملها استکمل الإیمان، ومن لم یستکملها لم یستکمل الایمان الخ ۔(بخاری شریف ص٦ ج١)

ایمان کے شرائع وارکان اور سنن واحکام کا تعلق عقائد وعبادات ،معاملات،

اخلاق، معاشرت، معیشت سب ہی سے ہے، جن کو درست کئے بغیر ایمان کامل نہیں ہوسکتا، اسی طرح حدود وقیود میں مکروہات ومحرمات اور منکرات سبھی داخل ہیں جن سے بچے بغیر بھی ایمان کامل نہیں ہوسکتا، یہ عمر بن عبدالعزیزؒ کا فیصلہ ہے جس کو امام بخاریؒ نے کتاب الایمان میں نقل فرمایا ہے۔

اس لئے حضرات علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ان ایمانی اوصاف، اعمال واخلاق کو اُن اصحاب تبلیغ تک تقریر یا تحریر کے ذریعہ پہنچانے کی کوشش کریں جو پورے اخلاص کے ساتھ ایمان کو بنانے اور اس کو کامل کرنے کی محنت میں مصروف ہیں اور اصحاب تبلیغ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان باتوں کی طرف توجہ کریں، غور سے سنیں، پڑھیں اور اسی کے مطابق اپنے ایمان کو کامل بنانے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کام کے لئے قبول فرمائے۔

اسی طرح دعوت وتبلیغ یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا کام کرنے والے تمام ساتھیوں کو اس بات سے بھی آگاہ کرنے کی ضرورت ہے کہ دعوت وتبلیغ جس کا قرآن وحدیث میں حکم دیا گیا ہے جس کا حاصل معروفات کو پھیلانا اور منکرات کو روکنا ہے، لیکن معروف ومنکر کی تعریف کیا ہے، معروفات اور منکرات کے دائرہ میں کون کون سے امور آتے ہیں اس کے لئے ہم کو کتاب وسنت کی روشنی میں مفسرین ومحدثین کی تصریحات کے مطابق دعوت کا کام کرنے والوں کو آگاہ کرنا ضروری ہوگا کہ یہ معروف ہے اور یہ منکر، مثلاً امام ترمذیؒ نے باب منعقد کیا ہے "باب ماجاء في صنائع المعروف" ص:۱۷ج۲ پھر اس کے تحت حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل فرمائی ہے جس میں تقریباً دس باتوں کو معروفات اور صدقہ میں شمار کیا ہے، اور دوسرے معروفات کو دوسری حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے۔

اسی طرح منکرات کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے، بعض محدثین نے تو بہت سے منکرات

ومنہیات اور گناہ کبیرہ پر مشتمل مستقل کتابیں تحریر فرمادی ہیں مثلاً علامہ ذہبیؒ کی "الکبائر" اورحافظ ابن حجرؒ کی "الزواجر عن اقتراف الکبائر" اردو میں ایک مختصر رسالہ "جزاء الاعمال" حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا بھی ہے جس کے پڑھنے کی اور تبلیغی نصاب میں اس کو شامل کرنے کی مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تاکید بھی فرمائی ہے۔

ان کبائر ومنکرات اور منہیات سے بھی دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کو باخبر کیا جائے کیونکہ یہ ساری باتیں بھی دعوت وتبلیغ کے دائرہ میں آتی ہیں اور یہ کام علماء ہی کے کرنے کا ہے، الحمدللہ دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کا ذہن بنا ہوا ہے، اگر وہ اپنے کام میں مخلص ہیں تو ضرور علماء کی ان باتوں کو تسلیم کریں گے اور اپنے دائرہ عمل میں اس کو نافذ بھی کریں گے اور اسی وقت صحیح معنی میں دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والے شمار کئے جائیں گے، اس لئے وہ علماء کرام جو دعوت وتبلیغ کا ذہن رکھتے ہیں ان کو چاہئے کہ ان باتوں کی صحیح معلومات حاصل کریں اور پھر اپنے بھائیوں تک پہنچانے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے لئے قبول فرمائے۔

اخیر میں تمام اصحاب تبلیغ، ارباب مدارس ومشائخ دین سے عاجزانہ گذارش ہے کہ دعوت وتبلیغ کا کام ہو یا دینی مدارس اور خانقاہیں سب اللہ تعالیٰ کی نعمت ورحمت ہیں ان سب کی قدر دانی اور حفاظت ہم سب پر واجب ہے **تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوىٰ** کے تحت ہم سب پر ایک دوسرے کی نصرت واعانت بھی حسب استطاعت واجب ہے، نبی کے وارث اور جانشین جو کار نبوت انجام دینے میں مصروف ہیں خواہ علماء ہوں یا مشائخ ان کی تکریم وتعظیم اور ان کے حقوق ادا کرنے کے ہم مکلّف بنائے گئے ہیں، کار نبوت کو انجام دینے والے تمام طبقات اور جماعتوں کو باہم متحد ہوکر رہنا اور انتشار واختلاف سے امت کو اور اپنے کو بچانے کی کوشش کرنا، یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت ورہبت والی وہ طویل نماز جو اس سے پہلے آپ نے نہیں پڑھی تھی اور پھر رو رو کر اور گڑگڑا کر کی جانے والی اس دعاء کی لاج رکھیں کہ یا اللہ

میری امت میں اختلاف نہ ہو، میری امت آپس میں لڑے جھگڑے نہیں۔
(ترمذی شریف ص۴۰ ج۲ باب سوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثاً فی أمتہٖ)

خدارا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کو سامنے رکھتے ہوئے امت کو اختلاف وجھگڑے سے بچائیں، ایک دوسرے کی تنقیص وتوہین اور بدنام کرنے نیز بدگمانی وبدزبانی سے پرہیز کریں، خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپسی انتشار واختلاف اور کام کی ناقدری کی وجہ سے ہم ان نعمتوں سے محروم کردیئے جائیں، یا ہم سے توفیق سلب کرلی جائے، یا یہ کام طرح طرح کی آزمائشوں اور مصیبتوں کا شکار ہوجائے جو دراصل ہماری ناقدری وبے اعتدالی کا نتیجہ ہوگا، جیسا کہ اس وقت ایسے خطرات محسوس کئے جارہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ اِنَّ اللّٰہَ لاَ یُغَیِّرُ مَابِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوا مَابِاَنْفُسِہِمْ ۔

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۵/ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ

کلمات تشکر وتحدیث نعمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمداللہ ونصلی علیٰ رسولہٖ الکریم محمدوعلیٰ آلہٖ وأصحابہٖ أجمعین

اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ اس نے مجھے اس کی توفیق نصیب فرمائی کہ اپنے تمام دینی وتصنیفی اور تبلیغی کاموں میں صرف اپنے علم وفہم پر اعتماد نہ کر کے حسب فرمان خداوندی وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ،وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ اپنے اساتذہ اوراکابرامت ومشائخ دین سے مشورے لیتا رہتا اوران ہی کی ماتحتی وزیرنگرانی کام کرتا ہے،ہم نہایت ممنون وشکرگذار ہیں اپنے ان اساتذہ،اکابرومشائخ کے جن کے مفید مشوروں اور ہدایتوں سے مجھے رہنمائی ملتی رہتی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم

مظاھر علوم سھارنپور

(۱) خصوصاً احقر کے مربی ومحسن اور شیخ ، محدث عصر،جناب مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور) کے۔

احقر نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے افادات پر کام کی تفصیل جب حضرت کے سامنے بیان کی اور کتاب تیار ہونے کے بعد کتابت شدہ مسودہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا،تو حضرت نے بغور دیکھا،پسند فرمایا اوردعائیہ کلمات کے ساتھ کچھ نصیحتیں بھی فرمائیں جوآگے درج ہیں ،احقر نے اپنی کتاب کے مقدمہ کے اس حصہ کو

بطورِ خاص حضرت کی خدمت میں ملاحظہ کے لئے پیش کیا جس میں ''اشرف السوانح'' کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ابتدا میں دعوت وتبلیغ کے سلسلہ کی محنت اور وفود کی روانگی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی نگرانی میں فرمائی تھی جس میں مولانا محمد الیاس صاحبؒ بھی تشریف لے گئے تھے، اور جس میں قصبہ نوح وغیرہ کے اطراف میں تبلیغی دورے کا تذکرہ ہے، احقر نے دریافت کیا کہ اس سے مراد یہی مولانا الیاس صاحب کاندھلوی ہیں یا کوئی اور؟ حضرت نے فرمایا یہی مولانا الیاس صاحب کاندھلوی ہی مراد ہیں، حضرت شیخ مدظلہٗ نے احقر کی کتاب ومقدمہ اور حواشی کو پسند فرمایا اور برکت وقبولیت کی دعا دی۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب ندوی دامت برکاتہم

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

(۲) اسی طرح میں نہایت ممنون وشکرگذار ہوں استادِ محترم مخدوم مکرم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب ندوی دامت برکاتہم (ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کا کہ انہوں نے تصنیفی کاموں میں جب بھی رہنمائی چاہی مفید مشوروں اور نیک دعاؤں سے نوازا، احقر نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے افادات پر مشتمل کام کا تذکرہ کیا، حضرت نے پسند فرمایا، احقر نے دریافت کیا کہ اس کتاب میں احقر نے جناب افتخار فریدی صاحبؒ کی کتاب ارشادات ومکتوبات (جس میں انہوں نے مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ملفوظات ومکاتیب جمع کئے ہیں) سے بھی مضامین لئے ہیں حضرت نے ان کو لینے میں کوئی حرج نہیں بتایا، کتاب تیار ہونے کے بعد احقر نے حضرت کی خدمت میں کتاب پیش کی، اس وقت حضرت نے کتاب کی فہرست وعنوانات، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے افادات اور اکابر کی تقریظات کو ملاحظہ فرمایا، اور مسرت واطمینان کا اظہار فرمایا، البتہ کتاب کے نام کے تعلق سے حضرت نے مشورہ دیا کہ یہ مناسب نہیں ہے، احقر نے کتاب کا نام

رکھا تھا ''کارکنان تبلیغ کے لئے قابل توجہ باتیں'' احقر نے عرض کیا کہ حضرت جو بھی نام تجویز فرمادیں وہ رکھ لوں گا، حضرت نے فرمایا بجائے ''قابل توجہ باتیں'' کے ''اصول وآداب'' یاہدایات وغیرہ نام رکھ دیا جائے، احقر نے عرض کیا کہ اسی نام کی دوسری کتابیں آرہی ہیں، حضرت نے غور کرنے کے بعد فرمایا'' کارکنان تبلیغ کے لئے قابل توجہ باتیں '' کے بجائے ''مفید باتیں'' زیادہ مناسب ہے اور اس کی وجہ بھی بیان فرمائی، اس لئے حضرت کے مشورہ اور تجویز کے مطابق اب یہی نام رکھا گیا، اللہ تعالیٰ حضرت والا کو جزاء خیر دے اور ان کے سایہ کو تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے کہ اتنی باریک بینی اور دوراندیشی سے حضرت والا مفید مشوروں سے نوازتے اور پوری نگرانی فرماتے ہیں۔

(یہ پوری تحریر حضرت اقدس ناظم صاحب دامت برکاتہم کی نظر ثانی کے بعد شامل کی گئی ہے)

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم دیوبند

(۳) اسی طرح میں نہایت ممنون اور شکر گذار ہوں جناب مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مدظلہ (مہتمم دارالعلوم دیوبند) کا کہ انہوں نے نہ صرف کتاب کے معتد بہ حصہ کا بلکہ اس کے مقدمہ کا بھی بالاستیعاب مطالعہ فرمایا اور اس کے بعد اپنے تاثرات کا جس انداز سے اظہار فرمایا وہ آپ کے سامنے ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک اس وقت اس جیسے کام اور اس جیسی کتاب کی کتنی اہمیت اور کتنی شدید ضرورت ہے اور کس دلسوزی و دردمندی کے ساتھ آپ اس کے لئے فکر مند ہیں، نیز دوسرے علماء واکابر کی دلسوزی اور فکرمندی کا بھی آپ کو احساس ہے، ان ساری باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے نہ صرف مسلک دیوبند بلکہ تمام اہل حق، ارباب بصیرت کی ترجمانی کرتے ہوئے اصل حقیقت اور صحیح موقف کو واضح فرمایا، اور تبلیغی جماعت کا دینی مدارس خصوصاً ام المدارس

دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ارباب حل وعقد اور ان کے ذمہ داروں سے شروع ہی سے جو ربط رہا ہے اور ان مدارس کے اکابر علماء وفضلاء نے اس تبلیغی جماعت کی جس حیثیت سے سرپرستی فرمائی اور اب بھی فرمارہے ہیں، ان سارے روابط اور تعلقات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے اپنے کو جماعت کا ایک فرد اور ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے تمام اصحاب تبلیغ کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ان افادات وہدایات کے مطالعہ کرنے اور انہیں کے رہنمائی میں کام کرنے کی نہ صرف ترغیب بلکہ تاکید فرمائی ہے، احقر ناکارہ کی اس معمولی کوشش کی جس قدر حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے قدر دانی وحوصلہ افزائی فرمائی ہے ہم اس کے نہایت شکر گذار ہیں اللہ تعالیٰ ہی دنیا وآخرت میں ان کو اس کا بہتر صلہ عطا فرمائے۔

حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب مظاہری دامت برکاتہم

ناظم مظاهر علوم سهارنپور

(۴) اسی طرح ہم بہت بہت شکر گذار ہیں مظاہر علوم سہارنپور کے ناظم اعلیٰ جناب مولانا محمد سلمان صاحب مظاہری مدظلہ العالی کے کہ انہوں نے اس سے قبل بھی اس کام کے متعلق احقر کی بھرپور تائید وہمت افزائی فرمائی، احقر نے دعوت تبلیغ سے متعلق بعض ذمہ دارن مرکز نظام الدین کو خطوط لکھے تھے اور بھیجنے سے قبل حضرت مولانا محمد سلمان صاحب اور دیگر اکابر سے مشورے بھی لئے تھے، حضرت مولانا محمد سلمان صاحب دامت برکاتہم نے ہمارے اس طویل مکتوب کو جو بڑے سائز کے اٹھارہ صفحات پر مشتمل تھا بغور ملاحظہ فرمایا اور لفافہ کی پشت پر یہ لکھ کر واپس کیا کہ ''پورا پڑھ لیا جزاک اللہ ، اس کو بھیج دیجئے نفعنا اللہ ایانا و ایاھم'' بعد کی ملاقاتوں میں احقر نے عرض کیا کہ احقر نے ابھی صرف چند باتیں لکھی تھیں ابھی بہت سے امور لکھنا باقی ہیں، حضرت

ناظم صاحب نے فرمایا سب لکھئے اور لکھ کر بھیج دیجئے ،اب تک تم نے جو لکھا ہے اس کا بہت فائدہ محسوس کیا گیا اور کافی اصلاح اور تبدیلی بھی محسوس کی گئی ،آپ جیسے لوگوں کو ضرور لکھنا چاہئے ، اللہ تعالیٰ جزاء خیر دے حضرت ناظم صاحب کو کہ انہوں نے احقر کی بہت ہمت افزائی اور تائید فرمائی۔

حضرت مولانا زبیرالحسن صاحب نوراللہ مرقدہٗ

مرکز نظام الدین دھلی

(۵)اس وقت مجھے یاد آرہے ہیں حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے فرزند و جانشین حضرت مولانا زبیرالحسن صاحبؒ جو میرے اور حضرت تھانویؒ کے افادات پر مشتمل میری ترتیب دی ہوئی کتابوں کے بڑے قدرداں تھے،ملاقات کے وقت پہلا سوال ان کا یہ ہوتا تھا کہ نئی کتاب کون سی لائے ہو؟ مرکز نظام الدین حاضری کے موقع پر جب بعض ذمہ داروں کے نام احقر خط لے کر حاضر ہوا،حضرت مولانا زبیر صاحبؒ نے اس وقت بڑے اہتمام سے اس کی فوٹو کاپی مانگی نیز اسباب واعمال سے متعلق احقر نے اپنی کتاب ’’اسباب واعمال اور تدبیر توکل کا شرعی درجہ‘‘ بھی خدمت میں پیش کی اور اسی نوع کے بعض امور سے متعلق مشورے بھی لئے ،موصوف کا یہ جملہ اب تک یاد ہے اور ہمیشہ یادرہے گا ’’استفت قلبک ولوافتاک المفتون‘‘ مطلب یہ کہ تم جو کام کررہے ہو اور تمہارا دل اس سے مطمئن ہے تو لوگ کچھ بھی کہتے رہیں آپ اپنا کام کیجئے ،کسی کے کہنے کی کچھ پرواہ نہ کیجئے ،موصوف کی باتوں سے بڑی تسلی ہوئی ،آج اگر وہ حیات ہوتے تو اس کتاب کو دیکھ کر بڑے خوش ہوتے ،اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھردے اور درجات عالیہ نصیب فرمائے۔

(٦) حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب الاعظمی ندوی

مہتمم دار العلوم ندوة العلماء لکھنؤ

ہم بہت بہت شکر گذار اور احسان مند ہیں استاذ محترم مخدوم مکرم حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی دامت برکاتہم کے کہ احقر نے جب تقریظ لکھنے کے لیے حضرت کی خدمت میں مسودہ پیش کیا تو آنجناب نے نہ صرف احقر کی درخواست کو منظور فرمایا بلکہ بلند کلمات سے احقر کی ہمت افزائی اور ستائش فرمائی، اور مسودہ کا بنظر غائر مطالعہ فرما کر نہایت اہتمام سے بلند کلمات سے تقریظ تحریر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو اپنی شایانِ شان جزائے خیر نصیب فرمائے۔ آمین۔

(٧) اسی طرح احقر اپنے مرکز نظام الدین کے اور اس کے علاوہ بھی تمام تبلیغی اکابر کا احسان مند اور شکر گذار ہے جنہوں نے اس کام کے تعلق سے ہماری تائید و ہمت افزائی فرمائی، اور مفید مشوروں سے نوازا۔ جزاہم اللہ خیرا الجزاء۔

(٨) اور سب سے زیادہ شکر و دعا کے مستحق احقر کے والد صاحب اور والدہ ماجدہ ہیں، جن کے زیر سایہ احقر کی تعلیم و تربیت ہوئی اور میری تمام تصنیفات و تالیفات اور دین کے تمام کاموں کو خصوصاً دعوت و تبلیغ کے سلسلہ کی احقر کی کوششوں اور کتابوں کو جنہوں نے سراہا، اور ہر موقع پر نیک دعاؤں اور مفید مشوروں سے نوازا، اللہ تعالیٰ ہمارے ان تمام اکابر و محسنین کے سایہ کو تادیر ہمارے سروں پر بعافیت قائم رکھے، اور دنیا و آخرت میں اپنی شایان شان جزاء خیر نصیب فرمائے۔

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث دار العلوم ندوة العلماء لکھنؤ

۵/ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ

تصدیق وتائید

حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب مظاہری دامت برکاتہم

ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

برادرم محترم مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا مرتب کردہ ایک قیمتی، گرانقدر رسالہ جوانہوں نے بانی جماعتِ تبلیغ حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب نوّر اللہ مرقدہ کی مختلف کتابوں میں بکھرے ہوئے ارشادات وافادات کی روشنی میں جماعت دعوت وتبلیغ میں کام کرنے والے احباب اور کارکنانِ مراکز تبلیغ کی رہنمائی اور استفادے کے لیے مرتب فرمایا ہے، وہ اس وقت میرے پیش نظر ہے، احقر کو بالاستیعاب رسالہ کے مطالعہ کا موقع نہیں ملا، لیکن جستہ جستہ مضامین اورفہرست پرنظر ڈالنے سے اندازہ ہوا کہ دعوت کے اصول وآداب اوراس کی روح وضوابط کا حضرت بانی جماعت قدس سرہ کے بلند مضامین کی روشنی میں ایک قابل قدر ذخیرہ جمع فرمایا گیا ہے، **جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔**

امید ہے کہ حضرت بانی جماعت قدس سرہ کے ان بلند مضامین اور قیمتی ہدایات و افادات کی مبارک نسبت سے دعوت کے کام میں مشغول رہنے والے احباب کی نگاہوں میں ان مضامین کی قیمت اوراہمیت غیر معمولی ہوگی اوراپنی بہت سی غلطیوں اورکوتاہیوں پر (جو ہر انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں) تنبہ ہوگا، کام کا صحیح موضوع اور مقصد پیش نظر رہے گا، بہت سے اصول وآداب (جو ہر وقت مستحضر نہیں رہتے) وہ سامنے رہیں گے، جس سے ان کے

حوصلے ان شاء اللہ تعالیٰ بلند ہوں گے، اور کام کرنے کی خوب ہمت بندھے گی۔

دل سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس مجموعہ کی اشاعت کو دعوت کے کام میں مشغول تمام احباب کے لیے مفید اور باعث تقویت فرمائے اور مفتی صاحب موصوف مرتب رسالہ کو اپنی شایانِ شان بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ فقط والسلام

محمد سلمان

ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۱۰ر محرم الحرام ۱۴۳۶ھ

۴ر نومبر ۲۰۱۴ء

تصدیق وتائید

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم دیوبند

یہ حقیقت اب محتاج بیان نہیں رہ گئی کہ مروجہ دعوت وتبلیغ کی وہ مبارک محنت جس کا آغاز حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ نے کیا تھا اور اہل حق علماء کرام اور مشائخ عظام کی تائید جماعت کو حاصل تھی اور جس کے بے پناہ فوائد عامۃ المسلمین کی زندگی کا رخ تبدیل کرنے میں نمایاں طور پر تسلیم کئے گئے وہ محنت اپنے قدیم سرپرستوں سے محرومی اور ان کے بیان کردہ اصولوں اور ہدایات سے دوری کی بناپر اپنی بے پناہ وسعت اور ہمہ گیری کے باوجوداس راہ سے ہٹتی جارہی ہے جس راہ پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اس کو لے کر چلنا چاہتے تھے اور جس کا اظہار انہوں نے بار بار اپنے بیانات ،اپنی ہدایات ،اپنے مکتوبات اور اپنی خصوصی مجالس میں کیا۔

ایسے ماحول میں اس مبارک محنت کو اس کی اصل راہ سے ہم آہنگ کرنے اور اعلیٰ مقاصد کی تحصیل کا راستہ ہموار کرنے کے لئے سب سے مفید طریقہ یہی ہوسکتا ہے کہ بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ارشادات ،ملفوظات ،مکتوبات اور ہدایات کو مستند ذرائع سے حاصل کر کے کام کرنے والوں تک پہنچایا جائے ،اوران کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے ، یہ ایک مخلصانہ خدمت ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری کو کہ انہوں نے اس عظیم کام کا بیڑہ اٹھایا ہے اور حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے مکاتیب،

ارشادات، ہدایات، اور بیانات کو جو مستند ذرائع سے مرتب اور محفوظ کئے گئے ہیں ان کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کر کے ان کو عنوانات کے لحاظ سے مرتب فرمایا، اور جہاں ضرورت سمجھی بقدر ضرورت حواشی بھی لگائے۔

میں جماعت کے ایک ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے اپنے تمام بھائیوں سے درخواست کروں گا کہ انتہائی سنجیدگی اور ٹھنڈے دل سے اس سلسلہ کی تمام تحریروں کو بغور پڑھیں اور ان کی روشنی میں خود فیصلہ کریں کہ ہمیں اپنے طریقۂ کار اور طرز فکر کی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔

اس وقت میرے پیش نظر جناب مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مرتب کردہ کتاب ''کارکنانِ تبلیغ کے لئے مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی مفید باتیں اور اہم ہدایات'' ہے، کتاب کے ٹائٹل سے ہی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کتاب دراصل حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افادات کا مجموعہ ہے، مفتی محمد زید صاحب کا اس پر عمل صرف یہ ہے کہ انہوں نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات، ہدایات، مکتوبات اور ارشادات کو اکابر امت کے مرتب کردہ مستند مجموعوں سے منتخب کر کے اور ایک ایک موضوع سے متعلق افادات کو یکجا کر کے ان پر مفید اور ضروری عنوانات قائم کر دیئے ہیں، اور جہاں ضرورت محسوس کی وہاں حواشی کا اضافہ کر دیا ہے۔

میں نے مرتّب کا تحریر کردہ مقدمہ اور ابتداء کے کچھ صفحات بالا ستیعاب دیکھنے کے بعد درمیان کتاب کے متعدد مقامات کی تحریریں دیکھیں۔

حقیقت یہ ہے کہ تبلیغی کام کرنے والوں کے لئے یہ مجموعہ انتہائی قیمتی ہدایات، اصول وضوابط اور طریقۂ کار کی جامع رہنمائی پر مشتمل ہے۔

حق تو یہ تھا کہ یہ کام مرکز نظام الدین کے زیر انتظام کرایا جاتا اور تمام کام کرنے

والوں کواس امر کا پابند بنایا جاتا کہ وہ ان ہدایات کا بغور مطالعہ کریں ،اس سے دعوت وتبلیغ کے اس طریقہ کا اصل مقصد سمجھنے میں مدد ملتی جو بانی تحریک حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے پیش نظر تھا ،ان ہدایات کو دستورالعمل کی حیثیت دے کر جماعت کے چھوٹے بڑے کارکنان کواس کے مطابق عمل کرنے کا پابند بنایا جاتا۔

لیکن صورت حال کچھ یوں بن گئی کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے یہ قیمتی افادات جن کوان اکابر علماء کرام نے بڑی عرق ریزی اور اہتمام کے ساتھ مرتب کیا تھا جنہوں نے براہ راست حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی صحبت میں وقت گذارا تھا،ان کے درداوران کی فکراوران کے مقصد کو دیکھا،سمجھا اور محسوس کیا تھا اوران کومرتب کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ان ہدایات کی روشنی میں امت کی زندگی میں پورے دین کوزندہ کیا جائے، علماءکرام کوان کی ذمہ داری یاددلائی جائے،عوام کوعلماء سے جوڑا جائے،مدارس اورمکاتب کا نظام مستحکم کیا جائے،تصنیف وتالیف، درس وتدریس، وعظ وارشاد اوراحسان وتزکیہ کے جوکام علماء ومشائخ کے ہاتھوں مدارس اورخانقاہوں میں انجام پارہے ہیں ان سب کے اعتراف اوران کی قدردانی کے ساتھ دعوت وتبلیغ کی اس عمومی محنت کے ذریعہ امت میں دین کی طلب پیدا کی جائے۔

لیکن افسوس کہ وہ قیمتی ملفوظات،ہدایات اورافادات کتابوں کی زینت بن کررہ گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج یہ محنت حضرت کی ہدایات سے دور ہوتی جارہی ہے اوراس کے نقصانات کھلی آنکھوں مشاہدے میں آرہے ہیں۔

مفتی محمد زید صاحب کی یہ محنت **الدین النصیحه** کےتقاضے پرعمل کرتے ہوئے اس فرض کفایہ کی تکمیل ہے جس کی ضرورت تمام فکرمند علماء محسوس کررہے ہیں۔

اس لئے اس کتاب کواوراس سلسلہ کی اگلی کتابوں کوایک قیمتی امانت سمجھ کران کی پذیرائی کرنی چاہیئے ،اخلاص کے ساتھ اصلاح کی کوشش کو جماعت کی مخالفت سمجھنا بڑی

نادانی کی بات ہے، اگر کوئی ایسا ذہن رکھتا ہے تو اسے اپنا طرز فکر بدلنا چاہئے، پورے اخلاص اور دیانت داری کے ساتھ کتاب کے مندرجات کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

مفتی محمد زید صاحب اس سے قبل حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ کے افادات، مواعظ وملفوظات وغیرہ کو موضوعات کے لحاظ سے مرتب کرنے اور ان کی اشاعت کا کام مدت سے کر رہے ہیں اور جماعت کے اکابر علماء کرام کی طرف سے ان کو دعائیں ملتی رہی ہیں اور ان کی ہمت افزائی کی جاتی رہی ہے، اور ان کو حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی، حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی اور دیگر بہت سے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کی تائید اور ان کی دعائیں حاصل ہوتی رہی ہیں۔

یہ کام بھی اسی نوعیت کا ہے اور اس کام کی اس وقت شدید ضرورت تھی، اس لئے ان کے اس مخلصانہ عمل کو کسی بھی درجہ میں جماعت کی مخالفت قرار دینا بہت بڑی نادانی ہوگی، اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے اور ہم سب کو اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائے، دین کے لئے کی جانے والی ہر صحیح محنت کو قبول فرمائے اور اپنی نصرت اور ہدایت سے سرفراز فرمائے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ، یکم ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ

تصدیق وتائید

حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب الاعظمی ندوی دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف المرسلين وأفضل الأنبياء والمتقين محمدبن عبدالله الأمين، خاتم النبيين وعلى آله وصحبه ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين۔

حضرت آدم علیہ وعلی نبینا الصلاۃ والسلام امام الانبیاء ہیں، انھیں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دین کی صدا بلند کرائی، اور روئے زمین پر اصلاح اور دعوت اِلی اللہ کا الٰہی نظام شروع ہوا، فرشتوں نے اپنے اندیشے کا اظہار کیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکے جواب میں فرمایا کہ: **إني أعلم مالاتعلمون** (میں جو باتیں جانتا ہوں تم کو ان کا علم نہیں ہے)

اس کے بعد دنیا میں انسانی آبادی کا سلسلہ جاری ہوا، اس کی ہدایت ورھنمائی کے لئے انبیائے کرام کی بعثت کا سلسلہ شروع ہوا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت عام ہوئی، جس کی قسمت ہدایت سے وابستہ ہوئی، وہ کامیاب ہوا، اور جس کو یہ سعادت نہیں ملی وہ ناکام رہا، اور خیر وشر سے آباد ایک انسانی دنیا وجود میں آئی، جہاں انبیائے کرام کے ذریعہ دعوت کی فضا اللہ تعالی کے حکم سے عام ہوئی، سورہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا گیا (**وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ** (الانبیاء۲۵)

اور نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ انسانیت

کی اصلاح، اس کی ہدایت اور کتاب الٰہی کی تعلیم وحکمت کا کام شروع ہو، انسانوں کو غیر اللہ کی عبادت، اور مخلوق کی پرستش سے روک کر، ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ سے عقیدۂ توحید ورسالت کی بنیاد پر قائم ہو، اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا **فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ** (الحجر۔۹۴)

اے نبی ﷺ جس بات کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے، اس کا آپ اعلان کردیجئے، اور مشرکین سے روگردانی کیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور پاک ﷺ کی بعثت کا مقصد اس طرح بیان کیا ہے، **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِيْراً ، وَدَاعِياً إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجاً مُّنِيْراً** (لأحزاب۴۶) اے نبی کریم ﷺ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا، اور ڈرانے والا اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والا بنا کر بھیجا ہے، جو انھیں کے حکم سے ہے، اور روشن چراغ بنایا ہے۔

اس کے نتیجہ میں رسول ﷺ کی امت کا ظہور ہوا، اور اسکو خیر امت کے لقب سے یاد کیا گیا، اور جو ذمہ داری عطا کی گئی اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا: **كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ** (آل عمران۔۱۱۰)

تم خیر امت بنائے گئے ہو اور تم کو انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کیلئے پیدا کیا گیا ہے، تاکہ تم اچھی باتوں کا حکم کرو اور بری باتوں سے روکو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان کامل رکھو۔ خیر امت کی ذمہ داری اہل علم ودعوت، اور امت کے باشعور افراد نے قبول کی، اور حالات کے مطابق اسکو انجام دیتے رہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس دعوت الی اللہ کی یہ ذمہ داری نہایت خلوص اور عبادت واطاعت کے جذبے سے انجام دی، انھیں ہستیوں کے نقش قدم پر ہر زمانے میں اہل علم ودعوت سرگرم عمل رہے، اور

دنیا کے ہر گوشے میں امت کے یہ افراد اپنی دعوتی ذمہ داری کو انتہائی سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ رضائے الٰہی کی بنیاد پر انجام دیتے رہے۔

ہمارے ملک میں شروع سے علمائے دین نے علم ودعوت کا علم بلند کیا، اور ممکن حدتک اسکے رقبے کو پھیلانے ، دعوت کو پہنچانے اور اسلامی روح سے لوگوں کو سرشار کرنے کی جدوجہد میں مصروف رہے، اور جن ذرائع کو وقت کے تقاضے کے مطابق ضروری سمجھا ان سے تبلیغ ودعوت کا کام لیا۔

گذشتہ صدیوں میں علمائے دین اور اصحاب دعوت وتربیت کی مختلف جماعتوں نے اس نقطہ پر اپنی توجہ مرکوز کی ،اوراس ذمہ داری کو بہتر طریقے سے انجام دیا۔

زیادہ دور نہ جا کر گذشتہ صدیوں میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے علمی خاندان کے علماء نے دعوت علم ودین کے میدان میں جو خدمات انجام دی ہیں، وہ نہ صرف اس ملک کی اسلامی تاریخ بلکہ عالم اسلام کی علمی، دعوتی ،اور عملی تاریخ میں ایک داعیانہ کردار اور قائدانہ اہمیت کی حامل ہیں، ہندوستان میں علوم اسلامیہ اور خاص طور سے علم حدیث کی نشر واشاعت میں اس عظیم خاندان اور اسکے فرزندان نے ایک غیبی نظام کے ماتحت عظیم خدمات انجام دی ہیں، اور اس کے نتیجہ میں ہندوستان میں اسلامی علوم وفنون کے مراکز اور علوم اسلامیہ کے بے شمار مدارس، جامعات قائم ہوئے ،اور فکر ولی اللہ کی جامعیت کا تعارف ہوا، اور ہر مسلک وفکر کے علماء نے اس کو اپنایا،اور اس کی طرف نسبت کو فال نیک قرار دیا۔

اور یہ راز کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ہندوستان ہمیشہ سے اولیاء و اصفیاء اور علمائے راسخین اور اہل تربیت شخصیتوں کا مستقر رہا، جن کے فیوض روحانی سے لوگوں کو ایمان ویقین کی روشنی ملی۔

اس سلسلے کی کڑیاں مختلف اطراف وجہات میں، اور اسماء وعناوین کے اختلاف کے ساتھ آج ہر جگہ موجود ہیں۔

فکر ولی اللہ سے متاثر ہونے والے علماء ودعاۃ میں جماعت تبلیغ کے مؤسس حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان باتوفیق افراد میں ہوتا ہے جن کا فیض خاص وعام تک پہنچا، انہوں نے صحابہ کرام کے نقش قدم پر چل کر بے لوث دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا اور یہ دراصل نتیجہ ہے علم وعمل کی اس جامعیت کا جو ان کے اندر بدرجہ اتم موجود تھی۔

مناسب ہوگا کہ اس موقع پر علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کا ارشاد گرامی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی جامعیت کی شہادت کے طور پر پیش کردیا جائے، جسے (حضرت مولانا محمد الیاس کی دینی دعوت) کے مقدمہ میں تحریر فرمایا ہے، وہ لکھتے ہیں:

> ''ہندوستان میں جن بزرگوں کے دم قدم سے اسلام کی روشنی پھیلی وہ حقیقت میں وہی تھی جن کی ذات میں مدرسہ اور خانقاہ کے کمالات کی جامعیت تھی، کہ وہ اسوۂ نبوت سے قریب تر تھے، اسلئے ان کا فیض بعید سے بعید تر حصہ تک پھیلتا چلا گیا،''

ہمارے رفیق مکرم جناب مولانا محمد زید مظاہری ندوی صاحب استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء نے کارکنان تبلیغ کے لئے حضرت مولانا محمد الیاس کی مفید باتوں اور ان کی اہم ہدایات پر مشتمل یہ کتاب تصنیف کی ہے، یہ دراصل حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتی زندگی کا ایک عکس جمیل ہے، یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول: مولانا کے مکاتیب وارشادات اور مشوروں کی اہمیت۔

باب دوم: اپنے کو بڑوں کے مشورہ کا پابند رکھئے، اور امت کے بزرگوں پر اعتماد کیجئے، ہماری تبلیغی تحریک کا مقصد پورے دین کو زندہ کرنا ہے۔

باب سوم: یہ باب بہت مفصل ہے اور جماعت دعوت وتبلیغ کے تمام رہنما اصول کا جامع ہے۔

باب چہارم: اس باب کے ماتحت تین فصلیں ہیں۔

فصل اول: اصلاح معاشرہ کی فکر کی جائے، ہر حیثیت سے۔
فصل دوم: فرائض کے ساتھ نوافل کا بھی اہتمام کیا جائے، دونوں کے فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔
فصل سوم: تبلیغ کو تقویت پہونچانے کے لئے قلبی و باطنی اور روحانی طاقت کو حاصل کرنے کی ضرورت کا اہتمام کرنا نہایت ضروری امر ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب ان شاء اللہ تعالیٰ جماعت دعوت وتبلیغ کے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کرے گی، دعوت کے کام کو حالات کے مطابق بنانے اور ہر دور وزمانے کے مزاج کو سمجھنے اوراسکی روشنی میں کام کرنے کے لئے پوری رہنمائی عطا کرے گی۔ اس لئے حضور پاک ﷺ کی سیرت کو سامنے رکھتے ہوئے اوراس کی روشنی میں اس ذمہ داری کو صحیح طریقے سے انجام دینے کے لئے ایک اچھے رہبر کا کام انجام دے سکے گی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس مخلصانہ کوشش کو قبول فرمائیں، اوراس کو امت مسلمہ کے حق میں نافعیت کا درجہ عطا فرمادین (آمین)

وماذلك على الله العزيز۔

راقم الحروف

سعید الرحمٰن الاعظمی ندوی

مدیر البعث الاسلامی
دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۴/محرم ۱۴۳۶ھ
۲۹/اکتوبر ۲۰۱۴ء

تقریظ وتائید

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم

فرزند شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے نبیوں کو بھیجنے کا سلسلہ قائم فرمایا جن میں سب سے آخری نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے ہدایت کی محنت کی اور صحابہ کو بھی اسی محنت پر لگایا، جس میں تبلیغ، تعلیم اور تزکیہ تینوں باتیں شامل تھیں، مسجد نبوی میں یہ تینوں کام ہوتے تھے، ہمارے تمام اکابر انہیں تینوں کاموں کو کرتے رہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے بھی انہیں تینوں کاموں کو کیا اور سب کی اہمیت بتلائی۔

عزیزم مولوی محمد زید سلمہ مظاہری (استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے تمام ملفوظات و ارشادات اور مکتوبات جو مختلف کتابوں میں پھیلے ہوئے تھے، سب کو یکجا اور مرتب کر کے دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں پر بڑا احسان کیا کہ اس میں تبلیغ والوں کے لیے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ہدایتوں اور نصیحتوں کو جمع کر دیا، ان ہدایتوں کے مطابق اگر یہ کام کیا جائے گا تو تمام طرح کی گمراہیوں اور فتنوں سے محفوظ رہے گا، دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ مفتی محمد زید صاحب مظاہری کی اس محنت کو قبول فرمائے اور ان کے کام میں برکت عطا فرمائے، اور امت کے لیے اس کتاب کو نافع بنائے۔ (آمین)

محمد طلحہ کاندھلوی

۱۰/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

ارشاد گرامی

محدث عصر حضرت مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

احقر راقم الحروف (محمد زید) نے اپنی کتاب ''اسباب واعمال اور تدبیر وتوکل کا شرعی درجہ'' شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب کی خدمت میں پیش کی، اس کے کچھ عرصہ بعد اس کتاب کا مسودہ پیش کیا اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے افادات (مکتوبات و ارشادات) پر کام کی نوعیت اور اس کی تفصیل عرض کی، حضرت اقدس دامت برکاتہم نے نہایت مسرت کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا: تمہاری کتاب ''اسباب واعمال'' ہم نے پڑھ لی، تم نے باتیں سب صحیح لکھی ہیں۔ اس کے مضامین سب درست ہیں، ایک حدیث پاک کی شرح کے ضمن میں میرا مضمون بھی آ گیا اچھا ہے وہ محفوظ ہو گیا۔

بس اس کا خیال رکھو کہ اصلاحی بات جو بھی لکھو عمومی انداز میں لکھو، مثبت انداز میں لکھو، پڑھنے والا اس کو مخالفت پر محمول نہ کرے، اس کو پڑھ کر جوش انتقام نہ ہو، جوش انفعال ہو، یعنی اس کو پڑھ کر اصلاح کی فکر کا جذبہ ہو۔

تمہارا یہ کام جو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے افادات پر مشتمل ہے بہت اچھا اور مفید ہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی چیزوں کو مرتب کر کے لاؤ، کام کرنے والوں کو اس سے بڑی رہنمائی ملے گی، اور ان کی چیزیں سب کے لیے قابل قبول ہوں گی، سب اس کو تسلیم کریں گے، اور عمل میں لائیں گے۔ اور یہ جو تمہارے توضیحی حواشی اور ملفوظات کے ضمن میں فوائد وتشریحات ہیں، یہ بھی مناسب ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کی وضاحت اور تشریح ہو جائے تا کہ بات پوری سامنے آ جائے، اور سمجھ میں بھی آ جائے، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے، برکت فرمائے اور امت کی اصلاح وہدایت کا ذریعہ بنائے، آمین۔

حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۃ الکتاب

از مرتب

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس طرح تمام انبیاء میں افضل البشر اور سید الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا اسی طرح آپ کے طفیل میں آپ کی امت کو بھی گذشتہ تمام امتوں میں افضل الاقوام اور خیر الامم بنایا، اور اس امت کے خیر ہونے کا اعلان خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمادیا، ارشاد خداوندی ہے: ''كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَر ''(آل عمران پ:۴)

تم بہترین امت ہو تم کو لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے پیدا کیا گیا ہے، تمہارے بہتر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تم اچھائیوں اور بھلائیوں کو پھیلاتے ہو، برائیوں اور خرابیوں کو روکتے ہو۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کے فضائل بیان فرمائے ہیں، آپ کی امت دوسرے انبیاء کے حق میں شہادت دے گی، جو قابل قبول ہوگی اور آپ ہی کی امت کے لیے سب سے پہلے جنت کے دروازے کھولے جائیں گے، آپ کی امت کے وہ لوگ جو آپ کے زمانہ سے قریب اور قریب تر تھے، وہ تو خیر تھے ہی، ان کی افضیلت و خیریت میں تو کوئی شبہ ہی نہیں اس کی شہادت خود آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دی ہے، **خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم** الخ۔

آپ کی امت کے متاخرین یعنی بعد کی صدیوں میں آنے والے لوگ ان کے بھی خیر اور انفع ہونے کی آپ نے خبر دی ہے، ایک حدیث میں آپ نے فرمایا میری

امت کی مثال تو بارش کی سی ہے، نہیں کہا جا سکتا کہ بارش کا کون سا حصہ زیادہ نافع ہے، آیا شروع کی بارش زیادہ نافع ہے یا اخیر کی، یا درمیان کی، سب ممکن ہے، ''**عن انس قال قال رسول اللہ صی اللہ علیہ وسلم مثل امتی مثل المطر لایدری أولہ خیر أم آخرہ خیرٌ''۔** (رواہ الترمذی ۵۸۳/۲، مشکوٰۃ باب ثواب ہذہ الامۃ)

یہی حال آپ کی امت کا ہے کہ امت کی تاریخ اور مختلف ادوار اور مختلف صدیوں میں کسی بھی صدی میں اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندوں کو پیدا کر دے گا جو پوری امت اور پوری انسانیت کے لیے ایسے نفع بخش ثابت ہوں گے اور ان کے ذریعہ مخلوق کو وہ منافع حاصل ہوں گے جو اس سے پہلے لوگوں کے ذریعہ نہیں ہو سکے، اور قیامت تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا اور ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے۔

ایک حدیث آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ میری امت میں ہر صدی میں ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو دین کی تجدید کر دے گا۔ (ابوداؤد کتاب الملاحم)

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی ہے جو بالکل برحق اور واقع کے مطابق ہے، اس کی ایک مختصر سی مثال ہمارے اس ملک اور قریبی ملک یعنی ہندو پاک میں فقہاء و محدثین، مصلحین و مجددین اور مبلغین کا وجود اور ان کے علمی و اصلاحی اور تجدیدی وہ کارنامے ہیں کہ گذشتہ صدیوں میں بھی اس کی نظیر مشکل سے ملتی ہے، جن کی فہرست طویل ہے، مثلاً حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت سید احمد شہید رائے بریلویؒ، حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ، حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ وغیر ذٰلک۔ ان اساطین امت سے اللہ تعالیٰ نے مختلف پہلوؤں سے وہ کام لئے ہیں جن کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی پوری تصدیق ہوتی ہے کہ میری امت کی مثال تو بارش کی سی ہے نہ معلوم بارش کا کون سا حصہ زمین اور پیداوار کے لیے زیادہ نافع ہوگا۔

منجملہ ان کے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے

اس آخری دور میں دعوت وتبلیغ کی لائن سے عمومی پیمانہ پر خاص نوعیت کا وہ کام لیا کہ گذشتہ صدیوں میں اس کی نظیر کم ملتی ہے، جس نے امت میں ایمانی روح پھونک دی، بجھی ہوئی چنگاری کو روشن کردیا، غفلت کی نیند سونے والوں کو چوکنا اور بیدار کیا اور ان میں دینی شعور بیدار کردیا، بھولے بھٹکے صراط مستقیم پر آ گئے، آپ کی مخلصانہ دعوت وتبلیغ کے نتیجہ میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ شرک و بدعت سے شراب سے جوے سے، زنا سے تائب ہوکر نیک صالح بن گئے، مساجد آباد ہوئیں، مکاتب و مدارس قائم ہوئے، اور سارے عالم میں آپ کی مخلصانہ دعوت وتبلیغ کا فیض پہنچا اور پہنچتا جارہا ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے دعوتی وتبلیغی کام کا آغاز

یہ بات بھی بہتوں کے علم میں ہوگی کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ انہیں دینی مدارس (مظاہر علوم سہارنپور، دارالعلوم دیوبند) کے پروردہ و تعلیم یافتہ اورانہیں خانقاہ کے مشائخ حضرت رائے پوری، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری وغیرہ کے تربیت یافتہ اور فیض یافتہ ہیں جن کے فیوض و برکات کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ آپ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں تدریسی خدمات انجام دیتے تھے لیکن امت کی اصلاح کی طرف سے غافل نہ تھے۔

اس وقت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی اصلاحی ودعوتی کوششیں عروج پر تھیں، دعوت وتبلیغ کے تعلق سے آپ کے مسلسل اسفار بھی ہوتے تھے، اصلاحی مجالس کا سلسلہ بھی قائم تھا، ایک زمانہ میں کانپور کے علاقہ قصبہ ''گجنیر ضلع کانپور'' میں ارتداد کی خبر سنی تو آپ دعوت وتبلیغ کے لیے ایک جماعت کے ساتھ تشریف لے گئے، اوران کو تبلیغ فرمائی، ایک عرصہ کے بعد ''آگرہ'' اوراس کے اطراف کے دیہی علاقوں میں فتنہ ارتداد رونما ہوا، اس کے لیے بھی آپ فکرمند ہوئے۔ چنانچہ اسی وقت عمومی پیمانہ پر آپ نے دعوت وتبلیغ کا سلسلہ قائم فرمایا، حالات اور ضرورت کے

مطابق ارتدادزدہ علاقوں میں خصوصاً آگرہ اوراس کے اطراف میں آپ نے علماء و مبلغین کی جماعت روانہ فرمائی۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں اس وقت جوکوششیں جاری تھیں اس میں پیش پیش بلکہ یوں کہئے کہ سرگرم رکن یہ بزرگ بھی تھے جن کوہم مولانا محمد الیاس صاحبؒ کاندھلوی سے یادکرتے ہیں۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی تجویز کے مطابق آپ نے ارتدادزدہ علاقوں میں وفد کے ساتھ دعوتی وتبلیغی دورے فرمائے،سفر کی روداداور کارگذاری حضرت تھانویؒ کی خدمت میں لکھ کربھیجی جاتی،حضرت تھانویؒ اس کے جواب میں ہمت افزاءکلمات اور دعاؤں سے ان کی تقویت فرماتے جس سے ان کے حوصلے اور بلند ہوتے۔

ماقبل میں اختصار کے ساتھ جوکچھ عرض کیا گیا اس کا اندازہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے ان خطوط سے کیا جاسکتا ہے جوآپ نے اس موقع پر کارگذاری سننے کے بعداس وفد کے نام تحریرفرمائے تھے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا خط

السلام علیکم .... حالات سے بہت کچھ امیدیں ہوئیں، اور مجھ کواس سے پہلے بھی صرف آپ جیسے مخلصین کا جانا اور پھر مولوی محمد الیاس صاحب کا ساتھ ہوجانا یقین کامیابی دلاتا تھا،علم غیب توحق تعالیٰ کو ہے مگر میرا قلب شہادت دیتا ہے کہ انشاءاللہ سب وفود سے زیادہ نفع آپ صاحبوں سے ہوگا۔ اشرف علی

اس مضمون کے کئی خطوط اشرف السوانح میں منقول ہیں۔(اشرف السوانح ۳/۲۳۶)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی معیت میں اس وفد کا سفر''پلول''اور قصبہ ''نوح''وغیرہ کا بھی ہوا،اور بہت کامیاب سفر رہا۔حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی

تھانویؒ کی زیرنگرانی وحسب ایماء، تبلیغی وفد کی محنت کا سلسلہ تقریباً دوسال تک اسی علاقہ و اطراف میں جاری رہا، اسی موقع پر اردو ہندی میں مختلف تبلیغی رسائل بھی تصنیف کرا کر تقسیم کرائے گئے اور مکاتب و مدارس کے قیام کی مہم چلائی گئی، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔

اشرف السوانح ۳/۲۳۰ تا ۲۴۱ میں دعوت وتبلیغ سے متعلق اہم مضامین ہیں، دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کوخصوصا ذمہ داروں کواس کا مطالعہ کرنا انشاء اللہ بہت مفید ثابت ہوگا۔

حضرت مولانا محمد ثانی حسنی مظاہری اپنی کتاب ''حیات خلیل''میں تحریرفرماتے ہیں:

۱۳۴۱ھ میں جب راجپوتانہ اورآگرہ سے ارتداد کی خبریں آنی شروع ہوئیں تو حضرت تھانویؒ کواس کی فکر ہوئی اورانہوں نے وفود بھیجنے شروع کئے، مظاہرعلوم سے حضرت مولانا کے تلامذہ اور متعلقین جن پرآپ کواطمینان تھا، اس مبارک کام کے لیے منتخب ہوئے۔ جن میں مولانا اسعد اللہ صاحب مدظلہ، مولانا عبدالکریم گمتھلوی اورحضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی جو حضرت مولانا (خلیل احمد صاحب سہارنپوری) ہی سے مجاز تھے۔ قابل ذکر ہیں ....اس سلسلہ میں حضرت تھانویؒ اورمولانا محمد الیاس صاحب کی انتھک محنتوں اورکوششوں نے بڑا کام انجام دیا۔

(حیات خلیل ص:۲۴۰)

دعوت وتبلیغ کے سلسلہ سے منسلک ہونے اورامت کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے محسوس فرمالیا تھا کہ امت کے ایمان کی بقاءوتحفظ اورشعائرِ اسلام کی حفاظت کے لیے اس سے زیادہ وسیع اورعمومی پیمانہ پراس کام کوکرنے کی ضرورت ہے، چنانچہ اسی فکر کے ساتھ عمومی پیمانہ پرآپ نے اس کام کوشروع کردیا، اورمرکز نظام الدین کوآپ نے اپنے اس کام کا مرکز بنایا، اورابتداء میں میوات اوراس کے اطراف کے لوگوں کواپنی دعوت وتبلیغ کی محنت کا میدان بنایا، اوردعوت وتبلیغ کے اس

کام کے ساتھ آپ نے دینی مدارس کے علماء اور خانقاہوں کے مشائخ سے بھی گہرا ربط رکھا، مدارس اور خانقاہ میں حاضری کو اپنے معمولات میں شامل فرمایا۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ اوران کی تعلیمات وتصنیفات سے خصوصی ربط رکھا اور یہاں تک ارشاد فرمایا کہ:

''مولانا تھانویؒ نے بہت بڑا کام کیا ہے بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقۂ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے، مولانا تھانویؒ کے لوگوں کی مجھے بہت قدر ہے''۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس ص:۵۸، ملفوظ نمبر:۵۶)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے انتقال کے موقع پر ارشاد فرمایا:

میرا جی چاہتا ہے کہ اس وقت حضرت کے تمام تعلق رکھنے والوں کی تعزیت کی جائے اور خاص طور پر یہ مضمون آج کل پھیلایا جائے کہ ....حضرت رحمۃ اللہ کی تعلیمات حقہ اور ہدایات پر استقامت کی جائے اوران کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کی جائے۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس ص:۶۸، ملفوظ نمبر:۵۷)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے دعوتی وتبلیغی نصاب میں جن کتابوں سے استفادہ کو اہمیت واولیت دی ہے اور تنہائی میں اور مجمع میں بھی جن کو بار بار پڑھنے کی ہدایت وتاکید فرمائی ان میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی اہم کتاب ''جزاء الاعمال'' کا خاص طور پر تذکرہ کیا، ملاحظہ ہو مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۵۳۔

دیکھتے دیکھتے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس دعوتی وتبلیغی کام کو ایسی مقبولیت عطا فرمائی کہ تمام دینی مدارس اوران کے نظماء ومہتممین، اہل علم وارباب افتاء نے بھی ان کی بات پر لبیک کہا، دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد،

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نیز دوسرے اداروں نے بھی آپ کی اس دعوتی تحریک کو ہاتھوں ہاتھ لیا، علماء کی جماعت مرکز نظام الدین میں نظر آنے لگی، اہل خانقاہ اور مشائخ کے ذکر کی صدائیں مرکز نظام الدین کی فضا میں گونجنے لگیں، اکابر علماء ہند مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی، مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب وغیرہ مرکز نظام الدین کی رونق بنے ہوئے تھے، کبار علماء ومشائخ اور مرکزی دینی مدارس نے آپ کے اس دعوتی کام کو سمجھا، اور قبول کیا، اور امت میں اس کو پھیلایا، بعد کے اکابر مثلاً حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب وغیرہ نے اس کام کی نہ صرف تائید فرمائی بلکہ عملی طور پر اس میں حصہ لیتے رہے، اور الحمدللہ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے، اور انشاءاللہ جاری رہے گا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی ایک بڑی فکر

اخیر زمانہ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو بڑی فکر تھی کہ اس کام کو سمجھنے اور سنبھالنے والے حضرات اہل علم آئیں اور اس کام کی ذمہ داری قبول کرلیں، چنانچہ اخیر زمانہ میں مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ نے کافی وقت مرکز نظام الدین میں گذارا اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے ارشادات اور ان کی دی ہوئی ہدایات کو انہوں نے اچھی طرح سمجھا اور محفوظ رکھا، خصوصاً مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے آپ کے مکتوبات وارشادات کو جمع کرکے شائع کیا۔

اخیر میں جناب افتخار احمد صاحب فریدی نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے جتنے ارشادات ومکتوبات ناقص وکامل، مختصر ومطول جس شکل میں ان کو مل سکے سب کو جمع فرمادیا جو ''ارشادات ومکتوبات مولانا محمد الیاس صاحبؒ'' کے نام سے شائع شدہ ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے ''حضرت مولانا محمد الیاسؒ اوران کی دینی دعوت'' کتاب میں اس تحریک کی پوری تاریخ وتفصیل ذکرفرمائی ہے،جس میں علامہ سید سلیمان ندویؒ کا بصیرت افروز مفصل مقدمہ بھی ہے،جس سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی جامعیت اوراس کام کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

مولانا محمد الیاسؒ کی جامعیت اوردعوت وتبلیغ کی اہمیت سے متعلق علامہ سید سلیمانؒ ندوی کا مختصر مضمون

علامہ سید سلیمان ندویؒ دعوت وتبلیغ کی اہمیت کے تعلق سے (جس کو مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا) تحریر فرماتے ہیں:

''حکیمانہ تبلیغ ودعوت امر بالمعروف نہی عن المنکر اسلام کے جسم کی ریڑھ کی ہڈی ہے، اس پرا سلام کی بنیاد اسلام کی قوت، اسلام کی وسعت اوراسلام کی کامیابی منحصر ہے،اورآج سب زمانوں سے بڑھ کر ضرورت ہے اور غیر مسلمانوں کو مسلمان بنانے سے زیادہ اہم کام مسلمانوں کو مسلمان، نام کے مسلمانوں کو کام کا مسلمان اور قومی مسلمانوں کو دینی مسلمان بنانا ہے''۔(دینی دعوت ص:۲۶)

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ہندوستان کی اسلامی ودینی تاریخ کے تعلق سے امت مسلمہ ہندیہ پرخصوصاً آخری دور میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے خانوادہ کی اصلاحی ودعوتی کوششوں کا اورامت مسلمہ ہندیہ پران کے احسانات کا تذکرہ کیا ہے۔اورحضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کواورآپ کی اس دعوتی جدوجہد کو بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی قراردیا ہے، چنانچہ اکابر ہند کی جامعیت کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ہندوستان میں جن بزرگوں کے دم قدم سے اسلام کی روشنی

پھیلی وہ حقیقت میں وہی تھے جن کی ذات میں مدرسہ اور خانقاہ کے کمالات کی جامعیت تھی کہ وہ اسوۂ نبوت کے قریب تر تھے، اس لیے ان کا فیض بعید سے بعید تر حصہ تک پھیلتا چلا گیا، آسمان دلی کے مہر و ماہ اور تارے شاہ عبدالرحیم صاحبؒ سے لے کر شاہ اسماعیلؒ تک کو آپ ایک ایک کر کے دیکھیں تو ظاہر و باطن کے علوم والوں کی یکجائی کا نظارہ آپ کو ہوگا اور اس سے ان کے علمی و روحانی برکات کی وسعت کی حقیقت آشکارا ہو جائے گی، وہ علوم کی تدریس کے وقت یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کا جلوہ دکھاتے تھے اور حجروں میں بیٹھ کر يُزَكِّيهِمْ کی جلوہ ریزی فرماتے تھے۔

دین کی اشاعت و تبلیغ اور قلوب و نفوس کے تزکیہ و تصفیہ کا جو کام انجام پایا وہ بھی ظاہر و باطن کی اسی جامعیت کے آئینہ دار تھے اور آئندہ بھی سنن الٰہیہ کے مطابق دین کا فیض جن سے پھیلے گا وہ وہی ہوں گے جن کے اندر مدرسیت اور خانقاہیت کی دوسوتیں ایک چشمہ بن کر بہیں گی، مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَان ، آنکھوں کا نور شب بیداری سے بڑھتا اور زبان کی تاثیر ذکر کی کثرت سے پھیلتی ہے، رات کے راہب ہی اسلام میں دن کے سپاہی ثابت ہوتے ہیں، سوانح و تراجم کا سیزدہ صد سالہ دفتر اس دعویٰ کا شاہد ہے''۔

(مقدمہ حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ص:۲۶، از علامہ سید سلیمان ندویؒ)

بلا شبہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ انہیں جامع صفات کے حامل اور امین تھے، اور ان کی اس جامعیت و اخلاص ہی نے ان کی دعوتی و تبلیغی تحریک کو اس درجہ مقبولیت و محبوبیت عطا فرمائی۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے ملفوظات ومکتوبات کی اہمیت

مفکراسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''بزرگوں کے ملفوظات اور ان کی مجالس کے قلم بند کرنے کا سلسلہ ہندوستان میں بہت قدیم ہے، یہ ایک بڑا مبارک اور نہایت دانشمندانہ تصنیفی اقدام تھا، ان ملفوظات ومجالس میں جو زندگی و بے ساختگی پائی جاتی ہے وہ قدرتی طور پر علمی تصنیفات اور عام تحریرات میں نہیں ملتی .... ان سے جو رہنمائی حاصل ہوتی ہے اس کی توقع بھی لگے بندھے طریقے پر لکھی ہوئی کتابوں سے نہیں کی جاسکتی۔

(پیش لفظ صحبتے با اہل دل ص:۵۶)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے مکتوبات جن کو مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے جمع فرمایا تھا ان کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''جمع ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ نہ صرف دعوت کے اصول وآداب اوراس کی روح وضوابط کے لحاظ سے بلکہ اپنے بلند مضامین اور دینی حقائق کے لحاظ سے بھی یہ ایک گرانقدر ذخیرہ ہے۔

بعض احباب اور بزرگوں نے اس مجموعہ کے اشاعت کی تحریک کی، ان کی رائے میں اس سے اس سلسلہ کی تکمیل ہوتی ہے، جو سوانح اور ملفوظات سے شروع ہوا ہے بلکہ یہ مجموعہ اس سلسلہ کی سب سے زیادہ قیمتی اور قابل اعتماد چیز ہے کیونکہ یہ براہ راست مولانا کے الفاظ اور تعبیرات ہیں، اور ان مضامین اور صاحب مضامین کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

اس مجموعہ کی اشاعت ان اصحاب کے لیے بڑی مفید اور باعث تقویت ہوگی جو دعوت کے کام میں مشغول ہیں اور اس سے مناسبت رکھتے ہیں، ان خطوط سے ان کی ہمتیں بلند ہوں گی، ان کی نگاہوں میں

دعوت کی قیمت و اہمیت بڑھے گی، اس کا صحیح موضوع اور مقصد معلوم ہوگا، بہت سی غلطیوں اور کوتاہیوں پر تنبہ ہوگا اور اس کے بہت سے اصول وآداب معلوم ہوں گے''۔

(مقدمہ مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۵-۷، از مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی شخصیت اور آپ کے ارشادات وملفوظات کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا مرحوم اپنی دعوت وتحریک کے متعلق کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ یہ ''قرن اول کا ہیرا ہے'' مگر مجھے یہ کہنے میں کوئی مبالغہ محسوس نہیں ہوتا کہ مولانا خود اس چودھویں صدی میں قرن اول کے خزانۂ عامرہ کا ایک موتی تھے۔ اگر کوئی چیز کسی کا کچھ صحیح تصور قائم کراسکتی ہے اور اس کو کسی حد تک اس کی صحیح شکل میں پیش کرسکتی ہے تو وہ صرف واقعات یا اس کی اپنی تحریریں (خصوصاً خطوط) اور اس کی روزمرہ کی بے تکلف گفتگو ہے''۔

(مقدمہ مولانا محمد الیاس کی دینی دعوت ص:۳۲-۳۸، از مولانا محمد منظور نعمانیؒ)

نیز تحریر فرماتے ہیں:

''دعوت کے اصول اور اس کی روح کے تحفظ کی طرف اس تحریک سے خاص تعلق رکھنے والوں کو زیادہ سے زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے، اور اس سلسلہ میں کچھ رہنمائی اور نشاندہی اس مجموعہ ملفوظات سے بھی ہم حاصل کرسکتے ہیں''۔

(مقدمہ ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ، از مولانا محمد منظور نعمانیؒ ص:۱۱)

ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''اس قسط کے تمام ملفوظات اس دینی تحریک و دعوت ہی سے متعلق ہیں، جس میں حضرت فنا تھے، اس دعوت کے کارکنوں کو بہت غور

سے ان ملفوظات کو پڑھنا چاہئے''۔

(مقدمہ ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ، ص:۳۲، قسط:۳)

خود حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو بھی دعوت وتبلیغ کے تعلق سے اپنے ارشادات وملفوظات کی بڑی اہمیت تھی آپ جو کچھ بولتے تھے دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب اور ہدایات ہی کے تعلق سے بولتے تھے، چنانچہ ایک موقع پر آپ نے خود ارشاد فرمایا:

''ہمارے اس کام کو سمجھنے اور سیکھنے کے لیے صحیح ترتیب یہ ہے کہ پہلے یہاں آکر چند روز قیام کیا جائے ....جس وقت میں خود کچھ کہوں اس کو سن لیا جائے''۔(مختصراً)

(مقدمہ ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ، ص:۸۵، ملفوظ نمبر:۱۰۳)

اخیر عمر میں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ سے فرمایا:

''تم میرے پاس رہتے میں تم سے دل کی بات کرتا رہتا تم دوسروں کو پہنچادیتے، اس طرح میرے دل کا کانٹا تو نکل جاتا، تم میرے پاس رہو، میری باتوں کو سنتے رہو، اور دوسروں کو پہنچاؤ، تاکہ مجھے کسی سے خطاب نہ کرنا پڑے، بعض لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ ہم تجھ کو بولنے نہ دیں گے، مگر جب تک میرے دل کا کانٹا نہ نکل جائے میں کیسے چپ ہوجاؤں، میں ہرگز چپ نہ رہوں گا چاہے مرجاؤں''۔

(مقدمہ ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ، ص:۵۸، ملفوظ نمبر:۵۵)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خود حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو دعوت وتبلیغ کے تعلق سے دی جانے والی ہدایات واصلاحات کا کس درجہ اہتمام تھا، اور خود آپ کے نزدیک آپ کی دی ہوئی ہدایات اور آپ کے فرمودات کی کتنی اہمیت تھی کہ کبار علماء سے خود فرمارہے ہیں کہ میں جو کچھ کہوں اس کو غور سے سنو، اور دوسرے کام کرنے والوں تک پہنچادو، آپ جو بولتے تھے سوچ سمجھ کر بولتے تھے، حق سمجھ کر بیان فرماتے یا لکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ، مولانا محمد منظور صاحب نعمانی اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کو کہ انہوں نے براہ راست حضرت سے سنی ہوئی باتوں اور تحریروں کو جمع فرمادیا، اور اخیر میں جناب افتخار فریدی صاحب نے تمام ملفوظات و مکتوبات جو بھی ان کو دستیاب ہوسکے سب کو ''ارشادات ومکتوبات بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے نام سے جمع فرمادیا۔

احقر نے مخدومی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی دامت برکاتہم (جن کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی مجلس میں شرکت اور براہ راست استفادہ کی سعادت نصیب ہوئی ہے، نیز اصحاب تبلیغ سابقین اولین اور دیگر مصنفین سے پوری واقفیت رکھتے ہیں) سے دریافت کیا کہ جناب افتخار فریدی صاحب کا مرتب کردہ مجموعہ جو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ملفوظات ومکتوبات پر مشتمل ہے، صحیح اور قابل اعتماد ہے؟ احقر کچھ کام کر رہا ہے اس کے مضامین لینے میں کوئی حرج تو نہیں؟ حضرت والا نے اس پر اعتماد ظاہر کرتے ہوئے اس کے مضامین کو لینے میں کوئی حرج نہیں بتایا، اور یہ بھی فرمایا، میں تو اس کو صحیح اور قابل اعتماد سمجھتا ہوں۔

حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے ملفوظات ومکتوبات پر کام کرنے اور ان کو عام کرنے کی ضرورت

اس اللہ کے مقبول اور مخلص بندہ نے بشری خطاؤں اور لغزشوں سے معصوم نہ ہونے کے باوجود اپنی عقل وفہم کے مطابق قرآن وحدیث اور سیرت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں دعوت وتبلیغ کی لائن سے امت کے حق میں جو کچھ حق اور خیر سمجھا اور جہاں تک ان کے فہم نے رسائی کی مفید باتوں کو بیان کیا اور الدین النصیحۃ کے تحت تمام کام کرنے والوں کے لیے رہبری ورہنمائی فرمائی اور ساتھ ہی یہ وصیت بھی فرمادی کہ

میری یہ ہدایت دوسرے کام کرنے والوں تک بھی پہنچادی جائیں، الحمدللہ ان کے اخلاف اور جانشینوں نے پوری دیانت داری کے ساتھ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ان ہدایات کو جو ملفوظات ومکتوبات کی شکل میں ہیں کتابوں کی شکل میں محفوظ کر کے کام کرنے والوں تک پہنچا دیا۔

اب دعوت وتبلیغ سے منسلک کام کرنے والوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ان ارشادات وہدایات کو قدم قدم پر پیش نظر رکھیں اور ان سے رہنمائی حاصل کریں تاکہ کام اعتدال کے ساتھ چلتا رہے اور افراط وتفریط اور غلو سے محفوظ رہے، لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ دعوت وتبلیغ سے منسلک لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں برسہا برس سے لگے ہوئے حضرات کو بھی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ان ہدایات کا علم نہیں۔

حضرتؒ کی ان ہدایات اور تعلیمات میں اس کام کی غرض وغایت اور اس کا اصل مقصد نیز کام کرنے کے تعلق سے ضروری باتیں معلوم ہوتی ہیں، آپ اس کام سے کیا چاہتے تھے، آئندہ کے لیے آپ کے کیا عزائم تھے، مدارس ومکاتب اور علماء وفقہاء کے تعلق سے آپ کی کیا ہدایات ہیں، بزرگان دین ومشائخ اور خانقاہ وتصوف کے متعلق آپ کی کیا نصیحتیں ہیں، اسی طرح امراء ورؤسا کے لیے آپ کی کیا تعلیمات ہیں، اس کام کو آپ کس درجہ تک پہنچانا چاہتے اور کس حد تک لے جانا چاہتے تھے، زبان وتقریر کے علاوہ تحریر وتصنیف اور دینی جلسوں سے کس طرح آپ تبلیغ کرنا چاہتے تھے، دارالافتاء ودارالقضاء اور شرعی پنچایت کے تعلق سے آپ کے کیا نظریات تھے، مسلمانوں میں دعوت وتبلیغ کے ساتھ غیر مسلموں میں دعوت وتبلیغ کے لیے آپ کے کیا منصوبے تھے، ایمان ویقین بنانے کے ساتھ اصلاحِ اعمال واخلاق اور اصلاح معاشرہ وتزکیۂ باطن کے تعلق سے آپ کی کیا ہدایات ہیں، علماء ومشائخ کے تعلق سے نیز مدارس وخانقاہوں کے

متعلق آپ نے اپنے تمام تبلیغی احباب اور دعوت و تبلیغ سے منسلک حضرات کو کیا ضروری ہدایات و تنبیہات فرمائی ہیں۔

یہ اور اس طرح کی بے شمار ہدایات، اصلاحات و تنبیہات ہیں، جو آپ کے ملفوظات و مکتوبات میں منتشر طور پر جمع ہیں، لیکن بڑی تعداد میں پرانے لگے ہوئے حضرات کے پیش نظر وہ ہدایات نہیں، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ان ہدایات کے پیش نظر نہ ہونے اور اس کے مطابق عمل نہ کرنے کے نتیجہ میں جن نقصانات کے خطرات تھے وہ پیش آنے لگے، اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ کام راہ اعتدال سے ہٹ کر افراط اور غلو کے دائرہ میں آنے لگا، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے جس نہج پر کام کو اٹھایا تھا اس کے نتیجہ میں امت کے مختلف طبقات اس کام سے جڑتے چلے جارہے تھے، عوام کا علماء اور مشائخ سے تعلق قوی اور مضبوط ہوتا چلا جارہا تھا، بُعد قرب سے اور نفرت انس سے تبدیل ہوتی نظر آرہی تھی، عوام الناس کی نگاہوں میں علماء و فقہاء اور مدارس و خانقاہوں کی قدر و منزلت بڑھتی چلی جارہی تھی، وہ اپنے کو علماء و مشائخ کا محتاج سمجھتے تھے اور اہل علم و اہل مدارس بھی اس تبلیغی کام سے مطمئن اور جڑتے ہوئے نظر آرہے تھے، لیکن حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ہدایات پیش نظر نہ ہونے کے نتیجہ میں، اب معاملہ بالکل برعکس ہورہا ہے، علماء اور اہل مدراس سے لوگوں کا استغناء، دوری اور بیزاری بڑھتی جارہی ہے، بجائے قرب کے بُعد اور بجائے انس کے نفرت میں اضافہ ہورہا ہے، بہت سے علماء اور اہل مدارس غیر مطمئن ہوکر نہایت شاکی اور اس کام سے اور کام کرنے والوں سے دوری اختیار کرنے کی فکر میں ہیں، دینی مدارس اور خانقاہوں کی جو اہمیت ان کے دلوں میں بٹھائی گئی تھی، وہ ختم ہوتی جارہی ہے، کام کرنے والے افراد تیزی سے غلو کا شکار ہوتے چلے جارہے ہیں، اگر اس کی اصلاح کی طرف فوری توجہ نہ کی گئی، تو نہ معلوم نوبت کہاں تک پہنچے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نائب اور جانشین علماء ربانیین ہی کو فرمایا ہے، اور نائبین رسول ہی سے نفرت و دوری اور انہیں سے رسّا کشی کی نوبت آجائے تو پھر خیر کی توقع کہاں؟ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

ان حالات کے پیش نظر شدید ضرورت محسوس ہورہی تھی کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ان ہدایات وتعلیمات اور تنبیہات کو جو انہوں نے اس کام کے تعلق سے کام کرنے والوں کے لیے ارشاد فرمائی ہیں آسان اسلوب میں یکجا اور مرتب کر کے کام کرنے والوں کی خدمت میں پیش کردی جائیں، تاکہ کام کرنے والے حضرات ان ہدایات کے مطابق ہی کام کریں اور اپنی اصلاح کی فکر کریں۔

حضرتؒ کی وہ ہدایات اور تعلیمات مختلف کتابوں میں منتشر ہیں، احقر کے پیش نظر اس وقت پانچ مجموعے ہیں۔

(۱) ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ جس میں مولانا محمد منظور نعمانی اور مولانا ظفر احمد تھانویؒ کے جمع کیئے ہوئے ملفوظات ہیں۔

(۲) مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب جس کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے جمع فرمایا ہے، اور اس کے اکثر خطوط حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے نام ہی لکھے ہوئے ہیں۔

(۳) حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت، یہ بھی حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کی تصنیف ہے اس میں درمیان کتاب مختلف مقامات میں مولانا محمد الیاسؒ کی ہدایات جمع ہیں۔

(۴) جناب افتخار فریدی صاحب کا جمع کردہ مجموعہ جس میں انہوں نے ان تمام ملفوظات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے، جو کسی بھی شکل میں ان کو معتبر ذرائع سے دستیاب ہو سکے۔

(۵) مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلویؒ کی کتاب ''اسلام کا تبلیغی واصلاحی نظام'' جس کے مقدمہ میں مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

> ''حضرت مولانا محمد احتشام الحسن کاندھلوی نے شروع سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ساتھ تعاون کیا، انہوں نے مولانا

محمد الیاس صاحبؒ کا ساتھ دیا، وہ ایک اچھے عالم ومصنف بھی تھے، ان کی کتابیں شائع بھی ہوئی ہیں، جن میں بعض اہم کتابیں خود مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی لکھائی ہوئی ہیں، ان کے مسودات میں ایک اہم مسودہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے شروع کردہ اسی دعوتی کام کے متعلق بھی نکل آیا کہ اس کا آغاز کیسے ہوا، اوراس کی ارتقائی منزلیں کیا رہیں، اور اس کا نقشہ اور اصول کیسے مرتب ہوئے، اس اعتبار سے ان کا یہ مسودہ بڑی اہمیت کا حامل ثابت ہوا۔

یہ کتاب ایک دستاویز کی شکل رکھتی ہے، اوراس سے کام کا اولین نقشہ سامنے آتا ہے، یہ اس کام کے سلسلہ میں رہنما اور مرجع کی حیثیت بھی رکھتے ہیں، اس سے کام کو اس کے صحیح لائینوں پر قائم رکھنے میں رہنمائی ملتی ہے............اس سے اہل علم کو اور دعوت وتبلیغ کے کام کرنے والوں کو مفید رہنمائی حاصل ہوگی''۔(اسلام کا تبلیغی واصلاحی نظام ص:۹)

اس اہم کتاب سے بھی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ہدایات اخذ کی گئی ہیں۔

احقر کے پیش نظر یہ پانچوں مجموعے ہیں جن میں حضرتؒ کی مختلف ہدایتیں منتشر طور پر موجود ہیں، احقر نے سہولت وآسانی کے لیے یہ کام کیا کہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی ہدایتوں اور تعلیمات کو اس انداز سے مرتب کیا جس سے استفادہ اور نصیحت حاصل کرنا آسان ہوجائے، مثلاً اس دعوت وتبلیغ کی اہمیت، غرض وغایت اور موضوع سے متعلق حضرت کے جتنے ارشادات اوراس سلسلہ کی جتنی تعلیمات تھیں سب ایک ساتھ کردیں، اوران میں صرف عنوانات کا اضافہ احقر نے اپنی طرف سے کیا باقی حضرتؒ کی عبارت کو آپ ہی کے الفاظ میں من وعن باقی رکھا، اور مثلاً دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب اور کام کرنے والوں کے لیے ضروری ہدایات ونصائح، اس سلسلہ کے جتنے ارشادات تھے وہ سب یکجا کردیئے، اسی طرح علماء ومشائخ اور مدارس ومکاتب کے تعلق

سے آپ نے اپنے کام کرنے والوں کو جو ہدایتیں دیں وہ بھی ایک ساتھ کردیں، نیز رؤساء و اغنیاء کے لیے آپ کی جو خصوصی ہدایات تھیں وہ علیحدہ مرتب کردیں، اسی طرح تصوف وتزکیہ اور مشائخ سے متعلق آپ کی جتنی ہدایات تھیں ان کو بھی یکجا اور مرتب کردیا اور ساتھ ہی ان میں عناوین کا اضافہ کردیا۔

نیز بہت سے کام جو آپ کرنا چاہتے تھے لیکن آپ کی زندگی میں اس کا موقع نہ آسکا، اسی طرح بہت سے پرانے کام کرنے والوں کو جن خاص کاموں کی طرف آپ نے توجہ دلائی کہ اب ان کاموں کو بھی کرنا ہے اس نوع کی ساری باتوں کو بھی علیحدہ مرتب و یکجا کردیا۔

انتخاب وترتیب کا اسی نوعیت کا کام احقر اس سے قبل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے افادات پر بھی کر چکا ہے جس کی تقریباً سو عدد تک کتابیں مختلف موضوعات سے متعلق مرتب ہو چکی ہیں، اور ہند و پاک میں برابر ان کی اشاعت ہو رہی ہے، الحمد للہ اکابر علماء ہند مولانا سید ابو الحسن علی ندوی، مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ، مولانا شاہ ابرار الحق صاحب وغیرہم نے بنظر استحسان اس کو دیکھا اور اس کام پر اعتماد اور خوشی کا اظہار کیا، شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم نے احقر سے فرمایا کہ اللہ نے حسن ترتیب سے کام کرنے کا اچھا سلیقہ تم کو دیا ہے، میرے پچاس سالہ علمی خطوط کے جوابات ہیں، ان کی بھی ترتیب دے دو، الحمد للہ اللہ ہی کی توفیق سے یہ کام بھی پورا ہوا، جو نوادر الحدیث اور نوادر الفقہ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

اسی نہج پر شدید ضرورت کی بنا پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے افادات، ملفوظات مکتوبات پر اللہ کی توفیق سے انتخاب وترتیب کا یہ کام بھی ہے، جو آپ کے سامنے ہے، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس کو قبول فرمائے اور امت کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔

الحمد للہ پورا کام پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے، جو تقریباً پانچ چھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہوگا، ضخامت سے بچتے ہوئے اور آسانی کے پیش نظر بہتر معلوم ہوا کہ ہر ہر موضوع سے متعلق

علیحدہ علیحدہ رسالہ کی شکل میں شائع کیا جائے یعنی ایک ایک موضوع سے متعلق حضرت کی ہدایات وتعلیمات علیحدہ علیحدہ شائع کی جائیں تاکہ ان کا خریدنا، ساتھ رکھنا، اوراستفادہ کرنا آسان ہولیکن کام کرنے والوں کوحضرت کی ساری ہی ہدایات کوبار بار بغور پڑھنا چاہئے۔

ضرورت وحالات اوراہمیت کے پیش نظر سب سے پہلے اس رسالہ کوشائع کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں جس میں دعوت وتبلیغ سے لگے ہوئے حضرات کے لیے حضرت کی خصوصی ہدایات ہیں کہ کارکنان تبلیغ ان کاموں کی طرف خصوصی توجہ دیں، اس کے بعد انشاءاللہ دوسرے رسالے شائع کئے جائیں گے۔

حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے بہت سے ملفوظات وارشادات ایسے ہیں جونہایت مختصرومجمل محتاج تشریح وتوضیح ہیں، ان کے نقل کرنے میں احقر کوتردد رہا کہ ان کواگر نقل کیا جائے توخاص طبقہ کے علاوہ ان مغلق ،مبہم ومختصر جملوں کا مطلب کوئی نہ سمجھ سکے گا، نیز بہت سے آپ کے ارشادات اصولی اورکلی انداز میں علمی وعربی اصطلاحات کے مطابق تھے، جوغیر علماء کی فہم سے بالاتر تھے، اگران ملفوظات کوحذف کردیا جاتا تو بہت سی ہدایات اوررہنمائیوں سے محرومی ہوجاتی، اس لیے اس کے علاوہ اس کی کوئی شکل نہ تھی کہ حضرتؒ کے ایسے ارشادات کوبھی حضرت ہی کے الفاظ میں من وعن باقی رکھا جائے، اور فائدہ کے تحت علیحدہ سے مستقلاً اس کی تشریح وتوضیح کردی جائے، چنانچہ بکثرت ملفوظات میں بڑوں سے مشورہ کے بعد احقر نے ایسا ہی کیا ہے تاکہ پوری بات سمجھ میں آسکے، اگرچہ ان فوائد وتشریحات کے لکھنے میں احقر کواپنی نااہلی اورکم علمی کی وجہ سے تردد رہا کہ مجھ سے کہیں غلط ترجمانی اورنامناسب تشریح نہ ہوجائے لیکن اکابر کے حسن ظن اوران کے اعتماد وایماء کی بنا پر توکلاً علی اللہ اس کام کوکیا، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب نے اس کی تائید فرمائی، اوراس سے قبل حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحبؒ باندوی، حضرت مولانا شاہ ابرارالحقؒ، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ بھی اسی نوع

کے علمی واصلاحی کاموں کے تعلق سے اعتماد ظاہر فرما چکے ہیں۔

اس لیے اپنی نا اہلی کے باوجود اکابر کے حسن ظن اور اعتماد کی بنا پر احقر نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے ارشادات پر حواشی اور فوائد کا اضافہ جہاں ضرورت سمجھی کیا ہے، جس میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ حضرتؒ کی مراد ومقصود سے ہٹ کر کوئی بات نہ عرض کروں، نیز محتاج تاویل وتوجیہ ارشادات کی اصول کی روشنی میں توجیہ وتاویل کروں، مجمل ومبہم ملفوظات کی اس انداز سے تشریح کروں کہ کوئی بات اہل سنت والجماعت کے مسلک سے ہٹ کر نہ ہواور حضرت کے فرمان کا مطلب پوری طرح سمجھ میں آ جائے۔

اب یہ مجموعہ اور امانت آپ کی خدمت میں ہے اگر مجھ سے اس میں کوئی غلطی ہوئی ہو، اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے، قارئین کرام سے گذارش ہے کہ کوئی غلط بات سمجھ میں آئے تو مجھے مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ اس کی اصلاح کی جا سکے۔

احقر کے بس میں جو تھا وہ اللہ کی توفیق سے کیا آگے دوسرے حضرات سے گذارش ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ان ہدایات وتعلیمات کو عمومی انداز میں مختلف زبانوں میں شائع کرا کر کام کرنے والوں کے ہاتھوں میں پہنچائیں کہ جس طرح دعوت وتبلیغ کا یہ کام عام ہو گیا ہے اسی طرح آپ کی یہ ہدایات (جو کتاب وسنت کے مطابق ہیں) یہ بھی عام ہو جائیں۔

کام کرنے والے تمام حضرات سے گذارش ہے کہ ان ہدایات وتعلیمات کے مطابق ہی کام کریں تا کہ یہ کام صدیوں تک اعتدال سے چلتا رہے اور افراط وتفریط اور غلو سے محفوظ رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو قبول فرمائے اور پوری امت اور پوری انسانیت کے لیے نافع اور ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین۔

محمد زید مظاہری، ندوی

استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ۶ر شوال ۱۴۳۵ھ

کارکنانِ تبلیغ کے لیے
مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی
مفید باتیں اور اہم ہدایات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الأنبیاء
والمرسلین محمد وعلی اٰلہ وأصحابہ أجمعین

باب (۱)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے مکاتیب وارشادات اور مشوروں کی اہمیت

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

مشائخ وبزرگانِ دین اور علماء ومصلحین کے مکاتیب ورسائل کے مجموعے قدیم زمانہ سے پائے جاتے ہیں، یہ خطوط ان کے دلی جذبات اور اصلی خیالات کا آئینہ ہوتے ہیں، اور بعض اوقات یہ مجموعے ان کے صحیح حالات وخیالات اور ان کی دعوت وتحریک کے اصلی محرکات معلوم کرنے کا ان کی سوانح وسیر کے مقابلہ میں زیادہ مستند ذریعہ سمجھے جاتے ہیں، اس لئے کہ سوانح اور سیرتیں دوسرے اشخاص کی مرتب کی ہوئی ہوتی ہیں اور ان میں ان کے مصنّفین کے ذوق ورجحان کا اچھا خاصا دخل ہوتا ہے، کم ازکم ترجمانی اور استنباط تمام تر مصنفین کی طرف سے ہوتا ہے، اور اپنے ذوق ورجحان سے بالکل آزاد اور مجرد ہونا نہایت مشکل بات ہے۔

میرے برادر محترم مولوی حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحبؒ نے (مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے) ان سب خطوط کو ایک مجموعہ مین جمع کروادیا، جمع ہونے کے بعد معلوم

ہوا کہ نہ صرف دعوت کے اصول وآداب اوراس کی روح وضوابط کے لحاظ سے بلکہ اپنے بلند مضامین اوردینی حقائق کے لحاظ سے بھی یہ گرانقدر ذخیرہ ہے۔

طویل تذبذب اورکش مکش کے بعد یہ خیال ہوا کہ اس مجموعہ کی اشاعت ان اصحاب کے لئے بڑی مفیداور باعث تقویت ہوگی جودعوت کے کام میں مشغول ہیں،اور اس سے مناسبت رکھتے ہیں،ان خطوط سے ان کی ہمتیں بلند ہوں گی،ان کی نگاہوں میں دعوت کی قیمت واہمیت بڑھے گی،اس کا صحیح موضوع اورمقصد معلوم ہوگا،بہت سی غلطیوں اورکوتاہیوں پرتنبّہ ہوگا،اوراس کے بہت سے اصول وآداب معلوم ہوں گے،بہت ممکن ہے کہ اس کی اشاعت کسی اہل کے لئے عمل کا محرک یااس کی تقویت کا باعث بن جائے، اوراسطرح کسی نااہل کی بےعملی اورپست ہمتی کا کفارہ اورجبر نقصان ہوجائے۔

ابوالحسن علی

لکھنؤ ۱۳؍صفر ۱۳۷۲ھ

(ماخوذ ازمقدمہ مکاتیب حضرت مولانا شاہ محمد الیاسؒ،ص۳،مطبوعہ دہلی)

تبلیغی امور سے متعلق مشورہ کے ذریعہ مشکلات کا حل اور سوالات کے جوابات دینے کا خاص اہتمام

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

(حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی) تاکید تھی کہ روزانہ صبح کی نماز کے بعد آئی ہوئی تبلیغی ڈاک مجمع کو سنائی جائے،حاضرین سے جواب کے لئے مشورہ لیا جائے،وہ مسائل وحالات جوخطوط میں درج ہیں حاضرین کے سامنے پیش کئے جائیں اوران پر ان سے مشورہ لیا جائے،ڈاک پیش کرنے سے پہلے ایک مختصر تقریر کرنی ہوتی تھی کہ یہ ڈاک اس لئے آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہے تاکہ آپ ان حالات ومسائل پرغور

کریں، اور دینی باتوں پر غور کرنے کی عادت ڈالیں۔

ان خطوط میں اکثر وہ باتیں ہوتیں جن پر دہلی ومیوات کے تجربہ کار مبلغین کے مشورہ کی ضرورت ہوتی، اوران کی باہمی گفتگواور تبادلۂ خیال سے وہ مسائل طے ہوتے، کہیں کام کی مشکلات کا ذکر ہوتا، یہ حضرات اپنے تجربہ سے ان کا حل پیش کرتے، کہیں اپنے طریق کار کی تفصیل ہوتی، اس میں اگر کوئی کوتاہی ہوتی جس کی وجہ سے دقتیں پیش آرہی ہوتیں تو اس پر متنبہ کرتے۔

ابتداء میں یہ خطوط مولانا کی موجودگی میں پیش کیئے جاتے، لیکن عموماً مولانا کو بولنا پڑتا جس سے ضعف وتعب بڑھ جاتا، اس لئے اخیر میں کچھ فاصلہ سے یہ مشورہ ہوتا، یہ خدمت اس عاجز کے سپرد تھی، دن میں کسی وقت حاضری کا موقع ہوتا تو دریافت فرماتے کہ آج ڈاک میں کیا تھا، اور مجمع نے کیا طے کیا؟ غلطیوں کی اصلاح اوراپنی رائے کا اظہار فرماتے، پھر وہ دوسرے روز مجمع کو سنائی جاتیں، اس طرح گویا مولانا اپنے بعد کام کو جاری رکھنے اوراس کا نشیب وفراز سمجھنے کی کوشش کرارہے تھے اور کوئی شک نہیں کہ یہ مشورہ بڑا سبق آموز اور مفید تھا۔

(حضرت مولانا محمد الیاسؒ اوران کی دینی دعوت ص ۱۸۷)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ملفوظات وہدایات اورآپ کے مشوروں کی اہمیت، علماء واکابرین امت کی نظر میں

جناب مولانا افتخار فریدی صاحبؒ جو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ارشادات ومکتوبات کے مرتب وجامع ہیں، تحریر فرماتے ہیں:

مختلف حضرات کے لکھے ہوئے ملفوظات جو مہیا ہوسکے اس کتاب میں شائع کیئے جارہے ہیں......

(۱) شیخ التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ بھی ان ملفوظات کے لئے فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بھی ان کی ضرورت ہے۔

(۲) حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ مدظلہ نے بھی اس کی تاکید فرمائی کہ حضرت کے ملفوظات کا مذاکرہ کام کرنے والے کرتے رہیں، چنانچہ حضرت کی خدمت میں مسودہ کی فوٹو اسٹیٹ کاپی مدینہ منورہ بھیجی گئی جس کو حضرت نے بہت پسند فرمایا اور روزانہ عصر کی مجلس میں اس کو سنایا گیا۔

(۳) حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ نے ان ملفوظات کو دیکھ کر خود ارشاد فرمایا کہ:

ہمارے خطوط بھی اس کے ساتھ شائع کر دئے جائیں، بہت اچھا رہے گا۔

(مقدمہ ارشادات ومکتوبات ص ۷)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے تبلیغی ارشادات کی اہمیت خود آپ کی نگاہوں میں

حضرت مولانا محمد الیاسؒ صاحب نے ارشاد فرمایا......

ہمارے اس کام کو سمجھنے اور سیکھنے کے لئے صحیح ترتیب یہ ہے کہ پہلے یہاں آکر چندروز قیام کیا جائے اور یہاں کے رہنے والوں (تبلیغ کے پرانے کارکنوں) سے باتیں کی جائیں اور صرف میری ملاقات اور مجھ سے ہی باتیں کرنے کے درپے نہ ہوا جائے۔

ہاں جس وقت میں خود کچھ کہوں اس کو سن لیا جائے، اور یہاں کے اِردگرد کام کرنے کے لئے بھی نکلا جائے، یعنی روزمرہ کے گشت میں شرکت کی جائے، پھر کچھ دنوں کے لئے میوات جا کر کام کی مشق کی جائے، اس کے بعد اپنی جگہ پر جا کر کام کیا جائے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۵ ملفوظ نمبر ۱۰۳)

مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے اخیر عمر کے ملفوظات

وارشادات کی اہمیت

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ جنھوں نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی آخری عمر میں کافی وقت گذارا، اور حضرت کی باتوں کو اچھی طرح سمجھ کر تبلیغی کارکنوں تک پہنچایا اور خود حضرت مولانا محمد الیاس صاحب جن پر پورا اعتماد فرماتے تھے وہ تحریر فرماتے ہیں:

ایک دن میں آنے والے مہمانوں کے ساتھ گفتگو میں مشغول رہا، مولانا کی خدمت میں زیادہ نہ بیٹھا، ظہر کے بعد حاضرِ خدمت ہوا تو فرمایا:

''تم کو زیادہ میرے پاس رہنا چاہئے''

عرض کیا کہ آج آنے والوں کا زیادہ ہجوم تھا، میں نے ان کو اپنے پاس رکھا اور تبلیغ پر ان سے باتیں کرتا رہا تا کہ آپ کے پاس زیادہ ہجوم نہ ہو اور آپ کو زیادہ نہ بولنا پڑے، فرمایا:

اس کی بھی یہی صورت تھی کہ تم میرے پاس رہتے، میں تم سے دل کی بات کرتا رہتا، تم دوسروں کو پہنچا دیتے، اس طرح میرے دل کا کانٹا تو نکل جاتا، تم میرے پاس رہو، میری باتوں کو سنتے رہو اور دوسروں کو پہنچاؤ تاکہ مجھے کسی سے خطاب نہ کرنا پڑے، بعضے لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ ہم تجھ کو بولنے نہ دیں گے، مگر جب تک میرے دل کا کانٹا نہ نکل جائے میں کیسے چپ ہو جاؤں، میں ہرگز چپ نہ ہوں گا، چاہے مر جاؤں۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۵۸ ملفوظ نمبر ۵۵)

تبلیغی ذمہ داروں اور امیروں کے لیے
حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ
کی اہم ہدایات

باب (۲)

اپنے کو بڑوں کے مشورہ کا پابند رکھئے اور امت کے بڑوں پر اعتماد کیجئے ورنہ بڑی گمراہیوں کا خطرہ ہے

فرمایا............اس سلسلہ کا ایک اصول یہ ہے کہ آزادروی اور خودرائی نہ ہو، بلکہ اپنے کو ان بڑوں کے مشوروں کا پابند رکھو جن پر دین کے بارے میں ان اکابر مرحومین نے اعتماد ظاہر کیا، جن کا اللہ کے ساتھ خاص تعلق معلوم و مسلم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ کا عام معیار یہی تھا کہ وہ انہی اکابر پر زیادہ اعتماد کرتے تھے جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاص اعتماد فرماتے تھے۔ اور پھر بعد میں وہ حضرات زیادہ قابل اعتماد سمجھے گئے جن پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اعتماد فرمایا تھا، دین میں اعتماد کے لیے بہت تیقظ کے ساتھ انتخاب ضروری ہے، ورنہ بڑی گمراہیوں کا بھی خطرہ ہے۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاسؒ ص: ۱۴۳، ملفوظ نمبر ۱۲۰)

علماء کی نگرانی اور تنبیہ کی ضرورت کا احساس

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

آپ نے (یعنی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے) آخری وقت تک اپنی طرف سے اطمینان نہیں کیا، اور نفس کے محاسبہ اور نگرانی سے غافل نہیں ہوئے، بلکہ جس

قدر لوگوں کا رجوع بڑھتا رہا اپنی طرف سے زیادہ غیر مطمئن اور خائف ہوتے گئے، اور احتسابِ نفس کا کام بڑھاتے رہے، بعض اوقات اہل حق اور اہل بصیرت کو بڑی لجاجت (وعاجزی) سے اس طرح متوجہ فرماتے کہ:

''وہ آپ پر نظر رکھیں اور اگر کہیں عجب و کبر کا شائبہ نظر آئے تو متنبہ کریں''۔

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ و مولانا حافظ عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''عزیز محترم حضرت شیخ الحدیث و حضرت المحترم جناب ناظم صاحب

دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ کام اتنا وسیع ہوگیا ہے کہ اب اس کی روزافزوں ترقی ومقبولیت کو دیکھ کر میں اپنے نفس سے بالکل مامون نہیں ہوں کہ وہ کہیں عجب وکبر میں مبتلا نہ ہوجائے، لہٰذا آپ جیسے اہل حق کی نگرانی کا میں سخت محتاج ہوں، اور اپنی نگرانی کا آپ حضرات مجھے ہر وقت محتاج خیال کریں کہ اس میں کی خیر پر مجھے جمنے کی تاکید فرمادیں اور اس میں کی شر سے مجھے جھنجھلاہٹ سے منع کردیں''۔ (دینی دعوت ص:۲۵۷)

لکھنؤ کے قیام میں ایک دوست کے یہاں عصر کے وقت چائے کی دعوت تھی، پاس کوئی مسجد نہ تھی، ان کی کوٹھی ہی میں نماز باجماعت کا سامان ہوا، خود کھڑے ہوکر اذان دی، نماز پڑھائی، نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف رُخ کرکے فرمایا:

''بھائیو! میں ایک ابتلاء (آزمائش) میں گرفتار ہوں، دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے نکالے، جب سے میں یہ دعوت لے کر کھڑا ہوا ہوں، لوگ مجھ سے محبت کرنے لگے ہیں، مجھے یہ خطرہ ہونے لگا ہے کہ مجھ میں اعجاب نفس (اور تکبر) نہ پیدا ہوجائے، میں بھی اپنے کو بزرگ نہ

سمجھنے لگوں، میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اس ابتلاء سے بسلامت نکال لے، آپ بھی میرے حق میں دعا فرمائیں''۔

(دینی دعوت ص:۲۵۸)

میرے اعمال کی نگرانی کرو، میں غلطی کروں تو مجھے ٹوکو

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا:

میری حیثیت ایک عالم مؤمن سے اُونچی نہ سمجھی جائے، صرف میرے کہنے پر عمل کرنا بد دینی ہے، میں جو کچھ کہوں اُس کو کتاب وسنت پر پیش کرکے اور خود غور وفکر کرکے اپنی ذمہ داری پر عمل کرو، میں تو بس مشورہ دیتا ہوں۔

فرمایا...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سے کہا کرتے تھے کہ!

''تم نے میرے سر بہت بڑی ذمہ داری ڈال دی ہے، تم سب میرے اعمال کی نگرانی کیا کرو''۔

میری بھی اپنے دوستوں سے بڑے اصرار اور الحاح سے یہ درخواست ہے کہ:

وہ میری نگرانی کریں، جہاں غلطی کروں وہاں ٹوکیں اور میرے رشد وسداد کے لیے دُعائیں بھی کریں۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۱۶۹، ملفوظ:۲۱۰)

میرے احوال پر نظر رکھئے اور ٹوکنے کی بات پر ٹوکئے

بعض خدام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت معاذؓ سے فرماتے تھے کہ ''میں تمہاری نگرانی سے مستغنی نہیں ہوں''۔

میں بھی آپ لوگوں سے یہی کہتا ہوں کہ میرے احوال پر نظر رکھئے، اور جو بات ٹوکنے کی ہو، اس پر ٹوکئے!۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحب ص:۱۴۴، ملفوظ ۱۶۶)

وقت کے مشائخ اور بزرگوں سے نیازمندانہ تعلق رکھنے کا فائدہ

فرمایا......اس دینی کام (تبلیغ دین اور اصلاح امت کی عوامی تحریک) کی طرف مجھے متوجہ کرنا اللہ تعالیٰ کی ایک خاص تائید ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے کچھ ایسی خصوصیات حاصل تھیں کہ جن بعض اکابر کو میرے اس کام کے متعلق پوری معلومات نہ ہونے کی وجہ سے کبھی کچھ شکوک بھی ہوئے تو انہوں نے بھی میری وجہ سے سکوت اختیار کیا اور اپنے اختلاف رائے کو ظاہر نہیں فرمایا، میری وہ خصوصیات یہ ہیں:

ایک تو یہ کہ میری نیازمندی کا تعلق اپنے زمانہ کے سب ہی بزرگوں سے رہا اور الحمدللہ سب کی عنایات اور سب کا اعتماد مجھے حاصل رہا۔

دوسرے یہ کہ میرے والد ماجد ایک عالی مرتبہ اور متفق علیہ بزرگ تھے اور باہم بہت سے اختلافات رکھنے والے اہل دین کے مختلف طبقے اُن پر متفق تھے۔

تیسرے یہ کہ میرا خاندان ایک خاص اثر اور عزت و وجاہت رکھنے والا خاندان تھا۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبص:۱۲۳، ملفوظ:۱۶۲)

علماء و مشائخ کی قدردانی اور احسان شناسی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ عمر میں چھوٹے، رشتہ میں بھتیجے اور آپ کے (یعنی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے) شاگرد بھی ہیں، ان کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''گرامی نامہ موجب مسرت وعزت ہوا، آنعزیز کی تشریف آوری کا بے حد اشتیاق ہے، اگر بقول آپ کے میں حضرت ہوں تو آپ ماشاءاللہ حضرت گر ہیں۔

مجھ نکمّے اور ناکارہ کو کون پوچھتا، اگر آپ کی توجہ اور کرم نہ ہوتا، حضرت (مولانا

خلیل احمد صاحبؒ) کے بعد سب سے پہلے آپ ہی نے الطاف واکرام فرمایا، یا پھر شیخ جی نے اظہار تعلق کیا، اور یہ سب آپ ہی حضرات کا طفیل ہے۔

آپ کی تشریف آوری کا جس قدر اشتیاق ہے اسی قدر خیال ہے کہ سامنے ہونے سے میری گندگیاں اور ظاہر ہوں گی، مگر اسی امید پر جی چاہتا ہے کہ آپ جیسوں کی مجالست اور ہم نشینی سے شاید اپنی بھی کچھ اصلاح ہو جائے۔

رمضان المبارک کی دل بستگی اور اس پاک ماہ کی برکات وانوارات سے استفاضہ اہل دل کو مبارک ہو......ہم جیسے ضعفاء کا کچھ حال نہ پوچھو، بس جوانانِ تیز رفتار کی دعاء و ہمتوں سے حق تعالیٰ شانہ اس ضعیف و مسکین کا بھی بیڑہ پار فرمائیں۔

(مولانا محمد الیاس صاحب کی دینی دعوت ص:۲۵۶)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی قربانی کی قدردانی اور ان کی تصانیف کی اہمیت، دعائیہ کلمات اور خیر کی پیشین گوئی

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

میرے عزیز! اس تبلیغ کے بوجھ کو بھاری سمجھتے ہوئے بطور اضطرار آپ کی خدمت میں دعا اور ہمت کا سائل ہو کر یہ خط لکھ رہا ہوں۔

میرے عزیز! اس میں شک نہیں ہے کہ آپ کی ہر طرح کی ہمت اور ہر طرح کی شرکت اس کے فروغ کا سبب ہے، تمہاری اس ہمت کا اظہار بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ بندۂ ناچیز کو اس تبلیغ کے اصول قرار دینے (اور تجویز کرنے) میں آپ کی صحبت کو بہت زیادہ دخل ہے، حق تعالیٰ مجھے آپ کے شکر کی توفیق بخشے۔

اللہ کو منظور ہوا اور جیسے کہ آثار ہیں یہ تبلیغ فروغ پرستی انشاء اللہ تمہاری تصانیف

اور فیوض ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ عرب وعجم کو سیراب کریں گے، اللہ تعالیٰ تمہیں جزاءِ خیر دے، میری اس میں دعاء سے ضرور مدد کیجئو، اور میں بھی دعا کرتا ہوں۔

(مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دینی دعوت ص: ۲۷۰)

سارے کام کے ساتھ اپنی فکر اور اپنے اوپر خطرہ

فرمایا...... مجھے اپنے اوپر استدراج (یعنی اللہ کی طرف سے ڈھیل) کا خوف ہے (جامع ملفوظات فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا کہ یہ خوف عین ایمان ہے (امام حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ اپنے اوپر نفاق کا خوف مومن ہی کو ہوتا ہے) مگر جوانی میں خوف کا غلبہ اچھا ہے، اور بڑھاپے میں حسن ظن باللہ اور رجاء کا غلبہ اچھا ہے، فرمایا ہاں صحیح ہے۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص: ۶۳-۶۵)

اپنی تہی دستی اور بے بضاعتی کا یقین ہی کامیابی ہے

فرمایا: اپنی تہی دستی کا یقین ہی کامیابی ہے، کوئی بھی اپنے عمل سے کامیاب نہ ہوگا محض اللہ کے فضل سے کامیاب ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لن يدخل الجنة أحد بعمله قالوا: ولا أنت يا رسول الله؟ قال: ولا أنا الا أن يتغمدني الله برحمته۔

(جامع الاصول حدیث: ۸۹۔۲۱۲/۱، جمع الفوائد ۱۰۰/۱، حدیث: ۱۴۵، بالفاظ مختلفہ)

حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے نہ جائے گا، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بھی؟ فرمایا ہاں میں اپنے عمل کی وجہ سے نہیں اللہ کے فضل ورحمت سے جاؤں گا۔

یہ حدیث پڑھ کر مولانا خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رُلایا۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص: ۶۰، ملفوظ نمبر: ۵۹)

دعوے کا کلمہ نکل جانے سے توبہ واستغفار

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی کسر نفسی وتواضع اور اپنی فکر

جامع ملفوظات مولانا محمد منظور صاحبؒ نقل فرماتے ہیں:

جو لوگ دین دار اور دین داں ہونے کے باوجود دین کے فروغ کے لیے اور امت کی اصلاح کے لیے وہ جد وجہد نہیں کر رہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا تقاضہ ہے ان کے بارے میں ایک روز حضرت کی زبان سے نکل گیا کہ:

''ان لوگوں پر بڑا رحم آتا ہے''۔

اس کے بعد دیر تک اور مسلسل استغفار فرماتے رہے، پھر اس عاجز سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

''میں نے یہ استغفار اس پر کیا ہے کہ میری زبان سے یہ دعوے کا کلمہ نکل گیا تھا کہ ''مجھے ان لوگوں پر رحم آتا ہے''۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحب ۱۶۷، ملفوظ نمبر: ۲۰۶)

اللہ والوں کے سوچنے کا انداز

جو میواتی خدام حضرت کو اس وقت وضو کرا رہے تھے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پھر اس عاجز سے ارشاد فرمایا:

''میں ابھی ان لوگوں سے یہ کہہ رہا تھا کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ میری نماز اچھی ہوتی ہے لہٰذا تم مجھے وضو کراتے وقت بیمار کی خدمت کی نیت کے علاوہ یہ نیت بھی کیا کرو کہ:

اے اللہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تیرے اس بندے کی نماز ہم سے اچھی ہوتی ہے تو ہم اس کو اس لیے وضو کراتے ہیں کہ اس کی نماز کے ثواب میں ہمارا حصہ ہو جائے''۔

پھر فرمایا...... یہ میں ان لوگوں کو بتلاتا ہوں لیکن میں خود اگر یہ سمجھنے لگوں کہ میری

نماز ان لوگوں سے اچھی ہوتی ہے تو مردود ہو جاؤں گا، اس لیے میں اپنے اللہ سے یوں دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! تیرے یہ سادہ دل بندے میرے متعلق یہ گمان رکھتے ہیں کہ میری نماز اچھی ہوتی ہے اور اسی لیے یہ بیچارے مجھے وضو کراتے ہیں تو محض اپنے کرم سے ان کے گمان کی لاج رکھ لے اور میری نماز کو قبول فرمالے، اور اس کے ثواب میں اپنے ان بندوں کو بھی حصہ دے۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحب ص:۱۵۶، ملفوظ نمبر:۱۸۷)

تمام تبلیغی کام کرنے والوں اور ذمہ داروں کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی اہم نصیحت

ایک مکتوب میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ دعوت کے تمام ساتھیوں کو نصیحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اپنے نفس کو تجربہ سے ایسا بندہ، ناقص، خودغرض اور کام کا بگاڑ دینے والا دل سے یقین کرے کہ الطاف خداوندی کا قصہ تو کچھ اور ہے یہ موت تک راست ہوتا نظر نہیں آتا، لہٰذا اس میں سے سعی (اور کوشش) کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں دوسروں میں پھیلا دے کہ میرے علاوہ اللہ کے سب بندے جو اپنی ذات سے نیک طینت اور پاک نفس ہیں دین کے جس کام کو کریں گے وہ ظاہر و باطن میں اچھا عمل ہوگا، حق تعالیٰ بقاعدہ ''**الدال علی الخیر کفاعله**'' اپنے الطاف سے ان پاک ہستیوں کی برکت سے مجھے بھی اس سے حصہ عطا فرمادے۔

(مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دینی دعوت ص:۲۰۳)

باب ۳

ہماری تبلیغی تحریک کا مقصد پورے دین کو زندہ کرنا ہے

حضرت مولانا محمد احتشام الحسن صاحب کاندھلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت اقدس (مولانا محمد الیاس صاحبؒ) دین کے محض بعض شعبوں کو نہیں بلکہ پورے دین کو دنیا میں پھیلانا چاہتے تھے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی زندگی کا پورا نقشہ سامنے لانا چاہتے تھے۔ (اسلام کا تبلیغی واصلاحی نظام ص: ۲۰۷)

مولانا محمد منظور صاحبؒ نقل فرماتے ہیں:

ایک صحبت میں فرمایا........... ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو ''**جمیع ماجاء به النبی صلی اللہ علیه وسلم**'' سکھانا (یعنی اسلام کے پورے علمی وعملی نظام کو وابستہ کردینا) یہ تو ہے ہمارا اصل مقصد، رہی یہ قافلوں کی چلت پھرت اور تبلیغی گشت، سو یہ اس مقصد کے لئے ابتدائی ذریعہ ہے، اور کلمہ ونماز کی تلقین وتعلیم گویا ہمارے پورے نصاب کی ''الف، ب، ت'' ہے۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاسؒ ص ۳۲ ملفوظ نمبر ۲۴)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے اپنی اس دعوتی وتبلیغی تحریک کا اصل مقصد اس بات کو قرار دیا ہے کہ ''**جمیع ماجاء به النبی** ﷺ'' یعنی رسول اللہ ﷺ جو کچھ بھی لے کر آئے ہیں مسلمانوں میں ان تمام چیزوں کو زندہ کرنا اور پھیلانا، بس یہی ہماری تبلیغ کا مقصد ہے۔

اب دیکھنا یہ چاہیئے کہ رسول اللہ ﷺ کیا چیز لے کر آئے اور آپ نے امت کو کن

کن چیزوں کی تعلیم دی، سو سمجھ لینا چاہئے کہ آپ جو پیغام لے کر آئے وہ زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے، اس کا تعلق عقائد وعبادات اور معاملات سے بھی ہے اور معاشرت واخلاق اور سیاست وحکومت سے بھی ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد میں سے ہر ایک کے حقوق آپ نے بتائے اور ان کو ادا کرنے کی تاکید فرمائی، اس لئے اس تحریک اور دعوت وتبلیغ کے بنیادی مقاصد میں یہ بات شامل ہے کہ دین کے تمام شعبوں کو زندہ کیا جائے، عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق میں سے ہر ایک کے متعلق حضور پاک ﷺ کا پیغام معلوم کر کے اس پر خود بھی عمل کرے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دے، حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ حقوق العباد میں سے ہر ایک کا حق پہچانے اور اس کو ادا کرے، یہ ہے اس تحریک کا مقصد۔ (مرتب)

جماعتوں کی نقل وحرکت تو کام کی ابتداء ہے

مقاصد کی تکمیل کی شدید ضرورت

فرمایا...... لوگ میری تبلیغ کے برکات دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ کام ہو رہا ہے، حالانکہ کام اور چیز ہے اور برکات اور چیز ہیں، دیکھو! رسول اللہ ﷺ کی ولادت شریفہ ہی سے برکات کا تو ظہور ہونے لگا تھا مگر کام بہت بعد میں شروع ہوا اسی طرح یہاں سمجھو، میں سچ کہتا ہوں کہ ابھی تک اصلی کام شروع نہیں ہوا، جس دن کام شروع ہو جائے گا تو مسلمان سات سو برس پہلے کی حالت کی طرف لوٹ جائیں گے، اور اگر کام شروع نہ ہوا بلکہ اسی طرح رہا جس طرح پر اب تک ہے اور لوگوں نے اس کو منجملہ تحریکات کے ایک تحریک سمجھ لیا اور کام کرنے والے اس راہ میں بچل گئے (یعنی جمود کا شکار ہو گئے اور اسی نقل وحرکت کو جو کہ ہمارے کام کی ابتداء اور الف، با، تا ہے اسی کو اصل مقصد سمجھ کر اسی پر اکتفاء کرنے لگے اور اصل کام جو مقصود ہے اور جو میں چاہتا ہوں جس کی تفصیل آگے آرہی ہے اس

سے غافل ہو گئے) تو جو فتنے صدیوں میں آتے ہیں وہ مہینوں میں آجائیں گے، اس لئے اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ (اللہ تعالیٰ فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے)

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۴۳ ملفوظ نمبر ۳۸)

تبلیغی چلت پھرت صرف طلب دین پیدا کرنے کا ذریعہ ہے آگے تعلیم وتربیت علماء کا کام ہے

فرمایا......علماء سے کہنا ہے کہ ان تبلیغی جماعتوں کی چلت پھرت اور محنت وکوشش سے عوام میں صرف دین کی طلب اور قدر ہی پیدا کی جاسکتی ہے اور ان کو دین سیکھنے پر آمادہ ہی کیا جاسکتا ہے، آگے دین کی تعلیم وتربیت کا کام علماء اور صلحاء کی توجہ فرمائی ہی سے ہوسکتا ہے، اس لئے آپ حضرات کی توجہات کی بڑی ضرورت ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۲۱۲، ملفوظ نمبر ۱۷۰)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنی اس تحریک اور دعوت وتبلیغ کے ذریعہ علماء وعوام کو جوڑنے کی پوری کوشش کی ہے، علماء کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث اور جانشین اور علومِ قرآن وحدیث کے حامل ہیں، امت کی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ نائبین رسول علماء ربانیین سے دینی ربط رکھ کر ان سے استفادہ کریں، اس دعوت وتبلیغ میں لگ کر صرف نکلنا اور وقت گذارنا ہی مقصود نہیں ہے، بلکہ نکلنے کی برکت سے تو محض دین کی طلب اور فکر پیدا ہوگی، دین سیکھنے کی ضرورت کا احساس پیدا ہوگا، باقی پورا دین سیکھنے کے لئے تو اہل علم ہی سے ربط رکھنا پڑے گا کیونکہ تعلیم وتربیت علما ومشائخ ہی کے ذریعہ ہوسکتی ہے، یہی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے فرمان کا حاصل ہے۔

حضرتؒ کے اس قیمتی ارشاد سے واضح طور پر یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ اس دعوت وتبلیغ میں نکلنے اور وقت لگانے سے اصل مقصود دین کی طلب اور اپنی اصلاح وتربیت کی فکر

پیدا کرنا ہے، خود یہ کام اور اس میں نکلنا یہ اصل مقصود نہیں اور یہ کافی بھی نہیں بلکہ یہ کام تو اصل مقصود کا ذریعہ ہے، اصل چیز ہے دینی تعلیم و تربیت، جس کے نتیجہ میں زندگی کے ہر شعبہ میں دین آئے گا اور یہ بات علماء و مشائخ کے واسطے سے ہی ہو سکتی ہے۔

دوسری طرف حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے علماء کرام سے گذارش کی ہے کہ بھائی میں اتنا ہی تو کر سکتا ہوں کہ لوگوں میں میری اس دینی تحریک کے ذریعہ دینی رجحان اور اپنی اصلاح کی فکر اور طلب پیدا ہو جائے، باقی عوام کو لے کر چلنا اور ان کی اصلاح و تربیت کی فکر کرنا اور اس کا نظام تجویز کرنا آپ حضرات ہی کا کام ہے، علماء و صلحاء کی توجہ کے بغیر اصل مقصود میں کامیابی نہیں ہو سکتی، اس لئے علماء حضرات سے گذارش ہے کہ ان بیچارے عوام الناس سے جو تبلیغ سے منسلک ہیں ان کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ فرمائیں اور ایسا نظام العمل اور خاکہ تجویز کریں جو ان کی اصلاح و تربیت کے لئے مفید اور کافی ہو۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے فرمان کے مطابق عوام الناس اہل تبلیغ پر لازم ہے کہ وہ علماء سے ربط رکھ کر اپنی دینی تعلیم و تربیت کا نظام تجویز کریں اور ان سے استفادہ کریں، اور علمائے کرام ان کو دینی فائدہ پہنچائیں، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے بار بار تبلیغی حضرات کو توجہ دلائی ہے کہ علماء سے ربط رکھو، کام علماء ہی سے بنے گا، ان سے وقت لگانے اور جماعت میں نکلنے کو مت کہو، وہ اس سے بڑی دینی خدمت میں لگے ہیں جس کو دوسرے حضرات انجام نہیں دے سکتے، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ شیطان درمیان میں حائل ہو گیا، اس نے عوام کو علماء سے بدگمان کر دیا جس کے نتیجہ میں بجائے رشتہ جڑنے کے ٹوٹنے لگا، اصحاب تبلیغ بس اسی کام کو اصل مقصود سمجھنے لگے اور تعلیم و تربیت سے غافل ہو کر علماء سے مستغنی ہو گئے بلکہ وقت نہ لگانے والے علماء سے دوری اختیار کر کے ان کے فیض سے محروم ہونے لگے۔ **فانا للہ و انا الیہ راجعون ۔**

تبلیغ کا اصل مقصد یہ ہے کہ صنعت وحرفت، زراعت وتجارت اور زندگی کے ہر شعبے کے احکام زندہ ہو جائیں

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

اس بندۂ ناچیز کی نظر کے اندر وہ تبلیغ جس کے لئے آپ کو بھی بلایا تھا اور خود بھی کوشاں ہے اس کا منتہا (اور اصل مقصد اور آخری منزل) دنیا کے مسلمانوں میں صنعت وحرفت، زراعت وتجارت (یعنی مختلف پیشوں، ملازمت اور کھیتی وغیرہ) کو شریعت کے ماتحت اور شریعت کے مطابق کرنا ہے۔

تبلیغ کی ابجد اور الف، ب، ت عبادات سے ہے اور عبادات کے کمالات کے بغیر ہرگز معاشرت اور معاملات تک اسلامی امور کی پابندی نہیں ہوسکتی۔

سو مخلصین کی صحیح اسکیم یہ ہونی چاہئے کہ تبلیغ کی ابجد الف، ب، ت یعنی عبادات کو دنیا میں پھیلانے کی اسکیم شروع کر کے اس کے منتہا پر (یعنی تجارت، معاملات وغیرہ کے مسائل واحکام) پہنچانے کی کوشش میں لگ جائیں، معاملات ومعاشرت اور باہمی اخلاق کی اصلاح ودرستی کے ذریعہ سیاست تامہ تک (یعنی حکومت وسیاست تک) رسائی ہوگی، اس کے سوا کسی جزئیات میں پڑ جانا اپنے سرمایۂ درد کو شیطان کے حوالہ کر دینے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

(حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص ۳۰۸)

فائدہ: ظاہر بات ہے کہ یہ تمام مقاصد زراعت وتجارت وغیرہ کے احکام و مسائل سیکھنا، اور دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرنا علماء سے ربط رکھے اور ان سے رہنمائی حاصل کئے بغیر نہیں پورے ہوسکتے۔ (مرتب)

دعوتی وتبلیغی محنت دین کے تمام شعبوں واداروں کے لئے بمنزلۂ وسیلہ کے اور تمام مقاصد کی تکمیل کا مؤثر ذریعہ ہے

دین کے ادارے اور جتنے بھی ضرورت کے امور ہیں (مثلاً مدارس، مکاتب، خانقاہیں، دارالافتاء، دارالقضاء، مسلم پرسنل لاء وغیرہ) ان سب (دینی امور) کے لئے تبلیغ (صحیح اصول کے ساتھ ملک بہ ملک پھرتے ہوئے کوشش کرنا) بمنزلۂ زمین ہموار کرنے کے ہے، اور بمنزلۂ بارش کے ہے، اور دیگر جتنے بھی امور ہیں وہ اس زمینِ مذہب کے اوپر بمنزلہ باغات کی پرورش کرنے کے ہیں، باغات کے ہزاروں اقسام ہیں، کوئی کھجور کا ہے، کوئی انار کا ہے، کوئی سیبوں کا ہے، کسی میں کیلے ہیں، اور کوئی پھلواریوں کا باغ ہے، باغ ہزاروں چیزوں کے ہوسکتے ہیں لیکن کوئی باغ دو چیزوں کے اندر پوری پوری کوشش کرنے کے بغیر نہیں ہوسکتا، پہلی چیز زمین کا ہموار اور درست ہونا، زمین کے ہموار کرنے میں کوشش کے بغیر، یا زمین میں کوشش کر کے خود ان کو باغات کی مستقل پرورش کئے بغیر کسی طرح باغات پرورش نہیں پاسکتے، سو دین میں (ہماری اس تحریک کے ذریعہ) تبلیغی امور کی کوشش یہ تو زمینِ مذہب ہے، اور سب ادارے باغ ہیں، اب تک زمینِ مذہب ایسی ناہموار اور ہر طرح کی پیداوار اور باغات سے اس قدر نامناسب واقع ہورہی ہے کہ کوئی باغ اس پر نہیں لگتا۔

(حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت ص۲۹۲)

اصل تبلیغ صرف دو امر کی ہے

احکام شرعیہ کی تبلیغ کرنا اور جذبات کا دینی بنانا

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

اس کام کے لیے جب مسلمانوں کی جماعتیں نقل وحرکت میں آجائیں تو ان کے

کام کا نظام کیا ہوگا اور ترکیب کیا ہوگی؟ کس چیز کی اور کتنی کی دعوت دی جائے گی، اس کا جواب مولانا ہی کے الفاظ میں سنئے:

''اصل تبلیغ صرف دوامر کی ہے، باقی اس کی صورت گری اور تشکیل ہے ان دو چیزوں میں ایک مادی (یعنی ظاہری) ہے اور ایک روحانی۔

مادی سے مراد جوارح (اعضاء) سے تعلق رکھنے والی۔

سو وہ تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی باتوں کو پھیلانے کے لئے (خواہ اس کا تعلق عقائد سے ہو، یا عبادات ومعاملات اور معاشرت و اخلاق سے یا زندگی کے اور دوسرے شعبوں سے سارے ہی احکام کو) ملک بہ ملک اور اقلیم بہ اقلیم جماعتیں بنا کر پھرنے کی سنت کو زندہ کر کے فروغ دینا اور پائدار کرنا۔

روحانی سے مراد جذبات کی تبلیغ یعنی حق تعالی کے حکم پر جان دینے کا رواج ڈالنا جس کو اس آیت میں ارشاد فرمایا:

فَلا وَرَبِّکَ لَایُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوکَ فِیْمَاشَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لا یَجِدُوْا فِیْ اَنفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوا تَسْلِیْماً. (پ۵سورۂ نساء)

(ترجمہ) قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کرالیں، پھر آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور پورا پورا تسلیم کرلیں۔

وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّالِیَعْبُدُوْنْ. (پ۲۷سورۂ ذاریٰت)

(ترجمہ) اور میں نے جن وانس کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں''۔

(مولانا محمد الیاسؒ اوران کی دینی دعوت ص ۲۸۷)

تعلیم وتعلّم کی لائن سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ذہن میں ایک خاکہ اور کرنے کا ایک کام

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن ندویؒ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی فکر ونظر کی ترجمانی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اس تعلیم وتعلّم کے کام میں ترقی کی بڑی گنجائش ہے مولانا (محمد الیاس صاحبؒ) اس کو اتنا مکمل اور جامع دیکھنا چاہتے تھے کہ ہر دینی وعلمی سطح کے لوگوں کو اپنی تربیت وترقی کا پورا موقع مل سکے، ان کے ذہن میں اہل علم کے لئے الگ خاکہ تھا جو ان کے مناسب حال اور ان کی سطح کے مطابق ہو۔

ایک گرامی نامہ میں (حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ) تحریر فرماتے ہیں:

اہل علم کیلئے عربیت، صحابہ کرام کے کلام، اعتصام بالکتاب والسنۃ اور نشر دین کی تحریص کے مضامین جمع کرنے کی خصوصی اور بہت اہتمام سے غور کی ضرورت ہے۔

علمی طبقہ کے لئے اس کے تیار ہونے کی بہت شدید ضرورت ہے، اس کے بغیر اس تحریک میں لگنے میں علمی ٹھیس اور نا قابل انجبار شکستگی اور کسر کا قوی خطرہ ہے (یعنی نا قابل تلافی نقصان کا اندیشہ ہے) اور اسی کی خوبی اور کمی پر علمی طبقہ نہوض اور قعود پر مبنی ہے، اس لائن میں بندۂ ناچیز کے دماغ میں کچھ ایسے ایسے خیالات ہیں کہ قبل از وقت ہونے کی بنا پر زبان سے نکالنے کو جی نہیں چاہتا۔

(مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دینی دعوت ص ۳۲۵)

احکام ومسائل کی اہمیت

مسائل کے بغیر اعمال اور اعمال کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا

ارشاد فرمایا: اعمال کے اندر بذریعۂ فضائل ایمان درست ہوتا ہے اور اعمال کو مسائل کے موافق کرنے سے عبادت درست ہوتی ہے، اور نیت سے جو رضاء الٰہی کو لئے ہو، اعمال کامل ہوتے ہیں، ایماناً، احتساباً، اعمال کو درست کرنا۔

ہر موقع کے اعمال کو اللہ کے امروں کے ساتھ کرو، وہ درست اور ٹھیک ہوجائیں گے۔

اللہ کے امروں کو (یعنی احکام) زندہ کرنے میں جان ومال کی پرواہ نکال دو۔

(ص:٧٦، ٧٩، ٨٠)

فائدہ: چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا کوئی بھی عمل ہو اس کا تعلق خواہ عبادات سے ہو یا زندگی کے کسی شعبہ سے ہر عمل کے عنداللہ مقبول ہونے کی دو شرطیں ہیں، ایک تو یہ کہ وہ عمل اخلاص کے ساتھ، یعنی اللہ کی رضا کے لیے ہو، دوسری اہم شرط یہ ہے کہ وہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق اور شریعت کے موافق ہو، شریعت کے موافق ہونے کا مطلب یہی ہے کہ وہ اللہ کے اوامر یعنی احکام ومسائل اور فتوے کے مطابق ہو اس کے بغیر نہ وہ عمل درست ہوگا، نہ ہی عنداللہ مقبول ہوگا، اخلاص ہو لیکن عمل سنت کے مطابق نہ ہو، یا عمل تو مسئلہ کے موافق ہے لیکن اخلاص سے خالی ہو، دونوں صورتوں میں عمل مقبول نہ ہوگا، مقبول عمل کے لئے دونوں شرطیں ضروری ہیں، یعنی اخلاص اور عمل کا مسئلہ کے موافق ہونا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے تمام تبلیغی احباب کو اسی بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اوامر واحکام کو سیکھو، مسائل کے بغیر اعمال درست نہیں ہوتے، اور اعمال کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوسکتا اس لئے ایمان کو کامل بنانے کے لئے اعمال صالحہ کا اختیار

کرنا، اور اعمال صالحہ کو درست کرنے کے لئے بقدرِضرورت احکام ومسائل کا سیکھنا ضروری اور فرض عین ہے۔

فضائل مسائل کا زینہ ہیں، ضرورت دونوں کی ہے

فضائل بمنزلۂ وسائل اور مسائل بمنزلۂ مقاصد کے ہیں

فرمایا......فضائل کا درجہ مسائل سے پہلے ہے، فضائل سے اعمال کے اجر پر یقین ہوتا ہے جو ایمان کا مقام ہے، اوراسی سے آدمی عمل کے لئے آمادہ ہوتا ہے مسائل معلوم کرنے کی ضرورت کا احساس تو تب ہی ہوگا جب وہ عمل پر تیار ہوگا، اس لئے ہمارے نزدیک فضائل کی اہمیت زیادہ ہے۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۶۴ ملفوظ نمبر ۲۰۱)

احکام ومسائل کی تبلیغ اور اصلاح رسومات وتقسیم میراث بھی ہمارے کام کی ترتیب میں شامل ہے

فرمایا......بعض حضرات کو ہماری اس دعوتِ ایمان کی گہرائیاں معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس سے لگاؤ نہیں ہے، اوراس کے بجائے دین کے بعض ان احکام ومسائل کی ترویج کی کوشش کو زیادہ اہم سمجھتے ہیں جن میں مسلمانوں سے کوتاہیاں ہورہی ہیں، مثلاً ......صاحب اوران کے اہل حلقہ کی نظر میں خاص طور سے شریعت کے فلاں فلاں خاص احکام کی ترویج اور رسوم بد کی اصلاح بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے، تو ایسے حضرات کے ساتھ طریقۂ عمل یہ ہونا چاہئے کہ میوات میں ان احکام ومسائل کی کوشش اوراصلاح رسوم کی سعی کے واسطے ہی ان کو اٹھایا جائے۔

ابھی تک میوات میں ترکہ کی تقسیم کے بارے میں بھی بڑی کوتاہی ہے، شریعت کے مطابق ترکہ تقسیم کرنے کا رواج بہت کم ہوسکا ہے، ایسی ہی اور بھی بہت سی بری رسمیں

ابھی رائج ہیں مثلاً ابھی تک گوتھ میں شادی کرنے کا رواج نہیں ہوا ہے۔

تو......صاحب اور ان کے متبعین کو میوات میں ان ہی احکام کے پھیلانے کے واسطے اٹھایا جائے اور ان کو یہ بتلایا جائے کہ یہ میواتی لوگ اس تبلیغی دعوت سے ایک درجہ میں مانوس ہو چکے ہیں، پس اگر آپ ان کے اس تبلیغی کام کی تھوڑی سی بھی سرپرستی فرمائیں گے تو پھر انشاء اللہ آپ کے ان مخصوص اصلاحی مقاصد اور اصلاح رسوم کے کام میں ان سے آپ کو بہت مدد ملے گی اور ان کے ذریعہ آپ میوات میں ان احکام و مسائل کی ترویج اور رسومات جاہلیت کی اصلاح کا کام آسانی سے کرسکیں گے۔

اس طرح ان حضرات کو تمہاری تبلیغی مہم کی گہرائیوں اور وسعتوں کو سمجھنے اور اس کے اثرات ونتائج کا مشاہدہ کرنے کا بھی موقع مل جائے گا، اور پھر انشاء اللہ ان کو اس طرف بھی توجہ ہو جائے گی۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۸۳ ملفوظ نمبر ۹۸)

اس کی کوشش کیجئے کہ ہمارے کاروبار، قوم کی پنچایتیں اور فیصلے نکاح وغیرہ سب شرع کے موافق ہوں

مسائل اور احکام شرعیہ کی بے وقعتی سے ایمان جاتا رہتا ہے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

زیادہ زور اس امر پر دیا جائے کہ قوم اپنی پنچایتیں اور اپنے سب کاروبار اور سب فیصلہ شریعت کے موافق کرنے ہی کو اسلام سمجھیں، ورنہ اسلام نہایت ناقص ہے بلکہ بسا اوقات احکام شرعیہ کی بے وقعتی اور بے رخی اور توہین کی بدولت اسلام جاتا رہتا ہے، اور یقیناً کفر ہو جاتا ہے۔ (مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دینی دعوت ص ۲۴۱)

فائدہ: حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تمام تبلیغی احباب اور تبلیغ

سے منسلک حضرات کو نہایت اہم کام کی طرف توجہ دلائی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دعوت وتبلیغ کی مروجہ شکل کو اختیار کر کے صرف اسی پر اکتفاء اور بس نہ کریں، یہ تو اصل کام کا ذریعہ ہے، اس کام کے ذریعہ تو طلب اور پیاس پیدا ہوگی، اب آگے کرنے اور زندگی میں لانے، زندہ کرنے اور رواج دینے کے کام یہ ہیں کہ ہمارے سارے معاملات، تجارت، کاروبار، کھیتی، باغبانی، شادی بیاہ وغیرہ سارے معاملات شریعت کے مطابق ہونے لگیں، اس کے لئے ضروری ہوگا کہ تاجر، کاشتکار، باغ والے، ملازم پیشہ حضرات علماء کی طرف رجوع کر کے اس سلسلہ کے شرعی احکام اور مسائل معلوم کریں، یا خود معتبر کتابوں کا مطالعہ کریں یا علماء ومفتیوں سے ربط رکھ کر ان احکام ومسائل کے سیکھنے کا نظم بنائیں، اس کام کے لئے علیحدہ سے وقت مقرر کریں، الغرض جو بھی صورت اختیار کریں، ہماری پوری معاشرت، خوشی، غمی اور ہمارے تمام معاملات شرع کے مطابق ہونے چاہیئے، بعض علاقوں میں باغ والے حضرات آج کل کثرت سے ناجائز معاملات میں مبتلاء ہیں، اوران کو اس کا علم بھی نہیں۔

اسی طرح حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے فرمان کے مطابق ہمارے تمام نزاعی معاملات، قومی پنچایتیں، جو عموماً ہر ماحول اور ہر خاندان میں پیش آتے رہتے ہیں ان کو اسلامی قانون کے مطابق اسلامی عدالت اور دارالافتاء کے واسطے سے حل کرائیں، اور اس سلسلہ میں معتبر قاضیوں اور مفتیوں کی خدمات حاصل کریں، اور ان کے ذریعہ ہی مسائل سلجھانے کی کوشش کریں اور جن علماء اور قاضیوں اور مفتیوں کی خدمات حاصل کی جائیں وہ بھی بشر ہیں دنیا میں رہتے ہیں ان کی ضروریات اور بشری حاجتیں ان کے ساتھ بھی لگی ہوئی ہیں ان کی ضروریات سے بھی غافل نہ ہوں، علماء کی خدمات حاصل کئے بغیر امت ان کاموں کو انجام نہیں دے سکتی۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمارہے ہیں ان کاموں کی اہمیت سمجھو! یہ سب اتنے ضروری کام ہیں کہ ان کے بغیر ہمارا اسلام ہی ناقص ہوگا بلکہ اگر ان اعمال اور اس

نوع کے احکام ومسائل کی بے وقعتی دل میں آ گئی اور توہین واستخفاف والی باتیں ہماری زبان پر آ گئیں، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمارہے ہیں کہ ایسے لوگوں کے لئے خطرہ ہے کہ کہ ان کا ایمان ہی جاتا رہے، اور وہ کفر سے جاملیں، خطرہ ہے کہ ان کا خاتمہ ایمان پر نہ ہو، اللہ حفاظت فرمائے۔ (مرتب)

تبلیغی احباب اب شرع کے مطابق میراث کارواج دینے کی کوشش کریں اور اس کی تبلیغ کریں

فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اب میوات میں فرائض (یعنی تقسیم میراث کے شرعی طریقہ) کو زندہ کرنے اور رواج دینے کی طرف خاص توجہ کی جائے اور اب جو تبلیغی وفود وہاں جائیں وہ فرائض کے باب کے (یعنی میراث کے سلسلہ کے) وعدوں اور وعیدوں کو خوب یاد کر کے جائیں۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاسؒ ص ۱۰۵ ملفوظ نمبر ۱۲۶)

تبلیغی احباب اب یہ کام بھی کریں کہ ان کے باہمی نزاعات ومقدمات شرع کے مطابق اسلامی عدالت سے حل کئے جائیں

فرمایا: میں اب میوات میں یہ بات پیدا کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے نزاعات کا فیصلہ اللہ ورسول سے تعلق رکھنے والوں سے اور شریعت کے مطابق کرائیں، اور انکا جذبہ یہ ہو کہ اللہ ورسول سے تعلق رکھنے والوں کے فیصلہ سے اگر آدھا بھی ملے تو وہ سراسر رحمت اور برکت ہے اور خلاف شریعت فیصلے کرنے والے سارا بھی دلوائیں تو وہ وبال اور بے برکت ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۰۷ ملفوظ نمبر ۱۳۰)

اتحاد قائم کرانے کے لئے مختلف تنظیموں تحریکوں اور خاندانوں میں مصالحت بھی کرائیے

''کرنال''(ایک موضع کا نام ہے اس) کے بارے میں فرمایا کہ (وہاں) جماعتیں جائیں اور نواب لوگوں میں مصالحت کرادیں، لیکن اصل مصالحت جو ہے وہ اللہ کے امروں کو دنیا میں پھیلانا ہے اب اس ترتیب سے اللہ کے امروں کو زندہ کرنے میں دنیا میں پھیل جاؤ اور تفریق (واختلاف) کو مٹاؤ۔

اپنے حقوق کو لینا اور اس میں مارا جانا جو ہے اس سے شہادت کا ثواب ملتا ہے لیکن دین کے واسطے اگر (اپنے ذاتی) حق کو چھوڑ دیوے تو فی کھجور اُحد پہاڑ سونا خرچ کرنے کا اجر ملتا ہے۔

آپس میں مصالحتیں کراؤ! اس طرح طاقتیں جمع ہوتی چلی جائیں گی، اور کفر میں حق کو پھیلانے کی وجہ سے کفر میں تفریق پڑتی چلی جاوے گی یہاں تک کہ شیرازہ ٹوٹ پھوٹ جائے گا، اور اسلام کی طاقت حق پھیلانے کی وجہ سے بڑھ جائے گی۔

(ارشادات ومکتوبات ص ۸۴ ملفوظ نمبر ۸۵)

فائدہ: کرنال جہاں روساء اور نواب لوگ بھی رہتے ہیں، دین سے دوری اور آپسی اختلافات کا شکار ہیں، حضرتؒ نے اپنے تبلیغی احباب کو جو سمجھ دار اور با صلاحیت ہوں ان کے متعلق فرمایا کہ ایسے لوگوں کی جماعتیں وہاں بھیجی جائیں جو ان کے درمیان مصالحت کرائیں، آپسی اختلافات اور رنجشوں کو ختم کر کے اتحاد و اتفاق قائم کرائیں یہ بھی ایک اہم کام ہے جو صدقہ اور نفل سے بڑھ کر ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ کام کئے ہیں، آپ مختلف موقعوں پر مختلف خاندانوں میں صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے تھے، یہ نبیوں والا کام ہے اس لئے حضرتؒ نے اپنے احباب کو متوجہ فرمایا کہ اس کام کی

طرف بھی توجہ کریں اور جو اس کے اہل ہوں وہ اس کام کو جماعتی طور پر انجام دیں، یعنی اللہ کے بندوں کے درمیان مصالحت کی کوشش کریں۔

اس کے ساتھ ہی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے دعوت الی اللہ کی طرف توجہ دلائی کہ ایک تو بندوں کے درمیان مصالحت کرانا ہے، اس کے ساتھ ہی اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان مصالحت کرانا ہے، مصالحت یہ مجازی معنی میں استعمال کیا ہے، مطلب یہ ہے کہ جو اللہ کے بندے اللہ کی نافرمانی پر تلے ہوئے ہیں، گویا اللہ سے بغاوت کر رکھی ہے، ایسے باغی اور نافرمان بندوں کو اللہ کی طرف متوجہ کرنا ہے، ٹوٹے ہوئے رشتہ کو جوڑنا ہے اللہ کے دین کی طرف کھینچ کر لانا ہے بس یہی اللہ سے مصالحت ہے۔

خلاصہ یہ کہ ہم کو اپنی اس دعوت وتبلیغ کے ذریعہ اس بات کی کوشش کرنا چاہئے کہ مخلوق میں سے ایک دوسرے کے حقوق پہچاننے اور ان کے ادا کرنے کا اہتمام ہو، اسی طرح اللہ رب العٰلمین کے بھی حقوق پہچاننے اور ان کے ادا کرنے کی فکر ہو، یہی ہمارے اس کام کا مقصد ہے۔

اور یہ کام ہوگا کیسے؟ محض اپنی رائے سے نہیں بلکہ اللہ کے اوامر اور اس کے احکام کے ذریعہ یعنی قرآن وحدیث کی روشنی میں جس طرح اللہ کے نبی ﷺ نے اس کام کو کرنے کو فرمایا ہے اسی طرح کرنا ہے، اور اس طرح اللہ کے سارے اوامر اور احکام شرعیہ کو زندہ کرنا ہے، اور اس کام کے نتیجہ میں بالفرض اگر ہمارا کچھ نقصان بھی ہو جائے یا ہمارا حق فوت ہو جائے تو احد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا، اتحاد واتفاق کی جب اس طرح کوشش کی جائے تو مسلمان متحد ہو کر مضبوط ہو جائیں گے اور کفر کی طاقت کمزور ہوتی چلی جائے گی، کافر کمزور اور مغلوب ہو جائیں گے اور اسلام کا غلبہ ہوگا، یہ ہے غلبۂ اسلام کی صورت کہ باہم اتحاد واتفاق کی کوشش کی جائے۔

فائدہ: اتحاد واتفاق کے موضوع پر حضرت تھانویؒ کے افادات پر مشتمل ''امت کے باہمی اختلافات اور ان کا حل'' اس مقصد کے لیے نہایت مفید اور جامع ہیں۔ ابھی

غیر مطبوعہ ہے اللہ تعالیٰ جلد اس کی طباعت کا انتظام فرمادے، اسی طرح اس موضوع سے متعلق مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ کے مضامین و مکاتیب کا مجموعہ اسی نام سے شائع ہو چکا ہے، اختلاف کو مٹانے اور اتحاد و اتفاق کو قائم کرنے کے لیے اس کا مطالعہ بھی ان شاء اللہ مفید ہوگا۔

ان جڑوں کو مضبوط کیجئے

فرمایا: تاوقتیکہ (یہ) جڑیں مضبوط نہ ہوں اس وقت تک آگے کی شاخیں سرسبز نہیں ہوسکتیں، اور وہ جڑیں کیا ہیں؟ نماز، قرآن ذکر، مسلمان کا وقار، تبلیغ، اخلاص نیت اور اخلاق و اکرام کے ساتھ۔ (ارشادات ومکتوبات ص۴۲)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی فکر اور فرمان کے مطابق دین کے چند اہم شعبے اور بنیادیں یہ امور اور یہ اعمال ہیں جن کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے، اگر یہ بنیادیں مضبوط ہو جائیں تو اس کے ثمرات اور نتائج بھی اچھے ہوں گے، ورنہ صرف دین کا نام ہوگا اور شیطانی دھوکہ ہوگا حقیقت نہ ہوگی، وہ بنیادی اعمال جن کی طرف حضرتؒ نے توجہ دلائی ہے یہ ہیں:

(۱) نماز: سنت کے مطابق ہونا چاہیے، اس کے اندر پڑھی جانے والی چیزیں مثلاً ثناء، تشہد، دعاء قنوت وغیرہ صحیح اور درست ہوں، نماز پڑھنے کی مثلاً قیام وقعود وغیرہ کی ہیئت بھی سنت کے مطابق ہو اور دل اللہ ہی کی طرف متوجہ ہو تو نماز کامل ہوگی۔

(۲) قرآن بالکل صحیح تجوید کے مطابق سیکھنے اور تلاوت کرنے کا اہتمام ہو، اگر اب تک نہ سیکھا ہو تو اب سیکھنے کی کوشش کی جائے۔

(۳) علماء ومشائخ سے مشورہ اور استفسار کے بعد ذکر کا معمول رکھے۔

(۴) مسلمانوں کے جتنے طبقات ہیں ان کے درجہ کے مطابق ہر ایک کا وقار اور احترام ملحوظ رکھے، مثلاً عوام الناس، علماء، خواص، مشائخ، بزرگانِ دین، یہ سب مختلف

طبقات ہیں، ہر ایک کے درجہ کے موافق ان کی عزت اور وقار کا لحاظ رکھے، جن سے خاص تعلق ہے، مثلاً رشتہ دار وغیرہ ان کے حقوق پہچانے اور ادا کرے۔

(۵) اور دین کی جو باتیں اپنے بڑوں سے سیکھی ہیں ان کو دوسروں تک پہچانے کی اور سکھلانے کی کوشش کرے۔

(۶) اور ہر ایک کے ساتھ اخلاق واکرام کا معاملہ کرے، حسن اخلاق اور نرمی سے پیش آئے، حسب گنجائش دوسروں کی خدمت کرے، اور ان کو نفع پہنچانے اور خوش رکھنے کی کوشش کرے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے فرمان کے مطابق یہ ہیں تبلیغ کی جڑیں جن کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ جس کی کچھ تفصیل آگے بھی آرہی ہے، اور چھ نمبر کی تفصیل میں ان شاء اللہ مستقلاً آئے گی۔

داعی کے نصابِ تعلیم کا اہم جزء تجوید کے ساتھ قرآن شریف سیکھنا بھی ہے

فرمایا......تبلیغی جماعت کے نصاب کا ایک اہم جزء تجوید بھی ہے، قرآن شریف اچھی طرح پڑھنا ضروری چیز ہے، ''**ما أذن الله لشیٔ ما أذن لنبی یتغنی بالقرآن**''۔ (بخاری ومسلم)

تجوید دراصل وہی تغنی بالقرآن ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو کر ہم تک پہنچی ہے۔

لیکن تجوید کی تعلیم کے لئے جتنا وقت درکار ہے جماعت میں اتنا وقت نہیں مل سکتا، اس لئے ان ایام میں تو صرف اس کی کوشش کی جائے کہ لوگوں کو اس کی ضرورت کا احساس ہو جائے اور کچھ مناسبت ہو جائے اور پھر اس کو سیکھنے کی کے لئے وہ مستقل وقت صرف کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاسؒ ص ۱۶۵ ملفوظ نمبر ۲۰۲)

ہر داعی و مبلِّغ کو تجوید کے ساتھ قرآن پاک سیکھنا ضروری ہے

فرمایا: قرآن کے لئے تجوید ضروی ہے، تاکہ ان کی زبان کے موافق ہو جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے۔

ہر مبلغ تبلیغ کے زمانے میں دس پندرہ منٹ تجوید کے سیکھنے میں خرچ کرے۔

قرآن ہی سے انسان پھلے پھولے گا، اس کی تجوید کا وقت تھوڑا سا روزانہ نکالو۔

(ارشادات ومکتوبات ص:۶۵ و ۱۷ و ۴۷)

فائدہ: ایمان لانے کے بعد سب سے پہلے اور ضروری کام علم دین حاصل کرنا ہے جس میں تجوید کے مطابق قرآن پاک سیکھنا بھی ہے، جس کے بغیر ہماری نماز کامل نہیں ہوسکتی، علماء محققین نے تجوید کے مطابق اتنا قرآن پاک سیکھنے کو فرض عین قرار دیا ہے جس سے ہماری نماز تو کم ازکم درست ہو سکے، جس کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں اور جو ہماری زندگی کا اصلی مقصد ہے،

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ. (پ ۲۷ سورۂ ذاریٰت) (میں نے جناتوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ فضائل قرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ: اتنے قرآن شریف کا حفظ کرنا جس سے نماز ادا ہو جائے ہر شخص پر فرض ہے۔ (فضائل اعمال، رسالہ فضائل قرآن ص:۲۱۱)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے جو حدیث ذکر فرمائی ہے اس کی تشریح میں حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ فضائل قرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

پہلے معلوم ہو چکا کہ حق تعالیٰ شانہ اپنے کلام کی طرف خصوصیت سے توجہ فرماتے ہیں، پڑھنے والوں میں انبیاء چونکہ آداب تلاوت کو بکمالہ ادا کرتے ہیں، اس لیے ان کی طرف اور زیادہ توجہ ہونا ظاہر ہے، پھر جب کہ حسن آواز اس کے ساتھ مل جائے، تو

سونے پر سہاگہ ہے۔ (فضائل قرآن، تشریح حدیث نمبر ۲۵ ص:۲۴۴)

(خلاصہ یہ کہ ترتیل و تجوید کے ساتھ قرآن پاک پڑھنا مطلوب ہے، قرآن پاک میں بھی اس کا حکم دیا گیا ہے اور حدیث پاک میں بھی، ترتیل سے پڑھنا کس کو کہتے ہیں اس کے متعلق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ، شاہ عبد العزیزؒ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:)

''ترتیل لغت میں صاف اور واضح طور سے پڑھنے کو کہتے ہیں، اور شرع شریف میں کئی چیز کی رعایت کے ساتھ تلاوت کرنے کو کہتے ہیں:

(۱) اول حرفوں کو صحیح نکالنا یعنی اپنے مخرج سے پڑھنا، تاکہ طا کی جگہ تا، اور ضاد کی جگہ ظا نہ نکلے۔

(۲) دوسرے وقوف کی جگہ پر اچھی طرح سے ٹھہرنا تاکہ وصل اور قطع کلام کا بے محل نہ ہو جائے (یعنی بے موقع سانس نہ توڑے)۔

(۳) تیسرے حرکتوں میں اشباع کرنا، یعنی زیر، زبر، پیش کو اچھی طرح سے ظاہر کرنا۔

(۴) چوتھے آواز کو تھوڑا سا بلند کرنا تاکہ کلام پاک کے الفاظ زبان سے نکل کر کانوں پر پہنچے اور وہاں سے دل پر اثر کریں (بشرطیکہ اس سے دوسروں کو تکلیف نہ ہو، مثلاً سونے کے وقت میں سونے والوں کی نیند خراب نہ ہو، نماز کے وقت میں زور سے پڑھنے سے نمازیوں کو خلل نہ ہو)۔

(۵) پانچویں آواز کو ایسی طرح سے درست کرنا کہ اس میں درد پیدا ہو جائے اور دل پر جلدی اثر کرے اور درد والی آواز دل پر جلد اثر کرتی ہے۔

(۶) چھٹے تشدید اور مد کو اچھی طرح ظاہر کیا جائے کہ اس کے اظہار سے کلام پاک میں عظمت ظاہر ہوتی ہے اور تاثیر میں اعانت ہوتی ہے۔

(۷) ساتویں آیاتِ رحمت و عذاب کا حق ادا کرے (یعنی آیاتِ رحمت میں

اللہ سے امید رکھے اور اللہ سے رحمت کا سوال کرے، اور آیاتِ عذاب میں اللہ سے ڈرے اور اس کی پناہ مانگے)۔

یہ سات چیزیں ہیں جن کی رعایت ترتیل کہلاتی ہے (جس کا قرآن پاک میں حکم دیا گیا ہے، وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً، (پ:۲۹، سورۂ مزمل) اور قرآن پاک کو ترتیل سے پڑھا کیجئے)۔ (فضائل قرآن)

ظاہر بات ہے کہ ان سب چیزوں کی رعایت کے ساتھ قرآن پاک کو پڑھنا کسی ماہر قاری سے سیکھے اور مشق کیے بغیر عادۃً ناممکن ہے، اس لیے اس کی کوشش کرنا بہرحال ضروری ہے، اسی کی طرف حضرت مولانا محمد الیاسؒ صاحب نے اپنے تمام دعوت وتبلیغ سے منسلک حضرات کو تجوید کے مطابق قرآن پاک سیکھنے کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے، خواہ اپنی مسجد کے امام سے سیکھیں، یا کسی قاری صاحب، سے انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر اس کے سیکھنے سکھانے کا نظم بنائیں، بہرحال یہ کام ضروری ہے، ورنہ پرانے اور برسہا برس سے کام میں جڑے اور وقت لگائے ہوئے حضرات ایسے بھی ہیں کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی اس ہدایت پر عمل نہ کرنے کے نتیجہ میں اب تک ان کی اذان اور قرآن تجوید کے مطابق نہیں، حضرتؒ فرماتے ہیں کہ تبلیغ کے زمانے میں بھی اس کام کے لئے تھوڑا وقت نکالو! اس میں وقت کم ملتا ہے تو گھر آکر مستقل اس کا نظام بناؤ۔ افسوس کی بات ہے کہ حضرتؒ کے اس ارشاد کی طرف سے لوگ غفلت میں مبتلاء ہیں، محض نکلنے ہی کو کافی سمجھتے ہیں اور آگے کوشش نہیں کرتے۔

جہاں ابتدائی تبلیغ ہوچکی ہو وہاں مکتب کی دعوت شروع کردیجئے

فرمایا: جہاں کلمہ اور نماز ذکر زیادہ ہوچکا ہے وہاں مالی خرچ کا اور مکتب کی دعوت دینا شروع کریں۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۸۴)

اہل تبلیغ کو دو باتوں میں بہت کوشش کرنا چاہیئے، ان دو باتوں میں پوری سعی کریں:

(۱) کہ آدمی بھی کثرت سے نکلیں تا کہ زمین تیار ہو۔

(۲) اور مکاتب (و مدارس) کی کثرت ہو اور وہ روش زندگی کی ہو کہ ہر مسلمان کی مسجد وہاں کی بچوں کے مکتب کی صورت ہو (یعنی ہر مسجد میں دینی تعلیم اور مکتب کا نظام ہو) اپنے دشمن کی گھات سے ہوشیار رہو، حق تعالیٰ جل جلالہٗ کی حصول رضا میں جان دے دینے کے رواج میں پوری کوشش کرو۔

آ گے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

ملاحظہ: اس خط کی نقلیں مختلف احباب کی طرف روانہ فرماویں۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۳۰)

مرتبہ، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

قرآن پاک کی تعلیم کے لئے گاؤں گاؤں مکتب قائم کرو

علم دین کی اشاعت کرو

فرمایا............مکتب اپنے خرچہ سے ہر گاؤں میں قائم کرو، قرآن کو شائع کرو، شائع ہونا عظمت کی دلیل ہے، انہیں کاموں کو گاؤں گاؤں پھیلاؤ یہ آقا کا حکم ہے، غلام کو اس کا ماننا ضروری ہے۔ (ارشادات و مکتوبات ص ۵۳)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا یہ فرمان دراصل ایک حدیث پاک کی تشریح اور اس کا خلاصہ ہے جس کو حضرت شیخؒ نے فضائل قرآن میں نقل فرمایا ہے ”یا أهل القرآن لا تتوسدوا القرآن ... وافشوه“۔ (بیہقی)

یعنی اے قرآن والو! قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ، کلام پاک کی اشاعت کرو۔

اس کی شرح میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

اور اس کی اشاعت کرو یعنی تقریر سے، تحریر سے، ترغیب سے، عملی شرکت سے جس

طرح ہو سکے اس کی اشاعت جتنی ہو سکے کرو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلام پاک کی اشاعت اور اس کے پھیلانے کا حکم فرماتے ہیں، لیکن ہمارے روشن دماغ اس کے پڑھنے کوفضول بتلاتے ہیں۔(فضائل قرآن تشریح حدیث نمبر ۲۷ ص:۲۴۷)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے مذکورہ بالا فرمان میں دعوت سے منسلک تمام حضرات کو پوری تاکید کے ساتھ ہدایت فرمائی ہے کہ گاؤں گاؤں دینی مکتب قائم کرو جہاں بچوں کو دینی تعلیم ،قرآن کی تعلیم دی جاتی ہو،اس طرح قرآن پاک کی اشاعت ہوگی ،قرآن پاک کی اشاعت حق تعالی کے کلام کی عظمت کی دلیل ہے یہ اتنا ضروری کام ہے کہ آقا کا حکم ہے،ہم آقا کے غلام ہیں اور غلام کو آقا کا حکم ماننا ضروری ہے۔

اس لئے تمام دعوت وتبلیغ کے احباب کو چاہیئے کہ اپنے محلّہ میں مکتب قائم کریں،بچوں کی دینی اور قرآنی تعلیم کا نظام بنائیں ،اس کے لئے اچھے مدرس کا اور معقول تنخواہ کا انتظام کریں ،جب اپنے یہاں اور اپنے قرب وجوار میں مکاتب قائم ہوجائیں تو دیہاتوں میں گاؤں گاؤں میں مکتب قائم کرنے کی کوشش کریں ،ان کو اس پر آمادہ کریں، اگر وہ نہ کر سکتے ہوں تو ہم اس کا انتظام کردیں ، یہ مطلب ہے گاؤں گاؤں مکتب قائم کرنے کا اور یہ ہے اہم ہدایت بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی۔

قرآن پاک کے حقوق

فرمایا: قرآن پاک کوتنہائی میں اہتمام سے اور وقار کے ساتھ پڑھا کرو۔

(ارشادات ومکتوبات ص ۶۳)

فائدہ: حضرتؒ کا یہ ارشاد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کا حاصل ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ’’ واتلوا حق تلاوته من آناء اللیل والنهار ‘‘یعنی قرآن کی تلاوت شب وروز ایسی کرو،جیسا کہ اس کا حق ہے۔

اس کی شرح میں حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

یعنی جس عزت سے بادشاہ کا فرمان اور جس شوق سے محبوب کا کلام پڑھا جاتا ہے اسی طرح پڑھنا چاہیئے۔(فضائل قرآن ص:۲۴۶،حدیث:۲۷)

قرآن پاک حق تعالیٰ کی آسمانی کتاب ہے جو ہماری ہدایت کے لئے نازل کی گئی ہے،اس کے بہت سے حقوق ہیں،بعض الفاظ کے اعتبار سے اور بعض معانی کے اعتبار سے،تمام اہل ایمان پر قرآن پاک کے حقوق ادا کرنا لازم ہے،حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے قرآن پاک کے ایک حق کی طرف توجہ دلائی ہے۔

الفاظ کے اعتبار سے تو قرآن کا حق یہ ہے کہ اس کو صحیح صحیح تجوید کے مطابق پڑھنے کی مشق کی جائے اور پھر روزانہ پورے اہتمام اور وقار کے ساتھ اس کی تلاوت کا معمول بنایا جائے،اپنی اولاد کو بھی اس کا عادی بنایا جائے۔

معانی اور احکام کے متعلق اس کا حق یہ ہے کہ اگر خود اتنی صلاحیت ہے کہ تفسیر کی معتبر کتابوں کا مطالعہ کر کے حق تعالیٰ کے پیغام کو اچھی طرح سمجھ سکیں تو اس کا اہتمام کریں ورنہ درس قرآن،درس تفسیر کا انتظام کر کے جاننے والوں سے قرآن کے پیغام کو سمجھیں کہ میرا اللہ مجھ سے کیا کہتا ہے،مجھ سے کیا چاہتا ہے،زندگی کے ہر موڑ پر ہم کو کیا ہدایت دی گئی ہے،وقت اور حال کے حکم کو قرآن کی روشنی میں سمجھیں،اور یہ بات معتبر علماء کے درس قرآن کے ذریعہ ہی سے حاصل ہو سکے گی۔

ذکر کی بہت سی قسمیں ہیں،ایک قسم تلاوت قرآن پاک بھی ہے جو ذکر کی اعلیٰ قسم ہے،جس سے دل کا زنگ دور ہوتا ہے،اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے،حضرتؒ نے اسی طرف توجہ دلائی ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام کیا جائے تاکہ دل کا زنگ دُور ہو۔

قرآن کو رہبر بنانے اور مفید مراقبے کی تعلیم

فرمایا : صفات الٰہی اور حشر کا پیش نظر رکھنا اور قرآن شریف کو رہبر بنانا اور قرآن کی تفسیر کے لیے حدیث کو تلاش کرنا۔(ارشادات ومکتوبات ص:۹۳)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے اس مختصر ارشاد میں تمام دعوتی کام کرنے والوں کو دو باتوں کی ہدایت فرمائی ہے۔

(۱) حق تعالیٰ کی صفات کا نیز مرنے کے بعد پیش آنے والے حالات قبر، حشر و نشر کا مراقبہ، اور ہر وقت حق تعالیٰ کی صفات کو پیش نظر رکھنا مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ سمیع، بصیر، خبیر ہے، میری ہر حرکت دیکھ رہا ہے، ہر بات سن رہا ہے، قدیر ہے یعنی اس کی قدرت کا بھی استحضار ہوتا کہ غیر اللہ کی قدرت و طاقت سے مغلوب و مرعوب نہ ہو، اسی طرح حشر و نشر کا استحضار کہ مرکر ہم کو اپنی سب حرکتوں کا اللہ کے سامنے جواب دینا ہے، اس مراقبہ کا فائدہ یہ ہوگا کہ آدمی کو گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوگی۔ اور اعمال صالحہ اختیار کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا، پھر اعمال صالحہ کا معیار اور اس کا دستور کیا ہونا چاہئے، اس کے لیے فرمایا:

(۲) قرآن شریف کو رہبر بناؤ، خود اللہ کا فرمان ہے **اِنّ هٰـذَا الْقُرْآنَ یَهْدِی الآیة، هُـدًی لِّلْمُتَّقِیْن** ، یہ قرآن رہبر اور ہادی ہے، لیکن قرآن کے ذریعہ رہبری کیسے حاصل ہوگی اس کے لیے فرمایا کہ اس میں اللہ کا جو پیغام بندوں کو دیا گیا ہے، اس پیغام کو سنو، غور کرو، درس تفسیر کے ذریعہ اس پیغام کو سمجھو، حدیث کی روشنی میں اس سے رہنمائی حاصل کرو، اسی درس قرآن کے ذریعہ انبیاء کے واقعات سننے سے ایمان بھی بنے گا اور رہبری بھی حاصل ہوگی۔ زندگی کے جتنے شعبے ہیں عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اخلاق ہر ہر شعبہ سے متعلق قرآن سے رہبری حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ رہبری عام حالات میں عام لوگوں کو معتبر علماء کے درسِ قرآن کے ذریعہ یا کسی معتبر تفسیر کے مطالعہ کے ذریعہ سے ہی ہوسکتی ہے، جس کی طرف سے آج لوگوں کو بڑی غفلت ہے۔

قرآن پاک کی اہمیت اور اس کے حقوق

فرمایا: قرآن کے اندر اللہ تعالیٰ کی صفات اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے واقعات پر غور کرو............ قرآن پاک کی تلاوت ذکر میں شامل ہے، اس کو محض رضاء

خدا کے واسطے عمل میں لاوے کہ یہ میرے رب کا کلام ہے، یہ میرے رب کے احکام ہیں، غرضیکہ اس کے علاوہ مسلمانوں کا اور کوئی رستہ نہیں ہے، مسلمانوں نے اس سے کس قدر بے التفاتی کر رکھی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی زندگی اس کی تفصیل ہے، گویا قرآن پاک (پورا) دین ہے، اس کے اندر اعمال ہیں، اخلاق، خالق مخلوق کا برتاؤ ہے، قرآن کی ہر ہر آیت میں ہزاروں معجزات (نکتے) ہیں۔

(ارشادات ومکتوبات ص:۴۷)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے اس فرمان میں قرآن پاک کی اہمیت اور اس کے حقوق کی طرف توجہ دلائی ہے، اور یقین دلایا ہے کہ مسلمانوں کے لیے قرآن پاک کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں قرآن پاک میں پورا دین ہے، اس میں اعمال واخلاق اور یہ کہ بندوں کا اپنے خالق اور اس کی مخلوق کے ساتھ کیسا برتاؤ ہونا چاہئے، قرآن پاک سے معلوم ہوگا، اور ان سب کی تشریح وتفصیل حدیث پاک کی کتابوں میں ملے گی۔

حضرتؒ نے قرآن پاک کے بعض حقوق کی طرف بھی نشاندہی فرمائی ہے۔ جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

(۱) قرآن پاک کے الفاظ کو پڑھنا پڑھانا کہ یہ بھی ذکر کا اعلیٰ فرد ہے، اور یہ سمجھ کر یعنی اس تصور واستحضار کے ساتھ الفاظ کو پڑھے اور تلاوت کرے کہ یہ میرے رب کا کلام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **خیرکم من تعلم القرآن وعلمه۔** (بخاری وابوداؤد، جمع الفوائد حدیث:۵۵۲۱)

تم میں بہتر شخص وہ ہے جو قرآن پاک سیکھے اور سکھائے۔

(۲) قرآن پاک میں جو معانی ومطالب اور احکام بیان کئے گئے ہیں ان کے متعلق یہ سمجھے کہ یہ میرے رب کے احکام ہیں، احکم الحاکمین رب العالمین کے احکام سمجھ کر ان احکام کو معلوم کرے اور اس کے مطابق عمل بھی کرے۔

اب رہی یہ بات کہ رب العالمین کے احکام کیا ہیں، قرآن پاک میں کون سے مضامین بیان کئے گئے ہیں، ہم کو اس کا علم کیسے ہو؟ اگر اللہ نے صلاحیت دی ہے اور خود مطالعہ کر سکتے ہیں تو معتبر تفسیروں کے مطالعہ کے ذریعہ احکام معلوم کریں ورنہ علماء کرام کے واسطہ سے درس قرآن وغیرہ کے ذریعہ ان کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

(۳) قرآن پاک کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اس میں حق تعالیٰ کی جو صفات اور قدرت الٰہیہ کے تذکرے ہیں نیز انبیاء علیہم السلام کے جو واقعات بیان کئے گئے ہیں ان کو بھی مستحضر رکھے اور ان مضامین کو بار بار پڑھے، یا سنے تاکہ ایمان میں اضافہ و پختگی اور کمال پیدا ہو، لیکن یہ بات بھی اسی طرح حاصل ہوگی کہ یا تو خود معتبر تفسیر کی کتابوں کا مطالعہ کرے یا درس قرآن وغیرہ کا نظام بنائے اور اس میں حق تعالیٰ کی صفات اور انبیاء علیہم السلام کے واقعات کو بغور سنے، یہ فرمان ہے مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا۔

افسوس کہ امت اور اصحاب تبلیغ بھی حضرت کے اس فرمان سے غافل ہیں۔

مدارس قائم کیجئے خانقاہیں آباد کیجئے!

فرمایا: میواتیوں سے (جو بڑی حد تک تبلیغی کام سے مانوس اور پرانے ہو چکے تھے اس سے فرمایا کہ) تم اپنے ملک کے اندر سو مکتبوں کے درمیان ایک عربی مکتب اور خانقاہ کا ارادہ فرماؤ۔

چوبیس گھنٹہ وہ کام جو خانقاہوں اور مدارس میں ہوتا ہے، کرنا ہے اور اسی میں کچھ وقت لوگوں میں دعوت دینے میں۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۱،۸۲)

فائدہ: حضرتؒ کے پیش نظر یہ تھا اور دعوت و تبلیغ کے ذریعہ وہ لوگوں میں یہ فکر پیدا کرنا چاہتے تھے کہ نبیوں والے سارے کاموں کو زندہ کیا جائے اور ''**جمیع ماجاء به النبی صلی اللہ علیہ وسلم**'' یعنی تمام وہ باتیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لے کر آئے ہیں ان سب کو زندہ کیا جائے ، اس کے لئے آپ نے دعوت وتبلیغ کی محنت کو ذریعہ بنایا۔

نبیوں والے کاموں کا دائرہ بہت وسیع ہے، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت ، احکام شرعیہ ودینیہ کی ترویج وتبلیغ ، تزکیہ نفوس ، تصفیہ قلوب ، یہ سب نبی والے کام ہیں ، اور یہ کام زندہ اور باقی رہتے ہیں مکاتب ومدارس اور خانقاہوں کے ذریعہ اور علماء ومشائخ کے واسطے سے، اس لئے حضرتؒ اپنے تمام دعوت کے ساتھیوں کو خصوصاً میواتیوں کو کہ اس وقت وہ لوگ زیادہ دعوت سے منسلک اور حضرتؒ کے قریبی تھے، حضرتؒ نے ان سب کو خصوصی ہدایت فرمائی کہ مکتب بھی قائم کرو، عربی مدرسہ کی بھی فکر کرو، جو کام مدارس اور خانقاہوں میں ہوتا ہے ان سارے کاموں کو کرنا ہے، یہ سارے کام علماء ومشائخ سے ربط رکھنے اور ان کے مشورہ ہی سے انجام پائیں گے ، چوبیس گھنٹے مدرسہ اور خانقاہ میں ہونے والے کاموں کی بھی فکر رکھنی ہے ان سب فکروں کے ساتھ دعوت کا کام بھی کرنا ہے، یہ حضرتؒ کے فرمان کا حاصل ہے اور یہی حضرت کی فکر اور سوچ تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبرؓ کو دعا تعلیم فرمائی

یہ بھی نبیوں والا کام ہے

فرمایا...... حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبرؓ کو تعلیم دی کہ وہ نماز کے آخر میں اللہ تعالی سے یوں عرض کیا کریں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْراً وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمِ.

(مسند احمد ۱/۱۷، حدیث: ۲۹)

یعنی اے اللہ میں نے اپنے پر بڑا ظلم کیا، اور تیرے سوا کوئی گناہوں اور خطاؤں کا بخشنے والا نہیں، پس تو محض اپنے فضل وکرم سے (جس میں گویا میرے استحقاق کو کوئی

دخل نہیں ہے) مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، بخشنے والا اور رحم کرنے والا یقیناً تو ہی ہے۔

ذرا سوچئے حضور ﷺ نے یہ دعا حضرت ابوبکر صدیقؓ کو تلقین فرمائی جو اس ساری امت میں اکمل و افضل ہیں اور بالخصوص ان کی نماز خود رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ایسی کامل ہوتی تھی کہ آپ نے ان کو خود امام بنایا، باوجود اس کے ان کو بھی یہ تعلیم فرمایا کہ نماز کے آخر میں اللہ پاک کے حضور اپنی کوتاہی اور عبادت کا حق ادا نہ ہوسکنے کا اعتراف اس طرح کیا کرو، اور اس طرح محض اس کے فضل و کرم سے مغفرت و رحمت کی درخواست کیا کرو!...... پھر کجا ما و شما؟۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۲۵ ملفوظ نمبر ۱۷)

فائدہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کی دعا سکھلائی، اس سے معلوم ہوا کہ نماز اور دعائیں سکھلانا، یاد کرانا، نبیوں والا کام ہے۔ بہت سی حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف صحابہ کو اذان، تشہد، استخارہ کی دعا وغیرہ اہتمام سے سکھائیں، بہتوں کو قرآن پاک سکھایا لہٰذا یہ کام جہاں بھی ہوں گے خواہ مسجد میں یا مکتب اور مدرسہ میں نبیوں والے ہی کام کہلائیں گے۔

کلمہ اور نماز کسی اچھے قاری سے درست کراؤ

فرمایا: نماز اور کلمہ قاری سے درست کراؤ۔

(ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۳۶)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے فرمان کے مطابق دعوت و تبلیغ کا اصل مقصد ایمان کو پختہ کرنا ہے تاکہ ایمان کے پختہ ہونے سے دین کے سارے شعبے اور رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا پورا دین زندہ ہو جائے، خواہ اس کا تعلق عبادات سے ہو، یا معاملات اور اخلاق و معاشرت سے۔

دین کے اہم شعبے عقائد و عبادات سے متعلق حضرت اپنے تمام تبلیغی احباب کو ہدایت فرما رہے ہیں کہ لوگوں کی نماز اور ان کا کلمہ کسی قاری سے درست کراؤ کیونکہ بڑی

تعداد میں لوگ ایسے ہیں کہ ان کو صحیح کلمہ اور اس کا ترجمہ بھی نہیں معلوم، بہت سے لوگ جو نہ معلوم کتنے مرتبہ وقت لگا چکے ہیں، چلّے بھی ان کے لگ چکے ہیں، لیکن ابھی ان کی نماز واذان درست نہیں، نماز میں پڑھی جانے والی چیزیں التحیات، دعاء قنوت، قرآن پاک اگر ان کا سنا جائے تو صحیح نہیں پڑھ سکتے، بس نکلنے ہی کو مقصود اصلی سمجھ رکھا ہے، حضرتؒ اپنے تمام تبلیغی بھائیوں کو اہم ہدایت اور تنبیہ فرما رہے ہیں کہ کسی ماہر قاری سے اپنے کلمہ اور نماز کو درست کراؤ، ہر مسجد میں اس کا نظم ہونا چاہیئے، خواہ علیحدہ سے تنخواہ دار قاری مقرر کریں، یا امام صاحب ہی سے یہ کام لیں جس طریقہ سے فضائل کی تعلیم اور مشورہ وغیرہ کے لئے سب مل کر جمع ہو کر بیٹھتے ہیں اسی طریقہ سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی اس اہم ہدایت پر عمل کرنے کے لئے سب کو اس کی کوشش کرنا چاہیئے، اور مقام پر رہتے ہوئے ایسا نظام بنانا چاہیئے کہ سب کی نمازیں اور قرآن پاک سنا جائے اور اس کی تصحیح کرائی جائے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا یہ ارشاد ماقبل میں گذر چکا ہے کہ جماعت میں نکلنے کے وقت میں قرآن پاک کو صحیح تجوید کے مطابق پڑھنے سیکھنے کا موقع کم ملتا ہے، اپنے مقام پر آ کر اس کام کو اہتمام اور پابندی سے کرنا چاہیئے، ہر مسجد میں اس کا اہتمام ہونا چاہیئے۔

افسوس کہ ہمارے دعوت کے احباب عمومی پیمانہ پر اس کی کوشش نہیں کرتے، بس مشورہ، ملاقات، گشت، خروج تک ہی ان کی محنت محدود رہ گئی ہے اور صرف انہیں چند اعمال کو اصل مقصود بنا رکھا ہے اور دوسری اہم چیزیں جن کی طرف حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تاکید فرمائی تھی اس کی طرف سے غفلت اور بے توجہی ہے۔

تمام دعوت کے احباب اور ذمہ دار حضرات سے گذارش ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی تمام ہدایتوں کی طرف توجہ کریں اور اس کے مطابق نظام بنائیں، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔

اپنی نمازوں کو درست کیجئے! سیکھئے اور سنت کے مطابق ادا کیجئے!

رسمی نماز منھ پر پھینک کر ماردی جاتی ہے، نماز ترقی روزگار، وسعت رزق، سب غموں کا علاج، لیکن بے سیکھے نہیں آسکتی۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۲۱)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا یہ ارشاد ایک حدیث پاک کا مضمون ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے طبرانی اور الترغیب کے حوالہ سے طویل حدیث نقل فرمائی ہے جس کے اخیر میں یہ مضمون ہے:

''جو شخص نماز کو بری طرح پڑھے، وقت کو ٹال دے، وضو بھی اچھی طرح نہ کرے، تو وہ نماز بری صورت سیاہ رنگ میں بددعاء دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا برباد کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا، اس کے بعد وہ نماز پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منھ پر ماردی جاتی ہے''۔ (فضائل نماز، حدیث: ۲، ملحقہ فضائل اعمال ص: ۳۴۶)

ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ آدمی ساٹھ برس تک نماز پڑھتا ہے مگر ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی کہ کبھی رکوع اچھی طرح کرتا ہے تو سجدہ پورا نہیں کرتا، سجدہ کرتا تو رکوع پورا نہیں کرتا۔ (فضائل نماز تشریح حدیث: ۵ ص: ۳۶۹)

نماز کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ کام میں اخلاص سے یعنی اللہ کے واسطے ہی نماز پڑھی جائے اور نماز میں پڑھی جانے والی چیزیں مثلاً التحیات، درود شریف وغیرہ خصوصاً قرآن پاک بالکل تجوید کے مطابق پڑھا جائے، کیونکہ عربی زبان میں معمولی غلطی سے بھی معنی بدل جاتے ہیں بلکہ کفریہ معنی ہوجاتے ہیں، مثلاً قرآن پاک میں ہے ''وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا'' (پ ۳۰) اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ ہم نے سات آسمان بنائے، اب اگر بَنَيْنَا میں الف کو حذف کرکے بَنَيْنَ پڑھ دیا جائے تو ترجمہ ہوجائے گا ''عورتوں نے سات آسمان بنائے'' کیا یہ کلمۂ کفریہ نہیں ہے؟ عربی زبان شاہانہ زبان

ہے، جنت کی زبان ہے، معمولی غلطی سے معنی بدل جاتے ہیں، سین سے ''سیف'' کے معنی تلوار کے ہیں، اور صاد سے ''صیف'' کے معنی ''گرمی'' کے ہیں، ''قلب'' کے معنی ''دل'' کے ہیں اور چھوٹے کاف سے ''کلب'' کے معنی ''کتّے'' کے ہیں لیکن قراءت قرآن میں اس قسم کی غلطیوں سے بچنے کی طرف لوگ توجہ نہیں کرتے حالانکہ نہ معلوم اس طرح کی غلطیوں سے کتنے معنی بدل جاتے ہوں گے، اس لیے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تجوید کے ساتھ قرآن سیکھنے اور نماز کے جملہ ارکان کو صحیح طریقہ کے مطابق ادا کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

الغرض قبولیت صلوۃ کے لیے (۱) اخلاص بھی ضروری ہے (۲) اور نماز میں پڑھی جانے والی چیزوں کا درست ہونا بھی ضروری ہے (۳) اور نماز کے ارکان کی ادائیگی یعنی رکوع سجدہ وغیرہ کی ہیئت کا سنت کے مطابق ہونا (۴) اور دل سے اللہ کی متوجہ رہنا بھی ضروری ہے (۵) اور اس سب کے ساتھ پوری نماز مسئلہ کے موافق ہونا بھی شرط ہے، ایسی ہی نماز خشوع والی نماز کہلاتی ہے جو عنداللہ مقبول ہوتی ہے ورنہ خطرہ ہے کہ وہ نماز سیاہ رنگ میں بددعا دیتی ہوئی چلی جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا ہے: **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تَمَامَ الْوُضُوْءِ وَتَمَامَ الصَّلوٰۃِ.** اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں میرا وضو اور میری نماز کو کامل کر دیجئے، اس سے معلوم ہوا کہ وضو اور نماز کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی، ناقص نماز کے متعلق ہی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ عنداللہ مقبول نہیں ہوتی، پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر منھ پر پھینک کر ماردی جاتی ہے، بعض صحابہ کو آپ نے جلدی جلدی خلاف سنت نماز پڑھتے دیکھا تو نماز کے اعادہ کا حکم دیا اور فرمایا جس طرح میں نماز پڑھتا ہوں اس طرح نماز پڑھو، ایک صحابی نے اس حال میں نماز پڑھی کہ ان کا لباس ٹخنوں سے نیچے تھا، آپ نے ان کو بلا کر فرمایا، پھر سے وضو کرو اور پھر سے نماز پڑھو، اور ارشاد فرمایا: **إن اللہ لایقبل صلوٰۃ رجل مسبلٍ** '' کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز کو قبول نہیں کرتا جس کا

لباس ٹخنوں سے نیچے ہو۔(ابوداؤد شریف)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے تمام بھائیوں اور دعوت کے تمام ساتھیوں کو اپنی نمازوں کو درست کرنے کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے، نماز درست اور کامل کیسے بنے گی حضرتؒ فرمارہے ہیں بے سیکھے نہیں آسکتی، اس کو سیکھنا پڑے گا پوری نماز مسئلہ کے موافق ہو، رکوع سجدہ وغیرہ سب سنت کے مطابق ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ نماز کی جتنی سنتیں ہیں ان کا علم ہو، اسی کے مطابق نماز ادا کی جائے، نماز کے مکروہات کا بھی علم ہوتا کہ اس سے بچا جائے، اس کے ساتھ ہی دل میں بھی خشوع کی کیفیت اور کامل اخلاص واستحضار ہو، ایسی ہی نماز کامل نماز ہوگی جس سے دنیا میں بھی فائدہ ہوگا کہ سب غموں کا علاج اور رزق میں برکت ووسعت کا ذریعہ بنے گی، لیکن سیکھے بغیر یہ نعمت حاصل نہیں ہوسکتی اس کے لئے ضروری ہے کہ ائمہ اور قراء سے نماز میں پڑھی جانے والی چیزیں درست کی جائیں، علماء سے نماز کے مسائل وآداب سیکھے جائیں اور نماز کی عملی مشق کی جائے اور مشائخ سے اخلاص اور خشوع فی الصلوۃ کا طریقہ معلوم کیا جائے اور ان سب چیزوں کا بار بار مذاکرہ کیا جائے۔

خانقاہ اور بیعت کے تعلق سے تبلیغی کام کرنے والوں کو

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی اہم ہدایت

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ تبلیغی کام کرنے والوں کو ہدایات کرتے ہوئے ایک خاص خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''چند باتوں کی طرف آپ صاحبان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں ......(دعوت کے ساتھی کسی شیخ سے) جو بیعت ہیں اور ان کو بیعت کے بعد جو ذکر بتلایا جاتا ہے اس کو نباہ

رہے ہیں یا نہیں؟ جن کو بارہ تسبیحات بتائی ہیں وہ پابندی سے پورا کرتے ہیں یا نہیں؟ جوذکر بارہ تسبیح کررہے ہیں ان کو آمادہ کرو کہ وہ ایک ایک چلہ رائے پور جاکر (حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کی خدمت اور ان کی خانقاہ میں) گذاریں۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۳۷، جمع کردہ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

ہمارے اس کام کا اصل مقصد

فرمایا: ہمارا مقصد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے طریقوں کو زندہ کرنا ہے، وہ شریعت، طریقت، سیاست ہے۔ (ارشادات ومکتوبات ص ۲۲)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمارہے ہیں کہ اس دعوت وتبلیغ سے ہمارا مقصد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے طریقوں کو زندہ کرنا ہے یعنی دعوت وتبلیغ سے مقصود محض گشت، فضائل، کی تعلیم، نکلنا، چلہ لگانا یہ اصل مقصد نہیں بلکہ مقصد کا ذریعہ ہے، اصل مقصد پورے دین کو زندہ کرنا اور زندگی کے ہر شعبہ میں آپ ﷺ کے لائے ہوئے طریقوں اور سنتوں کو زندہ کرنا ہے، اور یہ موقوف ہے تین چیزوں پر شریعت، طریقت، سیاست، اس کو اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے۔

شریعت سے مراد وہ احکام شرعیہ ہیں جن کا تعلق ظاہر سے ہے، مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، تجارت، ملازمت، صنعت وحرفت، زراعت وغیرہ کے شرعی احکام اور زندگی میں پیش آنے والے مختلف حالات مثلاً خوشی وغمی میں، رسول اللہ ﷺ کا طریقہ اور آپ کی سنتیں نیز ایک دوسرے کے حقوق کی معرفت اور اس کی ادائیگی، یہ سب شریعت ہے۔

طریقت سے مراد وہ احکام شرعیہ ہیں جن کا تعلق باطن سے ہے مثلاً قلب کو رذائل اور باطنی عیوب جیسے کینہ، بغض، حسد عداوت، بدگمانی، بدنگاہی، غیر اللہ کی ناجائز محبت سے اپنے باطن کو پاک وصاف کرنا اور فضائل ومحاسن سے آراستہ کرنا، مثلاً اللہ کی محبت، اللہ واسطے اہل اللہ سے محبت کا ہونا، دل میں عبادت کا ذوق وشوق ہونا، بجائے بخل کے

سخاوت کا جذبہ ہونا،فکرآخرت ہونا اور اللہ کی یاد سے غافل نہ ہونا وغیرذلک۔

یہ سارے امورطریقت کے دائرہ میں آتے ہیں جس کوتزکیہ وتصوف اور باطنی اخلاق سے بھی تعبیر کرتے ہیں، یہ بھی شریعت کا ایک حصہ ہے اور یہ دونوں قسمیں یعنی شریعت وطریقت کے دائرہ میں آنے والے جملہ امورعموماً وہ ہیں جن کا تعلق انفرادی و معاشرتی زندگی سے ہے۔

ان دو کے علاوہ ایک تیسری چیز سیاست ہے جس کا تعلق خاص طور پر اجتماعی زندگی سے ہے، اسلام کے بقاء وتحفظ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے طریقوں اور آپ کی شریعت کو باقی رکھنے کے لیے حدود شرع میں رہتے ہوئے سیاست سے جڑنا اور اس سے متعلقہ ضروری کام میں حصہ لینا بھی ہمارے مقاصد میں سے ہے مثلاً خدانخواستہ قرآن و حدیث کے خلاف کوئی قانون پاس ہو، مدارس ومساجد کے خطرہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہوا، اذان اور دیگر شعائر اسلام پر پابندی عائد کی جانے لگے، علماء اسلام اور نوجوانانِ اسلام کوظلما جیلوں میں بند کیا جانے لگے، فرقہ وارانہ فسادات ہونے لگیں، تبلیغی کام اوراس جیسی دینی تحریکوں پر حکومت کی نگاہیں خراب ہونے لگیں، مسلم پرسنل لا میں دست درازی کی جانے لگے، وغیرذلک، ان سب کے سدّ باب کے لیے ضرورت وحالات اور مصلحت کے مطابق سیاست وحکومت اور الیکشن وغیرہ میں بھی حدود شرع میں رہتے ہوئے حصہ لینا ضروری ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمارہے ہیں کہ ہمارا اصل مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے طریقوں کی حفاظت اوران کو زندہ کرنا ہے جو تین چیزوں پر موقوف ہے، شریعت، طریقت، سیاست۔

شریعت کے ذریعہ احکام شرعیہ ظاہرہ محفوظ ہوں گے اور یہ کام علماء اور اہل مدارس کے کرنے کا ہے، الحمدللہ علماء اور اہل مدارس کے ذریعہ یہ کام ہورہا ہے۔

طریقت کے ذریعہ شریعت کے احکام باطنہ یعنی تزکیہ نفوس اور تصفیہ قلوب کا کام ہوگا اور یہ کام خانقاہوں میں اوراس کے علاوہ بھی صوفیاء اور مشائخ کے ذریعہ الحمدللہ ہورہا ہے۔

تیسرا کام جو سیاست وحکومت سے متعلق ہے اس کے بغیر شریعت کے سارے احکام محفوظ نہیں رہ سکتے، اس لیے ضرورت ومصلحت کے مطابق سیاست وحکومت میں حصہ لینا اور اس میں دخیل بننا بھی ضروری ہے، جس کی طرف حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے توجہ دلائی ہے۔

یہ تینوں کام وہ ہیں جن کو مولانا محمد الیاس صاحبؒ اپنے اصل کام اور اصل مقصد کے لیے ضروری قرار دے رہے ہیں، ان تینوں کو زندہ رکھنا اور باقی رکھنا یہ اہل تبلیغ کا مقصد ہے، دعوت وتبلیغ کے ذریعہ یہ تینوں شعبے زندہ ہوں گے اور ان کے ذریعہ پورا اسلام محفوظ رہ سکے گا، اس لیے ہر داعی اور مبلغ کے لیے ضروری ہے کہ وہ علماء اور اہل مدارس کو اپنے مقصد کی تکمیل کرنے والا سمجھے ان کے کام کو اپنا کام سمجھے، صوفیاء اور مشائخ اور خانقاہوں کو بھی اپنے کام کا ایک جزء سمجھے، اور بقدر ضرورت واستطاعت حدود شرع میں رہتے ہوئے سیاست وحکومت میں بھی حصہ لے، مدرسے بھی ہمارے ہیں، خانقاہیں بھی ہماری ہیں، اور حکومت کے ایوانوں کو بھی اپنا بنانا اور اس کی فکر کرنا ہے، ہماری دعوت وتبلیغ کے ذریعہ یہ سارے شعبے زندہ ہونے چاہئے، یہ ہے دعوت وتبلیغ کا اصل مقصد جس کو مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے مختصر الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔

اب تحریر وتصنیف کے ذریعہ بھی دین کے جملہ احکام کی دعوت دی جائے

ایک نیازمند سے (جن کو مولانا کے تبلیغی کام سے بھی تعلق تھا اور اس کے علاوہ تحریر وتصنیف ان کا خاص مشغلہ تھا) ایک دن فرمایا:

”میں اب تک اس کو پسند نہیں کرتا تھا کہ اس تبلیغی کام کے سلسلہ میں کچھ زیادہ لکھا پڑھا جائے، اور تحریر کے ذریعہ اس کی دعوت دی جائے، بلکہ میں اس کو منع کرتا رہا

...........لیکن اب میں کہتا ہوں کہ لکھا جائے اور تم بھی خوب لکھو، مگر یہاں کے فلاں فلاں کام کرنے والوں کو میری یہ بات پہنچا کر اُن کی رائے بھی لے لو، (چنانچہ ان نامزد حضرات کو حضرت مولانا کی یہ بات پہنچا کر مشورہ طلب کیا گیا، ان صاحبان نے اپنی یہ رائے ظاہر کی کہ اس بارے میں اب تک جو طرزِ عمل رہا ہے وہی اب بھی رہے، ہمارے نزدیک یہی بہتر ہے)۔

حضرت مولانا کو جب ان حضرات کی یہ رائے پہنچائی گئی تو فرمایا پہلے ہم بالکل کسمپرسی کی حالت میں تھے، کوئی ہماری بات سنتا نہیں تھا اور کسی کی سمجھ میں ہماری بات آتی نہیں تھی، اس وقت یہی ضروری تھا کہ ہم خود ہی چل پھر کر لوگوں میں طلب پیدا کریں اور عمل سے اپنی بات سمجھائیں، اس وقت اگر تحریر کے ذریعہ عام دعوت دی جاتی تو لوگ کچھ کا کچھ سمجھتے اور اپنے سمجھنے کے مطابق ہی رائے قائم کرتے، اور اگر بات کچھ دل کو لگتی تو اپنی سمجھ کے مطابق کچھ سیدھی کچھ الٹی اس کی عملی تشکیل کرتے اور پھر جب نتائج غلط نکلتے تو ہماری اسکیم کو ناقص کہتے، اس لیے ہم یہ بہتر نہیں سمجھتے تھے کہ لوگوں کے پاس تحریر کے ذریعہ ہماری دعوت پہنچے...........لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی مدد سے اب حالات بدل چکے ہیں، ہماری بہت سی جماعتیں ملک کے اطراف میں نکل کر کام کا طریقہ دکھلا چکی ہیں، اور اب لوگ ہمارے کام کے طالب بن کر خود ہمارے پاس آتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو اتنے آدمی دے دیئے ہیں کہ اگر مختلف اطراف میں طلب پیدا ہو اور کام سکھانے کے لیے جماعتوں کی ضرورت ہو تو جماعتیں بھیجی جاسکتی ہیں۔

تو اب ان حالات میں بھی کس مپرسی والے ابتدائی زمانہ ہی کے طریقہ کار کے ہر ہر جزء پر جمے رہنا ٹھیک نہیں ہے، اس لیے میں کہتا ہوں کہ تحریر (یعنی تصنیف و تالیف) کے ذریعہ بھی دعوت دینی چاہیئے۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص: ۱۱۵، ملفوظ نمبر: ۱۳۹)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی تجویز اور خواہش

حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ (جو شروع سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ساتھ دعوت کے کام میں پورے طور پر جڑے ہوئے تھے اور حضرت کے معتمد بھی تھے وہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں):

حضرت موصوف (مولانا محمد الیاس صاحبؒ) چاہتے تھے کہ...... ہر طبقہ کے مناسب علیحدہ علیحدہ رسائل مرتب کرائے (جائیں) اور جو رسالہ جس طبقہ کے لیے لکھوایا خصوصیت سے اسی طبقہ میں اس کو پہنچایا گیا۔

اس تفصیل کے بعد یہ سمجھنا کہ اس کام کے صرف یہ ۵ نمبر ہیں، انہیں کی جانب دعوت دینی ہے، اور انہی کو دنیا میں پھیلانا ہے، انتہائی غلط فہمی ہے، اصل مقصد یہ ہے کہ دین کے لیے جدوجہد کرنا، اس کے لیے اپنے اوقات کو فارغ کرنا، اس راہ میں اپنے جان و مال خرچ کرنا جو دین کے عروج وفروغ کے لوازم سے تھا اور ملت سے بالکل مفقود ہو گیا تھا، اس سنت کو از سر نو جاری کیا جائے، اور ابتدائی کام کے لیے یہ ۵ نمبر مقرر کئے گئے تھے، جن کے ذریعہ پورے دین کی طرف توجہ ہو، اور تمام دینی امور عروج وفروغ پائیں۔

حضرت اقدس موصوف نور اللہ مرقدہ اس سلسلہ میں مجھ سے بہت کچھ لکھوانا چاہتے تھے، اپنی صحت کے زمانے میں بھی ان کے تذکرے رہتے تھے اور آخری مرض میں بار باران کی تکمیل اور اشاعت کی تاکید فرماتے رہے، وہ چاہتے تھے کہ یہ تمام چیزیں شائع ہو کر ان کے کام کا جزء بن جائیں اور کام میں کوئی سقم وخرابی باقی نہ رہے۔

حضرت اقدس موصوف چاہتے تھے کہ اسلامی امور کو سلجھی ہوئی صاف عبارت میں قرآن وحدیث سے ایسے انداز پر مرتب کر دیا جائے کہ دماغوں

کو ان کو قبول کرنے میں الجھن نہ ہو، اور دل ودماغ ان امور کو بخوبی اپنا لیں۔

(اسلام کا تبلیغی واصلاحی نظام ص: ۲۰۸-۲۰۹)

فائدہ: احقر جامع ومرتب عرض کرتا ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی تجویز یہ تھی کہ امت کے ہر طبقہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو بھی پیغام اور آپ کی تعلیم ہو اس طبقہ تک اِس دعوت وتبلیغ کے ذریعہ پہنچا دیا جائے، اور اس طرح پورا دین زندہ ہو جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو امت کے ہر طبقہ کا نبی بنا کر بھیجا ہے، اور آپ کے ذریعہ اعلان کرایا گیا ''قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعاً'' (پ۹ سورۂ اعراف) کہ آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب لوگوں کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، سب لوگوں میں امت کے تمام طبقات آ جاتے ہیں، حاکم بھی، محکوم بھی، علماء بھی، عوام بھی، تاجر بھی، کاشتکار بھی، باغ والے بھی، مالدار بھی، غریب بھی، ڈاکٹر، انجینئر اور دیگر علوم وفنون کے ماہرین بھی .... آپ سب کے نبی ہیں اور سب کے لیے آپ کی ہدایات اور واضح تعلیمات ہیں، جو کتاب وسنت میں موجود ہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ امت کے ہر طبقہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات وتعلیمات جو بھی ہوں اس طبقہ تک پہنچانا چاہتے تھے، اور غالباً اسی غرض سے مختلف رسائل بھی لکھوانا چاہتے تھے، الحمدللہ ہر زمانہ میں علماء کرام اِس کام کو کرتے چلے آئے ہیں، نائبین رسول، اہل علم نے ہر زمانہ میں ہر طبقہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو پہنچانے کی مختلف انداز سے کوششیں کی ہیں، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی بھی یہی کوشش تھی۔

تبلیغ میں تقریر وتحریر کی بھی ضرورت

ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

تبلیغی امور میں تحریراً، تقریراً اور عملاً ہر پہلو سے کوشش کرتے رہا کریں، دین کی

تکمیل تبلیغ کے فروغ کے بغیر ناممکن ہے۔ (مکاتیب مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۹۱)

تشریح: حضرتؒ نے اپنے اس مختصر ارشاد میں تبلیغ کے مختلف انواع اور اس کے مختلف طریقوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کے بغیر دین کی تکمیل نہیں ہوسکتی، اب سمجھنا چاہے کہ تبلیغی امور کیا ہیں اور ان کی ادائیگی کے طریقے کیا ہیں۔

تبلیغی امور کا دائرہ بہت وسیع ہے، تبلیغ فضائل کی بھی ہوتی ہے، مسائل کی بھی، اصول کی بھی، فروع کی بھی، عقائد کی بھی احکام کی بھی، ایمان کی بھی اسلام کی بھی، اپنوں کو بھی غیروں کو بھی، یہ سب تبلیغی امور اور اس کے انواع ہیں، ہر شخص ہر تبلیغ نہیں کرسکتا اور ہر ایک کے اندر ہر نوع کی تبلیغ کی صلاحیت بھی نہیں ہوتی، اور بہتوں کے اندر ہر نوع کی تبلیغ کی صلاحیت تو ہوتی ہے لیکن وقت میں گنجائش نہیں ہوتی، سب قسموں کی تبلیغ ایک آدمی نہیں کرسکتا، اس لیے تقسیم کار ضروری ہے، لیکن تبلیغ کے سارے انواع کا امّت میں پایا جانا ضروری ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ'' کہ اے نبی آپ پر جو کچھ نازل کیا گیا ہے سب کی تبلیغ کردیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ نازل کیا گیا اس میں فضائل ومسائل، ترغیب وترہیب کے مضامین، احکام شرعیہ فقہیہ سب ہی داخل ہیں، فضائل کی تبلیغ آسان ہے لیکن احکام ومسائل خصوصاً دقیق مسائل کی تبلیغ اور ان کی حفاظت کتابوں کے ذریعہ تدریس کے بغیر نہیں ہوسکتی، اس لیے یہ تبلیغ صرف علماء ہی کرسکتے ہیں یعنی درس وتدریس۔

پھر تبلیغ کے طریقے بھی مختلف ہوتے ہیں جن کی طرف حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اشارہ فرمایا ہے مختصر یہ کہ تبلیغ تقریر کے ذریعہ بھی ہوتی ہے یعنی زبان کے ذریعہ اور تبلیغ تحریر کے ذریعہ بھی ہوتی ہے یعنی مضامین ومقالات اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ۔ اور تبلیغ اپنے عمل کے ذریعہ بھی ہوتی ہے، یعنی اپنے عمل سے ایسا نمونہ پیش کرنا جس سے دوسروں کو عبرت ہو، اور جس کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی عمل کرنے لگیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں طرح کی تبلیغ فرمائی ہے، تقریر کے ذریعہ بھی

یعنی زبان کے ذریعہ جس میں منکرات پر نکیر کرنا، وعظ و تذکیر کرنا، خطبہ دینا، تقریر کرنا سب شامل ہے، خواہ جمعہ کے دن یا مختلف جلسوں میں یا خاص حالات میں، اسی طرح تحریر کے ذریعہ بھی، آپ نے دعوت دی، حکام کو خطوط لکھے، مختلف موقعوں پر دینی امور اور احکام شرعیہ املاء کرائے اور دوسروں تک بھجوائے، آپ کے بعد صحابہ و تابعین نے اس عمل کو زندہ رکھا، اور عمل کے ذریعہ بھی آپؐ نے تبلیغ فرمائی۔ امت کو چاہئے کہ تبلیغ کے تمام انواع کو زندہ رکھے اور سب طریقوں کو اختیار کرے کیونکہ ضرورت سب کی ہے، اسی وقت دین مکمل طور پر محفوظ رہ سکے گا۔ ورنہ نہیں۔

اللہ ایسی تقریروں سے اور ایسے جلسوں سے امت کی حفاظت فرمائے

فرمایا: بس تقریر رہ گئی، تحریر رہ گئی، جلسے شیطانی دھوکہ ہیں۔

(ارشادات ومکتوبات ص:۲۶)

امت محمدیہ کے امراض کہنہ میں عملی چیزوں کا بے محل اور بے ضرورت تقریروں پر اکتفا کرنا ہے۔ (ارشادات ومکتوبات ص:۳۳)

تشریح: حضرتؒ مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے امت کو جس بات سے آگاہ اور چوکنا فرمایا تھا وہ آج بکثرت دیکھنے میں آرہی ہیں، لوگوں نے بلکہ بہت سے مدرسہ والوں اور مقررین نے بس تقریر اور جلسہ ہی کو مقصود بنا رکھا ہے، اصلاحِ اعمال اور اصلاحِ اخلاق کی طرف کوئی توجہ نہیں، حیرت کی بات ہے کہ جلسہ ہوا سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے جس میں قصہ معراج اور فضیلت نماز اور اس کے ترک پر وعید کا بیان ہوا، لیکن اسی جلسہ کے شرکاء کی بڑی تعداد نماز چھوڑنے والی، جلسہ چلا دو بجے رات تک اور نمازِ فجر اکثر لوگوں کی غائب، جلسہ ہوا اصلاح معاشرہ کا جس میں پردہ کا بیان ہوا، اور اسی جلسہ میں اسٹیج میں مراہقہ جوان لڑکیوں نے نظمیں نعتیں پڑھیں، تصویر کشی ہوئی، ایسے ہی جلسے اور

ایسی ہی تقریریں وتحریریں بلاشبہ شیطانی دھوکہ ہیں، ان سے اجتناب اور ایسے جلسوں کی اصلاح ضروری ہے جن کا کوئی مفید نتیجہ حاصل نہ ہو۔

ورنہ ایسے جلسے جو واقعۃً حدودِ شرع کے ماتحت ہوں جن سے معاشرہ کی اصلاح اور منکرات پر نکیر ہوتی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام امت کو سنایا جاتا ہو، ایسی تحریریں جو قرآن وحدیث کی ترجمانی اور اصلاح امت کا کام کرتی ہوں، نہ صرف مفید بلکہ ضروری ہیں، دوسرے موقعہ پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے خود اس کی ہدایت اور تاکید فرمائی ہے۔ (جیسا کہ ابھی ماقبل میں گذرا)

تقریر کے ساتھ عملی نمونہ پیش کرنے کی ضرورت

ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

یہ بات میں سمجھتا ہوں کہ جب تک پبلک (عوام) کے سامنے عملی نمونہ نہ ہو تو محض منبروں پر کی تقریر عمل پر پڑنے کے لیے کافی نہیں ہوسکتی، اگر تقریر کے بعد عمل پر پڑ جانے کی اسکیم نہ ہو تو عوام کے اندر ڈھٹائی اور بے ادبی کے لفظ بولنے کی عادت پڑ جائے گی۔

(مکاتیب مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۶۸)

فائدہ: تقریر کے ساتھ عملی نمونہ کی صورت یہی ہوسکتی ہے کہ علماء کرام اپنی تقریروں میں جو باتیں بیان فرمائیں عوام الناس اس کے مطابق علماء کی نگرانی میں عمل شروع کردیں، اور حسب ضرورت علماء سے استفسار کرتے رہیں، اور مشورے لیتے رہیں۔

مثلاً عبادات کے متعلق کوئی مضمون بیان کیا کہ نمازوں کو درست کرنے کے لیے اذان اور قرآن پاک کا صحیح ہونا ضروری ہے، علم دین حاصل کرنا ضروری ہے، کسی کے انتقال کے بعد اس کا ترکہ ورثاء کے درمیان تقسیم کرنا ضروری ہے......ان سب پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ باہم مشورہ سے عمل شروع کردیں اور علماء کرام سے پوچھ کر عمل کریں۔ تب جاکر تقریر کا پورا فائدہ لوگوں کو ہوگا، واللہ اعلم۔ (مرتب)

کلکٹر صاحب و کمشنر صاحب کو داعی بننے کی تلقین

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

بندہ نے تو دین کے کام کا ارادہ کر رکھا ہے، ہندوستان ہو یا عرب، اس واسطے......
جناب کی خدمت میں دو باتیں ضروری (عرض کرنی) ہیں، غور سے سن لیں، ایک یہ کہ خاکسار نے حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب کی خدمت میں ''گوڑگانوہ'' کے ڈپٹی کمشنر صاحب کو جو کہ مسلمان ہیں، بھیجا، حضرت نے فرمایا مذہبی امور کی پابندی اور فروغ پر اور اس کا خود پابند ہونا، اور ہر طبقہ کو حسب حیثیت توجہ دلانا ہر مسلمان کا اہم ترین فرض ہے اور یہ خیالی رواجی فرائض نہیں بلکہ ایسا فرض ہے جس میں حق تعالیٰ کے یہاں سے سوال ہوگا لہٰذا آپ خود اور دوسرے لوگوں کو جو اس کے اہل ہوں اس پر آمادہ فرمادیں، سرکاری سب عملہ میں عموماً اور کلکٹر صاحب خصوصاً اس بات پر آمادہ ہوں اور سمجھیں کہ مذہب کی جڑ قرآن ہے کوئی خیالی چیز نہیں ہے، بلکہ مذہب وہ چیز ہے جو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) آسمان سے لے کر آئے۔

اس آسمانی دین کو اپنی عقل کی کدورت سے خالص رکھتے ہوئے اپنے کو کاربند بناویں اور اس کی ہر ہر چیز کی ترویج کا ارادہ کریں اور ان سب کی جڑ قرآن ہی ہے، اس کا خصوصاً اہتمام کریں۔ (ارشادات ومکتوبات ص:۱۵۰)

فائدہ: حضرتؒ نے اپنے اس مکتوب میں کلکٹر صاحب اور ان جیسے سمجھ دار پڑھے لکھے طبقہ مثلاً ڈاکٹر، انجینئر صاحبان اور دیگر عہدیدار احباب کو توجہ دلائی ہے خصوصیت کے ساتھ قرآن شریف کی طرف کہ اس کا اہتمام کریں، اہتمام کرنے میں دونوں باتیں شامل ہیں، الفاظ بھی، معانی و مطالب بھی، مطلب یہ کہ اس کے الفاظ کو پڑھنے پڑھانے کا رواج دیں، اس کی تلاوت کریں، اور ساتھ ہی اس کے معانی و مطالب کو معلوم کر کے حق تعالیٰ کا پیغام سمجھیں کہ یہی مذہب کی جڑ ہے اور اس کو اپنی زندگی میں

داخل کریں، اور اس کا رواج دیں۔ اور یہ بات درس تفسیر و درس قرآن کے حلقے قائم کیئے بغیر حاصل ہونا مشکل ہے۔ اس کے لیے اس کا اہتمام کرنا چاہیئے کہ اہل حق ماہر علماء کے درس قرآن کے حلقے قائم ہوں، اہل حق نہ کریں گے تو اہل باطل کریں گے، جس سے دین کو نقصان پہنچے گا۔

کافروں کے حقوق کو پہچاننے اور ادا کرنے کی فکر و دعاء

ایک دن دُعا کرتے ہوئے فرمایا:

''اے اللہ! کافروں پر تیرے بندے ہونے کی حیثیت سے جو شفقت اور جو ترحم ہم میں ہونا چاہیئے اور اس کی وجہ سے ان کے جو حقوق ہم پر عائد ہوتے ہوں ان کی ادائیگی کی توفیق کے ساتھ ان کے کفر سے ہمارے قلب میں پوری پوری نفرت اور کراہت پیدا کر''۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۶۷، ملفوظ نمبر:۸۷)

فائدہ: حضرت کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ کافروں کے کفر سے تو پوری طرح دل میں نفرت ہونا چاہیئے لیکن اس کے ساتھ ہی ان کے ساتھ شفقت و ہمدردی کا یہ جذبہ بھی ہونا چاہیئے کہ ان کے حقوق جو ہم پر عائد ہیں ان کو ادا کرنے کی کوشش کی جائے، یعنی ان کے ایمان لانے کی فکر کی جائے۔

ضرورت کے وقت کافروں سے بھی ملو اور ان کی خدمت کرو

ارشاد فرمایا: کفار کی خدمت مادی اس خیال سے کرو کہ اس کے ذریعہ سے دعوت حق کے پیش کرنے میں سہولت ہو، حق (کی اشاعت) کی طمع میں کفار تک کی بھی مادی خدمت کرو، کیونکہ دنیا اس کی جنت ہے، اس کے ذریعہ سے تم سے اس کو محبت ہوگی، اختلاط (یعنی کفار سے ملنا جلنا بھی ہونا چاہیئے) حق کی طمع میں۔

(ارشادات و مکتوبات ص:۶۸)

فائدہ: اس ملک میں اس وقت اسلامی حکومت نہیں، حکومت کی باگ ڈور عام طور پر غیر مسلموں کے قبضہ میں ہے، حضرت فرمارہے ہیں کہ ہر حال میں تم کو دعوت وتبلیغ کا کام کرنا ہے، کام میں رکاوٹ نہ ہو، حق کی اشاعت میں کوئی مانع نہ پیش آئے، اس ضرورت ومصلحت سے حسب ضرورت کفار سے بھی ربط رکھو، ان کی مادّی خدمت مثلاً کوئی احسان کردو، ہدیہ دے دو، کیونکہ وہ تو دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں، ایسا کرنے سے ان کو تم سے محبت ہوگی اور وہ تمہارے کاموں میں رکاوٹ نہیں بنیں گے، کوئی رکاوٹ پیش آئے گی تو تمہاری اعانت کریں گے، ساتھ ہی ان کی ہدایت اور تبلیغ اسلام کی نیت سے بھی ان کی خدمت کرو۔

کافروں سے تعلق رکھنے کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں (۱) معاملات (۲) مواساۃ (۳) مدارات (۴) موالات، اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

چھ نمبر میں اس کو بھی شامل کرلو

کافروں کو اسلام میں داخل کرنے کی بھی تدبیر کیجئے

ارشاد فرمایا: غیر قوموں کے ساتھ وہ برتاؤ کرو، جو اپنوں کے ساتھ کرتے ہیں، تاکہ وہ اسلام میں داخل ہوں، اس کو بھی نمبر میں (یعنی دعوتی اصول اور تبلیغی چھ نمبر میں) داخل کرو۔ (ارشادات ومکتوبات ص:۵۹)

تشریح: یہ تو یقینی بات ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ حسن اخلاق اور صفائی معاملات سے پھیلا ہے، اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ اسلام میں تعصب نہیں، دوسری قوموں کے ساتھ ہمارا عادلانہ ومنصفانہ برتاؤ وہ ہونا چاہیئے جو ہم اپنے مسلم بھائیوں سے کرتے ہیں، یہی چیز غیروں کو اسلام سے قریب کرے گی، بلکہ اسلام میں داخل کرے گی، ابتدائی دور میں بھی اسلام ایسے ہی پھیلا ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اپنے تمام تبلیغی احباب کو اسی امر کی طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی تمہارا برتاؤ اور حسن سلوک ایسا ہونا چاہئے جیسا کہ تم اپنے بھائیوں سے کرتے ہو، ایسا اس لیے کرو کہ ہمارے مذہب کی یہی تعلیم ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بھی یہی ہے، دوسرے اس نیت سے بھی کہ ہمارے اس برتاؤ سے وہ اسلام کے قریب ہوں اور اسلام کی خوبیاں مشاہدہ کر کے خود اسلام میں داخل ہو جائیں۔

یہ اتنی اہم اور ضروری ہدایت ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے فرمان کے مطابق تبلیغی نمبروں یعنی دعوتی اصولوں میں اس کو بھی شامل کر لینا چاہئے، خواہ اس طور پر کہ مستقل ایک نمبر کا اضافہ کیا جائے، یا جس نمبر میں اس کا شامل کرنا مناسب ہو (مثلاً چوتھا نمبر اکرام مسلم) اس میں شامل کر دیا جائے اور اکرام مسلم میں مسلم کی قید، قید اتفاقی سمجھ کر اکرام انسان کو پیش رکھا جائے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے اس فرمان سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ آپ غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کرنے اور اسلام کی تبلیغ سے غافل نہ تھے بلکہ آپ کے پیش نظر اور آپ کے نشانہ میں غیر مسلم حضرات برادران وطن بھی تھے کہ ان کو اسلام میں داخل کیا جائے اور اس کی تدبیر حضرت کے نزدیک یہ تھی کہ ان کے ساتھ مسلمان ہمدردی اور حسن سلوک کا وہ برتاؤ کریں جو مسلمانوں سے کیا کرتے ہیں۔

فائدہ: غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات اور برتاؤ کی چند شکلیں ہیں سب جائز ہیں، علاوہ ایک کے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) **معاملات:** یعنی غیر مسلموں سے خرید و فروخت، شرکت میں کاروبار کرنا، ان سے سامان خریدنا، بیچنا، قرض کا لین دین سب جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا ہے۔

(۲) **مواساۃ:** یعنی غیر مسلموں کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی کا برتاؤ کرنا مثلاً وہ محتاج ہے، تو اس کی حاجت پوری کرنا پڑوسی ہے، تو اس کی خبر گیری کرنا، وہ پریشان حال ہے تو اس کی مدد کرنا، اس کو قرض دینا، بیمار ہے تو اس کی عیادت کرنا، پڑوسی ہونے کی بنا پر اس کو ہدیہ دینا یہ سب بھی جائز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے نیز صحابۂ کرام کا اس کے مطابق عمل بھی رہا ہے۔

(۳) **مداراۃ:** اس کا مطلب یہ ہے کہ غیر مسلموں کا کوئی معزز شخص ہمارے پاس آئے یا اس سے کبھی سابقہ پڑے، خواہ وہ کوئی بھی ہو مثلاً سیاسی لیڈر، افسر، حاکم، عہدیدار، حضور پاک کا فرمان ہے جب کسی قوم کا معزز شخص تمہارے پاس آئے تو اس کا اکرام کرو۔

(۴) **موالاۃ:** کا مطلب ہوتا ہے غیر مسلموں سے قلبی دوستی، دلی میل و محبت کہ ان کو اپنا راز دار بنا لے، ان کے مذہبی امور اور تہواروں شریک ہونے لگے، کفر و اسلام اور کافر و مومن کی تفریق ختم کر دے، یہ ناجائز اور حرام ہے قرآن پاک میں مختلف موقعوں میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ رفتہ رفتہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے، دھیرے دھیرے غیر شعوری طور پر تمہارے اندر بھی کفر و شرک سرایت کر جائے گا اور تم کو پتہ بھی نہ چلے گا۔

غیر مسلموں میں دعوت و تبلیغ سے متعلق حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا جذبہ

مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ جو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے معتمد بھی تھے اور شروع سے رفیق سفر اور صاحب علم بھی، وہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ دین کے محض بعض شعبوں کو نہیں؛ بلکہ پورے دین کو دنیا میں پھیلانا چاہتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کی زندگی کا پورا نقشہ

سامنے لانا چاہتے تھے۔

حضرت اقدس مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کا اصل داعیہ غیر مسلموں میں کام کا تھا، اس لیے کہ انبیاء کرام کی بعثت کا اولین مقصد یہی کام تھا اور اسی کام سے ابتداء کی گئی تھی۔ مگر پھر خود مسلمانوں میں احساس عمل اور جذبۂ دعوت پیدا کرنے کے لیے مسلمانوں میں اصلاحی کام اس نہج پر شروع کیا گیا کہ ان میں دین کے لیے جدو جہد کا احساس اور دین کی دعوت کا جذبہ پیدا ہو۔

(اسلام کا تبلیغی اور اصلاحی نظام ص: ۲۰۷)

اس کام کے ذریعہ غیر مسلموں کے اسلام میں داخل ہونے کی توقع وتمنا

ارشاد فرمایا: مجھے بڑی امید ہے کہ اگر اس کو (یعنی اس دعوت وتبلیغ کے کام کو کما حقہ) لے کر کھڑے ہو جاؤ تو گاؤں کے گاؤں غیر مسلم کثرت سے مسلمان ہوں گے، اسلام میں ایک ذاتی حسن ہے۔ (ارشادات ومکتوبات ص: ۱۰)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی یہ امید اور توقع اسی وقت پوری ہوسکتی ہے جب ان طریقوں وتدبیروں کو اختیار کیا جائے جس کا ذکر ماقبل میں ہوا۔

جہاں تبلیغی کام مضبوط ہوگیا ہو وہاں ان کاموں کا اضافہ کردیجئے غیر مسلموں میں بھی تبلیغ کا اہتمام کیجئے

ارشاد فرمایا: میوات کے اندر تین چیزیں اہم ہیں مدارس، خانقاہیں، غیر مسلم میں اسلام پیش کرنا۔ (ارشادات ومکتوبات ص: ۸۲)

میوات میں (جہاں تبلیغی کام مضبوط ہو گیا ہے) حسب ذیل نمبروں کا اضافہ اور ہو گیا ہے۔

زکوٰۃ۔

علم فرائض۔(میراث کی تقسیم)

غیر مسلموں میں تبلیغ۔

مکتب۔ (ارشادات ومکتوبات ص:۸۳)

فائدہ: حضرتؒ نے امت کے سامنے جو تبلیغ پیش فرمائی اور اپنے تبلیغی کارکنوں کو آپ جس رُخ پر ڈالنا چاہتے تھے حضرت کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دائرہ بہت وسیع تھا، آپ کی نگاہ بہت دور تک تھی، آپ کے خیالات بہت بلند تھے، چنانچہ مذکورہ بالا ارشاد میں آپ نے سارے تبلیغ والوں، خصوصاً جو عرصہ سے کام میں لگے ہوئے ہیں، ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مدارس قائم کرو، خانقاہیں آباد کرو، غیر مسلموں میں تبلیغ کا بھی نظام بناؤ، ان کو بھی اسلام کی دعوت دو۔

چھ نمبروں کے ساتھ اپنے دائرہ عمل اور محنت کے میدان میں ان نمبرات کو بھی شامل کرلو (۱) زکوٰۃ زندہ کرو (۲) میراث تقسیم کرواور اس کا رواج دو (۳) مکتب کثرت سے قائم کرو (۴) غیر مسلموں میں بھی اسلام کی تبلیغ کرو۔

یورپین قوم کو اسلام کی دعوت دینے کی فکر وضرورت

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

کچھ زمانہ سے خاکسار کے فہم نارسا میں یہ مضمون آرہا ہے کہ کوئی قابل اور اہل شخص خاص معتدل طریقہ سے فطری اور اوسط الملل مذہب یعنی سچے اسلام کی طرف اس یورپین قوم کو زور وقوت اور پوری توجہ اور کوشش کے ساتھ دعوت الی الحق کرے، (یعنی ان کو اسلام کی دعوت دے) سواس کے لیے آپ کے سوائے کسی پر نظر نہیں جمتی۔اس وقت

یہ قوم برسر اقتدار ہے، اور ایک مدت سے حکمرانی کررہی ہے، سو اللہ تعالیٰ کی عادت مع الخلق پر نظر کرتے ہوئے یہ بات خیال میں آتی ہے (کہ اس قوم کو اسلام کی دعوت دی جائے)۔ (ارشادات ومکتوبات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۱۱۱)

یورپین قوم کو اسلام کی دعوت کیسے دی جائے؟ اسلام کا صحیح تعارف اور غیروں کے شکوک وشبہات دور کرنے اور اسلامی تعلیم کے محاسن اور خوبیوں کو بیان کرنے کی ضرورت

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

اس کے واسطے پہلی بات اس طرز وطریق کو متعین کرنا ہے جو اس کے لیے اختیار کیا جائے، جس میں چند امور قابل لحاظ سمجھ میں آرہے ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ مناظرے اور صریح کسی پر چوٹ کرنے سے محفوظ ہو۔

(۲) دوسرے جو جو خرابیاں (اور بدگمانیاں) اپنے مذہب کی ان کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہیں ان کا شافی جواب لیے ہوئے ہوں۔

(۳) اور اپنے مذہب کی اصولی چیزوں مثلاً حسن تعلیم (یعنی اسلام کے محاسن و فضائل) وغیرہ کی خوبیوں پر روشنی ڈال رہی ہو، باوجود اس کے مختصر ہونے کے بنا پر عام (یعنی عام لوگوں کے فائدہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے) اشاعت کے قابل مختصر چیز کی اشاعت آسان ہوتی ہے۔

(ارشادات ومکتوبات ص:۱۱۲)

فائدہ: حضرت مولانا کے فرمان کے مطابق غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کے لیے یہ تین چیزیں بنیاد کا درجہ رکھتی ہیں، ایک تو یہ کہ بلاضرورت مناظرانہ انداز نہ اختیار کیا جائے، طعن وتشنیع کے انداز سے گریز کیا جائے۔

دوسرے اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جس نوع کی بھی بدگمانیاں ان کے ذہنوں میں بیٹھی ہیں، ان سب کو دور کرنے کی کوشش کی جائے، تاریخی پہلو سے بھی نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر جو اعتراضات ہوں ان کو بھی دور کیا جائے۔

تیسرے اسلام اور اسلامی تعلیمات کے محاسن وخوبیاں خوب کثرت سے بیان کی جائیں، اس مقصد کے لیے مختصر رسالے اور مضامین مختلف زبانوں میں شائع کئے جائیں، مختصر چیزوں کی اشاعت زیادہ آسان ہوتی ہے۔

یہ سارے کام علماء محققین اور دینی مدارس و تحقیقی مراکز کے بغیر انجام نہیں پا سکتے، اس لیے ایسے علماء کا وجود بڑی نعمت ہے جو اس کام کو کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔

سیاسی کام کرنے والے بھی قابل قدر و قابل شکر ہیں

فرمایا...... میں سیاسی کام کرنے والوں کا بھی ممنون ہوں انہوں نے گورنمنٹ کو اپنی طرف متوجہ کئے رکھا جس کی وجہ سے میں اطمینان سے اتنے دنوں اپنا کام کر سکا۔

آخر میں رخصت ہوتے وقت ان صاحب نے دُعا کی درخواست کی تو اس پر فرمایا:

”حضرت! ہر مسلمان کے لیے اس کی غیبت میں دعا کرنا درحقیقت اپنے لیے دعا کرنا ہے، حدیث میں ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کے لیے خیر وفلاح کی کوئی دعا کرتا ہے تو اللہ کے فرشتے کہتے ہیں **ولک مثل ذلک**، یعنی اے اللہ کے بندے یہی چیز اللہ تجھے بھی دے، پس ہر مسلمان کے لیے کسی بہتری کی دعا درحقیقت فرشتوں سے اپنے لیے دعا کرانے کی ایک یقینی تدبیر ہے“۔

(ملفوظات ص:۱۳۹، ملفوظ نمبر:۱۵۹)

دین کی اور امت کی حفاظت کے لیے سیاست وحکومت میں بھی حصہ لینا ہماری ترتیب میں شامل ہے

فرمایا: مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کی برکت سے انگریزوں کا مقابلہ ہوتا ہے، یہ کام بھی نہیں چھوڑنا ہے، میرے پاس تمام باتوں کے لیے طریقے ہیں۔

(ارشادات ومکتوبات ص: ۳۸)

تشــریح: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی نظر دین کے سارے شعبوں پر تھی اور آپ امت کی اور دین کی حفاظت کے لیے باطنی اسباب (یعنی دعا وتوکل) کے ساتھ ظاہری اسباب وظاہری تدابیر سے بھی غافل نہ تھے کیونکہ سنت نبویہ یہی ہے۔

سیاست وحکومت بھی دین کا اہم شعبہ ہے، اس کے متعلق کتاب وسنت میں ہدایات موجود ہیں، حکومت اسلامی ہو یا غیر اسلامی، ہم حاکم ہوں یا محکوم، ہر حالت کے لیے اسلام میں ہدایات موجود ہیں جو علماء کرام سے معلوم ہوسکتی ہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اس وقت اور اس حالت کا تذکرہ فرمایا جب کہ ہمارے اکابر علماء انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے اور ان سے مقابلہ کرنے میں مشغول تھے، حضرت نے فرمایا مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کی ہمت و برکت سے انگریزوں سے مقابلہ ہورہا ہے، یہ کام بھی ہمارا ہے اس کام کو بھی نہیں چھوڑنا، جس کے جیسے حالات ہوں اور جس کے اندر جس کام کی صلاحیت ہو اس کے مطابق اس کام کو انجام دینا چاہیئے، ہر فرد اور ہر جماعت سارے کام نہیں کرسکتی، اس کے لیے تقسیم کار ضروری ہے، ایک جماعت ایسی بھی ہونی چاہیئے جو اس کام کو انجام دے، دین کے دوسرے کاموں کے ساتھ سیاست وحکومت سے متعلق جو ضروری کام ہیں، حدود شرع میں رہ کر علماء سے رہنمائی حاصل کرکے ان کو بھی کرنا چاہیئے، یہی مطلب ہے حضرتؒ کا۔

حُکّام واہل سیاست کی اصلاح اوران کوتبلیغ کرنے کا طریقہ

فرمایا...... جولوگ گورنمنٹ کے وفادار اور حامی سمجھے جاتے ہیں درحقیقت وہ کسی کے بھی وفادار اور حامی نہیں ہیں، بلکہ صرف اپنی اغراض کے وفادار ہیں، البتہ آج چونکہ ان کی وہ دنی (حقیر اور معمولی) اغراض موجودہ گورنمنٹ سے پوری ہوتی ہیں اس لیے وہ ان کے حامی اور وفادار بنے ہوئے ہیں، لیکن اگر کل ہی کوان کی اغراض گورنمنٹ کے دشمنوں سے پوری ہونے لگیں تو وہ اسی درجہ میں ان کے بھی حامی اور وفادار ہوجائیں گے، ورنہ حقیقی طور پرتو ایسے غرض پرست لوگ اپنے باپ کے بھی وفادار نہیں ہوتے، توان لوگوں کی اصلاح کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ ان کو بُرا بھلا کہا جائے یا بس گورنمنٹ کی مخالفت پران کو آمادہ کیا جائے، ان کی اصلی بیماری ''غرض پرستی'' ہے اور جب تک یہ ان میں موجود رہے گی اگر گورنمنٹ کی حمایت انہوں نے چھوڑ بھی دی تو اپنی اغراض کے لیے وہ کسی اور ایسی طاقت کے ایسے ہی وفادار بنیں گے، اس لیے کرنے کا کام یہ ہے کہ ان میں غرض پرستی کے بجائے خدا پرستی پیدا کی جائے اور اللہ اور اس کے دین کا انہیں سچا وفادار بنانے کی کوشش کی جائے، اس کے بغیر ان کی بیماری کا علاج نہیں ہوسکتا۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۲۱، ملفوظ نمبر:۱۱)

ہم حکومت اوراقتدار سے کیوں محروم کردیئے گئے؟

اس سوال پر کلام کرتے ہوئے کہ:

''مسلمانوں کوحکومت واقتدار کیوں نہیں بخشا جاتا؟'' فرمایا:

اللہ کے احکام اور اوامر ونواہی کی حفاظت ورعایت جب کہ تم اپنی ذات اور اپنی منزلی زندگی میں نہیں کررہے (جس پر تمہیں اختیار حاصل ہے اور کوئی مجبوری نہیں ہے) تو دنیا کا نظم ونسق کیسے تمہارے حوالہ کردیا جائے۔

ایمان والوں کو حکومت ارضی دینے سے تو منشاء الٰہی یہی ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی مرضیات اور اس کے احکام کو دنیا میں نافذ کریں تو تم جب اپنے حدود واختیار میں آج یہ نہیں کر رہے ہو تو حکومت تمہارے سپرد کر کے کل کے لیے تم سے اس کی کیا امید کی جاسکتی ہے؟۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۲۰، ملفوظ نمبر:۱۰)

دعوت وتبلیغ کے دو طریقے اور ہماری تحریک کا خلاصہ

فرمایا: ہماری تحریک کا خلاصہ علی سبیل الدعایۃ کام کرنا ہے، ہم علی سبیل السیاسۃ کرنے کے اہل نہیں رہے۔ (ارشادات ومکتوبات ص:۱۶)

تشــریح: ''علی سبیل الدعایۃ'' کا مطلب ہے کہ نرمی وشفقت اور حکمت سے لوگوں کو دین کی دعوت دینا، اور ''علی سبیل السیاسۃ'' کا مطلب ہے کہ حکومت وسیاست کی ماتحتی میں سختی اور قوت سے حق بات پہنچانا اور اصلاح کی کوشش کرنا، جو نہ مانے اس پر سخت کارروائی کرنا، دعوت وتبلیغ کے دونوں ہی طریقے ہیں۔

دونوں طریقوں میں فرق یہ ہے کہ ''علی سبیل الدعایۃ'' کام کرنے میں خوشامد و عاجزی اور نرمی کا پہلو ہوگا کیونکہ ہمارے پاس زبردستی منوانے کی طاقت نہیں، جب کہ دوسرے طریقہ یعنی ''علی سبیل السیاسۃ'' میں قوت کے ذریعہ بات کو منوانا ہوگا، نہ ماننے والے پر حکومت کی طرف سے سختی کی جائے گی، اس نوع کی دعوت اسلامی حکومت کی ماتحتی ہی میں ہوسکتی ہے، اور اسلامی حکومت ہی اس کی مکلّف ہے کہ حکومت وقوت کے ذریعہ حق کو پہنچائے، معروفات کو پھیلائے اور تمام منکرات ومعاصی کو ختم کرنے کی کوشش کرے، یہ حکومت کی ذمہ داری اور اسلامی حکومت کے مقاصد میں شامل ہے، آیت: **اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ** (الآیۃ پ:۱۸) میں اور حدیث ''**مَنْ رَاٰی منکم منکراً**'' الخ، کے پہلے درجہ میں یہی صورت مراد ہے۔ اسلامی حکومت میں شعبۂ احتساب اسی مقصد کے لیے قائم کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس چونکہ حکومت و طاقت نہیں اس لیے ہم علی سبیل السیاسۃ دعوت کا کام نہیں کر سکتے، ہماری تحریک کا کام علی سبیل الدّعایۃ کرنا ہے، یعنی نرمی اور عاجزی کے ساتھ۔

اسلام حکومت سے نہیں حسن اخلاق سے پھیلا ہے

فرمایا: میں مکہ گیا، علماء کو جمع کیا، امت کی تنزلی کے اسباب پوچھے سب نے ادھر ادھر کے اسباب بیان کئے کہ حکومت نہیں ہے، بھلا حکومت سے اسلام کا کیا تعلق؟ حکومت سے اسلام نہیں پھیلا، اسلام سے حکومت پیدا ہوئی۔

(ارشادات ومکتوبات ص:۲۷)

تشــریح: یہ تو مخالفین اسلام کا اسلام پر غلط اعتراض اور الزام ہے کہ اسلام حکومت کے دباؤ اور تلوار کے زور سے پھیلا ہے، نہیں نہیں، اسلام تو صفائی معاملات اور حسن اخلاق سے پھیلا ہے، سیکڑوں واقعات اس پر شاہد ہیں، البتہ جب اسلام پھیل گیا، اہل اسلام کی قوت و کثرت ہوگئی تو اسلامی حکومت بھی اللہ تعالیٰ نے قائم فرمادی، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر تم صحیح معنی میں سچے پکے مومن بن جاؤ گے تو ہم تم کو تمکین اور خلافت فی الارض سے سرفراز کریں گے، یعنی تم کو غلبہ، حکومت واقتدار بھی دیں گے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِيْ الاَرْض، (الآیۃ پ:۱۸)۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب تمام مسلمانوں کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ تم اپنے اعمال واخلاق کو درست کرلو، اسلام کی ترقی خود بخود ہوجائے گی، حکومت تمہاری ہو یا غیروں کی تمہارے اعمال واخلاق ایسے ہونے چاہئے جو خود غیروں کے دلوں میں اسلام واہل اسلام کی محبت پیدا کردیں۔

یہ صحیح ہے کہ شریعت کے بہت سے احکام ایسے ہیں جو اسلامی حکومت کے بغیر نافذ

نہیں ہوسکتے، مثلاً چوری، زنا، قتل، شراب نوشی کی سزا، اور حدود وقصاص کا نفاذ، اسلامی حکومت کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اس معنی کر یہ بات بھی کہی جاسکتی ہے کہ بہت سے اسلامی قوانین کی تنفیذ حکومت کے ذریعہ ہوئی، اور اسلام کا ایک حصہ حکومت سے پھیلا، اس پہلو سے ہم کو اسلامی قوانین کے نفاذ اور پورے طور پر اسلامی احکام کو جاری کرنے کے لیے اسلامی حکومت کی بھی ضرورت ہے۔ البتہ اسلام کے دوسرے احکام اور توحید ورسالت کی تبلیغ اور اسلام کی اشاعت مسلمانوں کے حسن اخلاق اور صفائی معاملات ہی سے ہوتی ہے اور حکومت اسلامیہ کا قیام بھی اسی سے ہوگا۔

اس لیے مسلمانوں کو اپنے صفائی معاملات اور حسن اخلاق کی طرف خصوصی توجہ دینا چاہیئے، اپنے اعمال واخلاق اور عادات کو درست کرنا چاہیئے، یہی دعوت وتبلیغ کا اہم مقصد ہے اس کی برکت سے انشاء اللہ اسلام کی اشاعت بھی ہوگی۔ اور حکومت واقتدار حاصل نہ ہونے کی صورت میں ہم ان احکام پر عمل نہ کرنے کے مکلّف ہی نہیں جو حکومت اسلامیہ کے بغیر انجام نہیں دیئے جاسکتے، مثلاً حدود وقصاص کا اجراء ونفاذ۔

احکام ومسائل کی تبلیغ

اوران کی اہمیت

باب۴

ایمان کے ساتھ علم کا رشتہ

قبول ایمان کے بعد پہلا مرحلہ طلب علم

اِنَّ الَّـذِیْـنَ اٰمَـنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓـئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ۔ (سورہ بقرہ پ:۲)

ترجمہ: بے شک جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستہ میں کوشش کی یہی لوگ رحمت کے امیدوار ہیں۔

اول ایمان لانا، بعدہ طلب علم کے لیے ہجرت کرنا اور پھر کوشش کرنا یہاں تک کہ جان تک کا ارادہ کرلیوے، بس دین اس طرح سے آتا ہے اس کے علاوہ نہیں آتا، اور دین قرآن سے آتا ہے قرآن والوں کو اس کے ماتحت زندگی گذارنی ہے۔

(ارشادات ومکتوبات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۵۰)

تشریح: ایمان لانے کے بعد سب سے پہلا فریضہ جو آدمی پر عائد ہوتا ہے وہ علم دین کی طلب کا ہے، ایمان کے بے شمار درجات ہیں، علم دین سیکھنے کا مطالبہ ایمان کے بلند درجات حاصل کرنے یعنی ایمان کو پختہ اور کامل کر لینے کے بعد نہیں ہے، بلکہ ایمان کا ادنیٰ درجہ جس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار ہوتا ہے، اس کے بعد ہی حلال وحرام کے مسائل اور نماز وقرآن سیکھنے کا آدمی مکلّف بن جاتا ہے، حدیثوں میں واقعات آئے ہیں کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نومسلم صحابہ کو قرآن پاک اور نماز سکھلائی، بہت سے

وفود (مثلاً وفد عبدالقیس کے لوگ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، ایمان لانے کے بعد سب سے پہلے انہوں نے حلال وحرام کے علم کو سیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسے ہی امور سکھلائے، جن برتنوں کا استعمال کرنا حرام ہے، ان برتنوں تک کا آپ نے تذکرہ فرمایا۔

حضرت امام نوویؒ نے وفد عبدالقیس کی آمد اور منقذ بن حیّان کے مشرف باسلام ہونے کا قصہ تفصیل سے ذکر فرمایا ہے، جس میں پوری وضاحت سے یہ بات آئی ہے کہ قبول اسلام کے بعد سب سے پہلے آپ نے سورہ فاتحہ اور **اقرأ باسم ربک الذی خلق** سکھلائی اور وفد عبدالقیس کی آمد پر ان کو حلال وحرام کی ضروری باتیں بتائیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبولِ ایمان کے بعد سب سے پہلا مرحلہ علم دین حاصل کرنے اور قرآن پاک سیکھنے کا ہے۔

حدیث پاک کے مختصر الفاظ اور امام نووی کی عبارت درج ذیل ہے:

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، أمنقذ بن حیان؟ کیف جمیع ھیئتک وقومک ثم سألہ عن أشرافھم رجل رجل یسمیھم بأسمائھم .... فأسلم منقذ وتعلّم سورۃ الفاتحۃ واقرأ باسم ربک الخ.

عن ابن عباس قال قدم وفد عبدالقیس علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یا رسول اللہ ...... مرنا بأمر نعمل بہ وندعوا إلیہ من ورائنا، قال آمرکم بأربع وأنھاکم عن أربع الحدیث۔

(مسلم شریف باب الامر بالایمان باللہ تعالیٰ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم، نووی ۱/۱۸۱، مطبوعہ مصر)

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان لانے کے بعد سب سے پہلا کام علم دین حاصل کرنے کی کوشش کرنا اور اس کے لیے سفر کرنا ہے جس کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے فرمایا ہے: ''ایمان لانا، بعدہ طلب علم کے لیے ہجرت کرنا''۔

ہجرت سے مراد اللہ کے راستہ میں نکلنا، اللہ کے واسطے گھر کو چھوڑنا، رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله حتى يرجع**۔ (مشکوۃ شریف کتاب العلم) جو شخص علم کی طلب میں نکلا وہ جب تک کہ گھر واپس نہ آجائے اللہ کے راستہ میں ہے۔

اس سے علم دین سیکھنے اور اس کے لیے ہجرت کرنے، سفر کرنے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، صحابہ کرام کی زندگی یہی بتلاتی ہے کہ ایمان لانے کے بعد وہ طلب علم اور طلب دین کے لیے سفر کرتے تھے، جس میں وہ قرآن پاک کے الفاظ و معانی سب ہی کچھ سیکھتے اور سمجھتے تھے، اور یہی مطلب ہے صحابہ کے اس فرمان کا کہ **تعلمنا الإيمان ثم تعلمنا القرآن** (ابن ماجہ ص:۷) کہ پہلے ہم نے ایمان سیکھا، پہلے ہم ایمان میں داخل ہوئے پھر ہم نے قرآن پاک سیکھنا شروع کردیا، یہ نہیں کہ ایمان میں داخل ہونے اور قبول اسلام کے بعد غافل ہوگئے، اور علم و عمل میں کوتاہی کرنے لگے نہیں ایمان لانے کے بعد ہی علم و عمل میں لگ گئے، یہ مطلب بھی نہیں کہ ایمان کا اعلیٰ درجہ اور اعلیٰ مقام حاصل کرلیں اس کے بعد قرآن سیکھنے کا نمبر آیا ہو۔ اگر یہ مراد ہے تو ایمان کے اتنے درجات ہیں کہ مرتے دم تک سارے مراتب حاصل نہیں ہوسکتے، تو مطلب یہ ہوگا کہ ایسا شخص پھر قرآن پاک ہی نہ سیکھے، صحیح بات یہی ہے کہ ایمان قبول کرنے کے بعد آدمی علم دین اور قرآن سیکھنے کا مکلّف بن جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی اس میں بھی علم سیکھنے اور پڑھنے پڑھانے کا ذکر اور اسی کا امر ہے **اقرأ باسم ربک** الآیۃ۔ یہی وہ علم ہے جس کے سیکھنے والے کے لیے فرشتے اپنے پر بچھاتے اور دریا کی مچھلیاں اور چیونٹیاں تک طلبۂ علم دین کے لیے دعائیں کرتی ہیں، اس کی اہمیت اس وجہ سے زیادہ ہے کہ علم دین اور قرآن کے بغیر دین نہیں آسکتا ہے۔ دین آتا ہے اور ایمان بنتا ہے قرآن کے ذریعہ سے، اس لیے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تبلیغی احباب کو علم دین سیکھنے کی طرف توجہ دلائی ہے، البتہ اس کے بعد اب مجاہدہ کرنا اور دین پھیلانے کی کوشش کرنا ہے، یہ ہے کام کی ترتیب اور اس میں بھی ضرورت پیش آئے گی تقسیم کار کی، کچھ لوگ یہ کام کریں کچھ لوگ دوسرے کام کریں۔

احکام ومسائل کی اہمیت

فرمایا: عمل پلیٹ فارم ہے اوراوامر (یعنی حق تعالیٰ کے احکام شرعیہ، مسائل فقہیہ)رسّیاں ہیں، ان اوامر کی رسّیوں کے ذریعہ اللہ تک پہنچ سکتے ہیں۔

(ارشادات ومکتوبات ص:۱۴)

تشریح: ایمان کے بعد سب سے اہم چیز اعمال ہیں، جس پر جنت میں داخلہ کوموقوف قراردیا گیا ہے، قرآن پاک میں جہاں کہیں جنت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ صرف ایمان پرنہیں بلکہ ایمان کے بعد اعمال صالحہ کرنے پر ہے، چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَھُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا'' (سورۂ کہف پ:۱۶) (ترجمہ) بے شک جولوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کے لیے اللہ کی طرف سے مہمان نوازی، جنت الفردوس کا مقام۔

اوراعمال وہی معتبر ہیں جوحق تعالیٰ کے اوامر یعنی احکام شرعیہ کے موافق ہوں ورنہ عند اللہ وہ عمل مقبول نہیں ہوگا، اس سے احکام شرعیہ ومسائل فقہیہ کی اہمیت معلوم ہوئی، اوامر یعنی احکام ومسائل یہی اللہ تعالیٰ کی رسّیاں ہیں، حق تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں، ان کے بغیر حق تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتے۔ دعوت وتبلیغ کے اصولوں میں تیسرے نمبر کا اصول علم وذکر ہے، اس علم سے مراد صرف فضائل کا نہیں بلکہ احکام ومسائل کا بھی علم مراد ہے، خواہ سبقاً سبقاً علماء سے پڑھ کر حاصل کرے یا معتبر کتابوں کے مطالعہ کے ذریعہ یا معتبر علماء اور مفتیوں سے زبانی مسئلے پوچھ کر اور فتوے لے کر۔

احکام ومسائل اور فتاویٰ کی اہمیت وضرورت

فرمایا: اگر خدا کے قانون پرنہیں چلوگے تو یہ نفس جوتمارا دشمن ہے ایسے راستے بتلائے گا جس سے تباہی ہوگی۔

اپنے تجربہ سے سبق نہ لو بلکہ خدا اور رسول کے احکام سے معلومات حاصل کیا کرو۔ عقل سے اللہ کو پہچاننے کا کام لو، احکامات میں عقل مت دوڑاؤ۔

(ارشادات ومکتوبات ص: ۲۶ و۲۷)

تشریح: ہماری زندگی کا کوئی بھی شعبہ ہو، پیدائش سے لے کر موت تک کے زندگی کا کوئی بھی عمل ہو، اور ہمارے دینی و تبلیغی کاموں کی کوئی بھی نوعیت ہو، تمام کاموں میں ہم سب اللہ کے قانون اور اس کے احکام کے پابند ہیں، اور اسی کے مکلّف بنائے گئے ہیں، کوئی کام کتنی ہی نیک نیتی اور کتنے ہی اچھے جذبہ واخلاص سے کیا جائے پوری امت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جب تک وہ کام شریعت کے مطابق اور مسئلہ کے موافق نہ ہوگا ہرگز ہرگز عنداللہ مقبول نہ ہوگا۔

اسی حقیقت کی طرف حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے لوگوں کو متوجہ فرمایا ہے کہ احکام ومسائل کے باب میں نہ عقل سے کام لو نہ تجربہ سے، اور نہ ہی مشورہ سے بلکہ یہاں تو محض کتاب وسنت کی نقل پر مدار ہے، کتاب وسنت سے جو مسئلہ ثابت ہے اس کے آگے مشورہ، عقل وتجربہ سب چھوڑ دو، ہاں عقل سے اللہ کو پہچاننے کا کام لو، رہ گئے زندگی کے ہر شعبہ کے احکام ومسائل یہ علماء سے معلوم ہوں گے، الغرض حضرتؒ نے تمام تبلیغی احباب کو احکام ومسائل کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اس سے غافل نہ ہوں ورنہ شیطان تباہی کے گڑھے میں گرادے گا اور پتہ بھی نہ چلے گا۔

اصل دین احکام ومسائل ہی ہیں

فرمایا: دین کیا چیز ہے؟ احکام کے مجموعہ کا نام (دین) ہے۔

(ارشادات ومکتوبات ص: ۴۸)

فائدہ: دین کے متعلق لوگوں کے مختلف نظریات اور مختلف خیالات ہیں، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ دین کا تعلق صرف عبادات سے ہے، نماز روزہ کی پابندی کر لینا بس یہی

دین ہے، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ سال میں حج وعمرہ کر لینا، یا جہاد میں شریک ہونا، خون بہا دینا بس یہ دین ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ خانقاہوں میں بیٹھ کر مراقبے کرنا اوراذ کار و اوراد کے معمولات پورے کر لینا بس یہ دین ہے، بہت سے حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ نہیں اللہ کے راستہ میں وقت لگانا تین دن، چلہ، چار ماہ لگانا اور روزانہ کے ڈھائی گھنٹے اور ملاقاتیں وغیرہ بس یہی دین ہے، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ معاملات کی صفائی اور حسن اخلاق یعنی ہر ایک سے خوش مزاجی سے ملاقات کرنا، ملنسار ہونا، دوسروں کی خدمت کرنا، نفع پہنچانا بس یہ دین ہے۔ الغرض دین کے تعلق سے لوگوں کے مختلف نظریات مختلف خیالات ہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے مختصر سے جملہ میں دین کی حقیقت کو واضح فرما دیا کہ جتنی باتیں لوگوں نے بیان کی ہیں بے شک یہ سب بھی دین ہیں، لیکن کُل دین نہیں، کامل دین کا یہ معیار نہیں، ہاں یوں کہئے کہ ان اعمال واخلاق اور اوصاف کا بھی دین سے تعلق ہے لیکن یہ کل دین نہیں۔

اصل دین اور کامل دین تو حق تعالیٰ کے احکام وقوانین کے مجموعہ اور اس کے مطابق عمل کرنے کا نام ہے، جو قرآن وحدیث میں کتاب وسنت میں بیان کئے گئے ہیں خواہ اس کا تعلق عقائد وعبادات سے ہو، یا اخلاق ومعاملات اور معاشرت وسیاست سے ہو۔

مختصر الفاظ میں احکام الٰہیہ اور قوانین شرعیہ جو کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں زندگی کے جس شعبہ سے بھی متعلق ہوں ان قوانین شرعیہ میں احکام الٰہیہ پر اخلاص سے عمل کرنا یہی دین ہے، اور یہی کمال دین کا معیار ہے۔

اس کا نام آپ کچھ بھی دے لیجئے، قرآن وحدیث پر عمل کرنا کہئے، ائمہ مجتہدین کی تقلید اور علماء کے بتلائے ہوئے مسئلوں اور فتوؤں پر عمل کرنا کہئے، بزرگوں کی ہدایات و ارشادات پر عمل کہئے، حقیقت سب کی ایک ہے کہ احکام الٰہیہ وشرعیہ پر عمل کرنا، اب

زندگی کے ہر ہر شعبہ سے متعلق اور دن رات میں پیش آنے والے واقعات اور ہر ہر وقت کے متعلق معلوم کر لینا چاہئے کہ اس وقت کے لیے حکم خداوندی کیا ہے، عبادات کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کیا احکام ہیں، روزہ اور حج کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا ہدایتیں ہیں، بیوی بچوں کے حقوق اور ان کے ساتھ برتاؤ کے متعلق آپ کے کیا ارشادات اور آپ کا اسوہ حسنہ کیا ہے، کاروبار اور تجارت کے متعلق شریعت نے کون کون سے احکام بیان کئے ہیں، کن کن باتوں سے بچنے کی ہدایت کی ہے، اخلاق ظاہرہ و باطنہ (غیبت، چغلی، کینہ، بغض، حسد وغیرہ) سے متعلق اسلام کی کیا ہدایات ہیں، رشتہ داروں، پڑوسیوں کے کیا حقوق بیان کئے گئے ہیں، سیاست وحکومت کے تعلق سے ہم حاکم ہوں یا محکوم، ان جیسے حالات میں شریعت کا ہم سے کیا مطالبہ ہے، دین کے خاطر قربانی دینے، اللہ کے راستہ میں نکلنے، جہاد کرنے کے شرعی حدود و قیود کیا ہیں؟ جن کے ہم مکلّف بنائے گئے ہیں۔

الغرض زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق احکام شرعیہ کی پیروی کرنے کا نام ہی دین ہے، اسی کو حضرت مولانا نے فرمایا کہ احکام کے مجموعہ کا نام دین ہے۔

کامل دین کی حقیقت

فرمایا: قانونِ خداوندی کا نام دین ہے۔ (ارشادات ومکتوبات ص:٦٤)

تشــریح: حضرتؒ نے دین کی حقیقت کو سمجھایا ہے کہ دین صرف چند مخصوص اعمال کے مجموعہ کا نام نہیں ہے کہ عبادات، ریاضات، تصوف، خانقاہ، دعوت وتبلیغ، بس یہ کل دین ہے، نہیں نہیں، بلکہ اصل دین تو قانونِ خداوندی پر عمل کرنے کا نام ہے، مثلاً عبادات و معاملات کے متعلق قانون خداوندی کیا ہے، آپ جس شعبہ سے متعلق ہیں، تجارت، ملازمت، کاشتکاری، یا کوئی پیشہ اس کے متعلق قانونِ خداوندی کیا ہے، اسی

طرح افراد و جماعت کے متعلق مثلاً والدین کے متعلق، بیوی کے متعلق، اولاد کے متعلق، رشتہ داری کے متعلق، پڑوسیوں کے متعلق، ائمہ ومؤذنین اور علماء اسلام کے متعلق قانونِ خداوندی اور حکم الٰہی کیا ہے، زندگی کے ہر شعبہ اور تمام افراد سے متعلق شریعت کے حکم کو معلوم کرنا، اور اس کے مطابق عمل کرنا، شریعت کی روشنی میں سب کے حقوق ادا کرنا بس یہی دین ہے، بہت بڑا دھوکہ ہے کہ آدمی صرف چند چیزوں کو اختیار کر لے، مثلاً عبادت وریاضت میں، تصوف و خانقاہ میں، دعوت وتبلیغ میں ایسے طور پر منہمک ہوجائے کہ دوسرے اوامر الٰہیہ اور حقوق واجبہ کی بھی رعایت نہ کر سکے، اور اس کو کُل دین سمجھے۔

احکام ومسائل کی تبلیغ کی فکر

احکام دین سکھانے کے لیے جماعتوں کی روانگی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جماعتیں بنا بنا کر احکامِ دین سکھانے کے لیے بھیجتے تھے، اب ضرورت ہے کہ اس طریقۂ تبلیغ کا پھر احیاء ہو۔

(مولانا محمد الیاس صاحبؒ اوران کی دینی دعوت ص:۱۶۶)

تشریح: تبلیغ جس کا حکم قرآن پاک میں دیا گیا ہے:

’’بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ ‘‘(سورۂ مائدہ پ:٦) کہ جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے ان سب کی تبلیغ فرمادیجئے، اور ظاہر بات ہے کہ آپ پر جو کچھ نازل کیا گیا ہے اس میں فضائل بھی ہیں، مسائل بھی، اصول بھی فروع بھی، عقائد بھی احکام بھی، سب ہی کی تبلیغ کا حکم ہے، تبلیغ فضائل کی بھی ہوتی ہے اور مسائل کی بھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اور آپ کے طریقۂ تبلیغ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مختلف موقعوں پر صحابہ کو احکام اور مسائل کی تعلیم وتبلیغ کے لیے بھیجا، ایک موقع پر ستر قراء کو تعلیم قرآن اور دین سکھانے کے لیے روانہ فرمایا، بیچارے سب

شہید کردیئے گئے، بعض موقعوں پر خاص مسائل کی تبلیغ کے لیے صحابہ کو روانہ فرمایا، سود اور شراب کی حرمت ہوئی، تو اس کی تبلیغ کے لیے صحابہ کو روانہ فرمایا، یوم عاشوراء کے روزہ کا حکم بیان کرنے کے لیے ایک صحابی کو مدینہ پاک کے اطراف میں بھیجا کہ جا کر سب کو اس مسئلہ کی تبلیغ کردو، چنانچہ ان صحابی نے مدینہ کے اطراف میں جا کر اس مسئلہ کی تبلیغ فرمادی۔ عید کے موقع پر صدقہ فطر کا مسئلہ سمجھانے کے لیے مکہ مکرمہ کی گلیوں میں ایک منادی کو بھیجا جو لوگوں کو صدقۂ فطر کا مسئلہ بیان کردے، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا حاکم اور احکام کا معلم بنا کر بھیجا، روایتوں میں اس کی تفصیلات موجود ہیں، احادیث مبارکہ کے چند جملے یہ ہیں:

(۱) عن أنس رضؓ قال: بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبعین رجلاً لحاجة یقال لهم القراء. (بخاری شریف کتاب المغازی ص:٥٨٦)

إن رهطاً من العضل والقارة قدموا علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا ابعث معنا القراء یعلّموننا شرائع الإسلام فبعث معهم بعضاً من أصحابه عاصماً وغیره۔ (کرمانی شرح بخاری حاشیہ ۲/۵۸۶)

(۲) عن سلمة بن الأکوع انه قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً من أسلم یوم عاشوراء فأمره أن یؤذّن فی الناس من کان لم یصم فلیصم الخ۔ (مسلم شریف ۱/۳۵۹، باب صوم یوم عاشورا)

(۳) عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده أن النبی صلی اللہ علیه وسلم بعث منادیاً فی فجاج مکة ألا إن صدقة الفطر واجبة علی کل مسلم الخ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ ۱/۱۶۰)

(۴) عن معاذ بن جبل أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بعثه إلی الیمن قال کیف تقضی الخ۔ (ابوداؤد کتاب الاقضیہ باب اجتہاد الرای فی القضاء)

عن الأسود بن یزید قال أتانا معاذ بن جبل بالیمن معلماً وأمیراً الخ۔ (بخاری کتاب الفرائض، باب میراث البنات ۲/۹۹۷)

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ احکام ومسائل کی تبلیغ کے لیے افراد بھی اور جماعتیں روانہ فرماتے تھے، جیسا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا ہے، مولانا کے فرمان کے مطابق ضرورت ہے کہ پھر سے اس طریقہ کا احیاء ہو، یعنی احکام ومسائل کی تبلیغ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اسی طرح ہونے لگے۔

ظاہر بات ہے کہ احکام ومسائل کی عمومی پیمانہ پر تبلیغ سے انہیں احکام ومسائل کی تبلیغ مراد ہوگی جو روزمرہ کی ضروریات سے تعلق رکھتی ہوں، جن کے تعلیم وتعلم کو فرض عین سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی آرزو وتمنا اور پختہ ارادہ تھا، لیکن آپ کی زندگی میں یہ کام نہ ہوسکا، اور آپ اس کام کو نہ کرسکے، البتہ اس کام کی ضرورت و اہمیت کو آپ بیان فرما گئے، بعض خطوط میں آپ نے اس بات کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے کہ بندہ کے ذہن میں ایک خاکہ ہے اس کے مطابق علماء سے کتابیں لکھوانے کا ارادہ ہے، بہت سی باتیں بندے کے ذہن میں ہیں، جن کو قبل از وقت ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔

(مکاتیب حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ ص ۴۰ مکتوب: ۴)

اللہ ہی بہتر جانتا ہے آپ کے ذہن میں کون سی باتیں تھیں اور آپ کتب فضائل کے علاوہ کس قسم کی کتابیں لکھوانا چاہتے تھے۔

مذکورہ بالا ارشاد میں آپ نے جو بات فرمائی کہ احکام ومسائل کی تبلیغ کے لیے بھی جماعتیں روانہ کی جائیں، عملی طور پر آپ اس کا کوئی خاکہ اور نمونہ پیش نہیں فرما سکے۔

اب اصحاب تبلیغ اور ارباب حل وعقد کے لیے قابل غور بات ہے کہ وہ سر جوڑ کر بیٹھیں اور مشورے سے طے کریں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق اس زمانہ میں اصحاب تبلیغ کس طرح احکام ومسائل کی تبلیغ فرمائیں۔

یہ تو یقینی بات ہے کہ احکام ومسائل کا وہ حصہ جو فرض کفایہ کے درجہ میں آتا ہے

جس کی تبلیغ تدریس کے ذریعہ ہی ہوسکتی ہے (مثلاً شرکت مضاربت، سود، رہن وغیرہ کے دقیق مسائل)۔ وہ تو اہل مدارس انجام دے رہے ہیں، لیکن فرض عین والے حصہ کے لیے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے، آیا انہیں جماعتوں میں احکام و مسائل کی تبلیغ کو شامل کرلیا جائے، یا اس کے لیے مستقل جماعت اور وفود کی شکل میں یا کیمپوں کی شکل میں حسب موقع وحسب ضرورت احکام کی تبلیغ وتعلیم کا نظام بنایا جائے، یا درس قرآن، درس حدیث وفقہ کے عنوان سے کوئی نظام تجویز کیا جائے، تقریر کے ذریعہ یا تحریر کے ذریعہ، کچھ بھی ہو یہ کرنے کا ایک ضروری کام ہے جس کی طرف حضرت مولانا الیاسؒ توجہ دلا گئے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کیا ہے، اب اصحاب تبلیغ سوچیں کہ اس کام کو آگے کیسے بڑھایا جائے۔

میوات میں جانے والی جماعتیں جو تبلیغی کام میں پختہ ہو گئے تھے ان کو آپ نے یہ حکم دے دیا تھا کہ فرائض یعنی میراث کے سلسلہ کے وعدہ اور وعیدوں پر مشتمل احکام خوب یاد کر کے جائیں اور ان کے سامنے بیان کریں۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ملفوظ:۱۲۶،ص:۱۰۵)

میراث ہی کی تخصیص نہیں، جیسا طبقہ اور جیسا مجمع ہو ان کی ضرورت کے لحاظ سے ان کو احکام شرعیہ کی طرف متوجہ کرنا چاہئے، یا خاص وقت اور زمانہ کے لحاظ سے اس وقت کے احکام کی طرف توجہ دلانا چاہئے مثلاً محرم الحرام، یا قربانی کے ایام آئیں اس وقت محرم و قربانی کے ضروری احکام بیان کرنا چاہئے، شب برأت، رمضان اور عیدالفطر کا موقع آئے تو اس وقت کے ضروری احکام بیان کر کے ان کی تبلیغ کرنا چاہئے اور یہ بیان علماء ہی کے ذریعہ ہوگا، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی اس فکر کے پیش نظر یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ ہمارے مرکز اور ہمارے اجتماع سے صرف ایمان ویقین اور تشکیل ہی کی بات ہوگی، دوسرے موضوع کے ضروری مضامین وفقیہ کا بھی بیان نہیں ہوگا، یہ فکر اور نقطۂ نظر کتاب و

سنت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ نیز مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ہدایت کے بھی خلاف معلوم ہوتا ہے اس لیے ارباب حل وعقد کو اس پر خوب غور وفکر کرنا چاہیئے۔ (مرتب)

علم کے تعلق سے تبلیغی کام کرنے والوں کو اہم نصیحت

فرمایا: ہر نکلنے والے کو اپنے مشغلہ کے خصوصی احکام سیکھنے کی ضرورت۔

عمومی علوم کے بعد خصوصی پر محنت کرو۔ (مکتوبات وارشادات ص:۱۷)

تشریح: مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا مطلب یہ ہے کہ دعوت وتبلیغ سے جڑنے اور نکلنے والوں پر لازم ہے کہ زندگی کے جس شعبہ سے ان کا تعلق ہے اور وہ جو مشغلہ اختیار کئے ہوئے ہیں، اس سلسلہ کے شرعی احکام ضرور سیکھیں، اس شعبہ سے متعلق جو معروفات اور جو منکرات ہیں ان کو معلوم کریں، معروفات کو اختیار کریں اور پھیلائیں، منکرات سے بچیں اور دوسروں کو منع کریں۔

عمومی علوم سے مراد نماز، روزہ وغیرہ کے ضروری احکام ہیں یہ تو سب کے لیے ہیں ہی اس کے ساتھ ساتھ خصوصی علوم واحکام جن سے تمہارا تعلق ہے، وہ علم حاصل کرو، مثلاً اگر کوئی ڈاکٹر ہے تو ڈاکٹری کے سلسلہ کے جتنے احکام شرعیہ، معروفات ومنکرات ہیں اور ڈاکٹروں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ہدایات ہیں وہ سب معلوم کرے، خواہ کتابوں سے دیکھ کر خواہ علماء سے پوچھ کر۔

اسی طرح تاجر حضرات کو تجارت کے سلسلہ کے، کاشتکار حضرات کو کاشتکاری کے، ملازمین حضرات کو ملازمت کے، سیاسی حضرات کو سیاست کے احکام شرعیہ اور اس سلسلہ کے معروفات ومنکرات کا معلوم کرنا ضروری ہے۔ (مرتب)

دینی تعلیم کی اہمیت اور مدارس اسلامیہ کی ضرورت

فرمایا: مدرسہ کی تعلیم جڑ ہے، مگر وہ ابتداء ہے، انتہا یہی ہے، دونوں کی ضرورت ہے، یہ تحریک اس کا بدل نہیں ہے، تمام احادیث کی ضرورت ہے۔

(ارشادات ومکتوبات ص:۲۲)

تشریح: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس ارشاد میں تعلیم وتبلیغ دونوں کی ضرورت واہمیت کو بیان فرمایا ہے، مدارس اسلامیہ کو تعلیم کی جڑ فرمایا ہے، جس طرح جڑ کے بغیر کسی پودے اور درخت کا وجود نہیں، بنیاد کے بغیر عمارت کا وجود نہیں، جڑ کمزور ہو، یا اکھڑ جائے تو درخت بھی خشک ہو کر گر جائے گا، یہی حال دین کے تمام شعبوں میں دینی تعلیم کا ہے، اگر دینی تعلیم نہ ہوگی تو دین کے تمام شعبے خشک ہو جائیں گے، اس لحاظ سے فرمایا کہ مدرسہ کی تعلیم جڑ ہے، یعنی تعلیم کے بغیر کسی شعبہ کو زندہ نہیں رکھا جا سکتا۔

لیکن تعلیم اصل مقصود نہیں بلکہ وہ ابتداء ہے، مراد اس سے ابتدائی تعلیم ہے، جس سے قرآن وحدیث کے الفاظ ومعانی پڑھنے اور سمجھنے کی لیاقت وصلاحیت پیدا ہو، اس کے بعد جملہ احکام شرعیہ کی حفاظت اور اس کی تبلیغ یعنی احکام خداوندی کو اللہ کے بندوں تک پہنچانا اور اس کے مطابق عمل کا رواج ڈالنا یہ مقصود ہے، اور یہی تعلیم کا منتہا بھی ہے جس کا حکم اس آیت میں دیا گیا ہے "یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ" (اے نبی آپ پر جو احکام نازل کئے گئے ہیں ان سب کی تبلیغ فرما دیجئے)۔

بلاشبہ ان سب احکام کی تبلیغ کی صلاحیت بھی ابتدائی تعلیم اور مدارس کے ذریعہ ہی پیدا ہوگی، یہ تحریک اس کا بدل ہرگز نہیں ہو سکتی، کیونکہ جملہ احکام شرعیہ کی تبلیغ کے لیے تمام احادیث اور کتب شرعیہ وفقہیہ سے استفادہ کی ضرورت ہے، یہ ضرورت اس تحریک سے پوری نہیں ہو سکتی، یہ تو مدارس ہی سے پوری ہو سکتی ہے۔ (مرتب)

طلب علم کی دعوت بھی ضروری ہے
علم ملے گا بزرگوں کی صحبت سے

ارشاد فرمایا: دینی امروں کی تلاش کا نام طلب علم ہے، گویا طلب علم فرض ہے، اس طریق کے ساتھ گھروں سے طلب علم کے لیے بے طلبوں میں نکلو اور ان کو طلب کی دعوت دو، اور طلب والوں کو علم کی دعوت دو، اور علم ملے گا بزرگوں کی صحبت سے وہ حضرات علم کو مع عمل کے لیے بیٹھے ہیں۔ وہ خزانہ ہیں علم وعمل کا۔

(ارشادات ومکتوبات ص:٦٨)

فائدہ: دینی امروں کا تلاش کرنا یعنی احکام خداوندی اور احکام شرعیہ کو معلوم کرنا یہی طلب علم ہے، جس کو شریعت نے فرض قرار دیا ہے، جس کے ذریعہ حلال وحرام، جائز ناجائز کا علم ہوتا ہے۔

حضرتؒ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ جن کے اندر دین کی بالکل ہی طلب اور پیاس نہیں ہے ان میں جا کر پہلے طلب اور پیاس پیدا کرو، اور جن کے اندر طلب پیدا ہو چکی ہے اور وہ کام سے جڑ چکے ہیں ان کو علم دین اور احکام خداوندی سیکھنے کی دعوت دو، اور یہ علم دین محض کتابوں کے مطالعہ سے اور آج کل انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ سے کما حقہ حاصل نہیں ہوسکتا، بلکہ صحیح طریقہ پر علم دین حاصل کرنے کے لیے علماء ومشائخ کی صحبت یعنی ان سے ربط رکھنے اور ان کے مشورے اور ان کی زیر نگرانی علم حاصل کرنے سے صحیح علم حاصل ہوگا۔

یہ حضرات علماء کرام اور مشائخ دین علم وعمل دونوں کے جامع ہیں، وہ علم وعمل کا خزانہ ہیں، ان کی صحبت سے مستفید ہو کر اور ان کے مشورہ کے تحت دینی امروں یعنی احکام شرعیہ کا علم حاصل کریں، یہ ہدایت اور نصیحت ہے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی، ان لوگوں کے لیے جن کے اندر طلب پیدا ہو چکی ہے، اور وہ کام سے جڑے ہوئے ہیں۔

نکلنے کا مقصد

مسائل سیکھنے کے بعد ان کو عمل میں لانے کی کوشش کیجئے

ارشاد فرمایا: ہر مسئلہ اپنے موقع پر (مثل) کلمۃ اللہ ہے، خواہ سونے کا ہو خواہ کھانے کا ہو، اپنے مقام پر (دعوت کی محنت) کرتے رہنا جو کچھ ہے وہ زمانہ تبلیغ میں اپنے اعمال کو مضبوط کرنے کے لیے ہے۔

اسی طرح کئی دفعہ پھرنے کے بعد مسائل کو سیکھنے کا درجہ درست ہوگا، ورنہ اس سے پیشتر جو مسائل آجائیں گے ان پر عمل نہ ہوگا، وہ باعث لعنت و دوزخ کے ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرمادیں گے جب کہ تم کو معلوم تھا (تم نے عمل) کیوں نہیں کیا؟

(ارشادات ومکتوبات ص:۷۱)

تشریح: حضرتؒ کی مسئلہ سے مراد ہے ''دین کی بات اور نبی کا طریقہ'' خواہ اس کا تعلق عبادات سے ہو یا معاشرت اور عادات سے، ہر کام سنت اور نبی کے طریقہ کے مطابق ہونا چاہئے۔

حضرتؒ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ تبلیغ یعنی نکلنے کے زمانہ میں ان اعمال کی (یعنی اس بات کی کہ ہر کام ہمارا سنت کے مطابق ہونے لگے) خوب مشق کرنی اور عادت ڈالنی ہے، اپنے اعمال کو خوب مضبوط کرنا یعنی پختہ عادت ڈالنا ہے تاکہ واپس آکر اپنے مقام پر رہتے ہوئے اسی کے مطابق کام کرے اور محنت کرے۔

حضرت والا نے نہایت اہم بات کی طرف توجہ دلائی ہے ورنہ عام طور پر نکلنے کے زمانہ میں لوگ خوب محنت و مجاہدہ کرتے ہیں اور اپنے مقام پر آکر سست اور ڈھیلے پڑجاتے ہیں بلکہ بھول جاتے ہیں، حضرت فرمارہے ہیں کہ یہ نکلنا اسی واسطے ہے کہ نکلنے

کے زمانہ میں جو کچھ تم نے سیکھا ہے اور جن اعمال کی عادت ڈالی ہے اپنے مقام پر رہ کر اسی کے مطابق زندگی گذارو۔

حضرتؒ نے دوسری اہم بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ نکلنے کے زمانہ میں جو طلب اور جو ذوق وشوق پیدا ہوجائے گا اس ذوق وشوق سے کام لینے کی ضرورت ہے وہ اس طرح کہ اب دینی مسائل اور احکام شرعیہ کو سیکھنے کی کوشش کریں، کیونکہ اس سیکھنے میں محنت و مشقت بھی ہوتی ہے پھر عمل کا نمبر آئے گا، جماعت میں نکلنا بذات خود مقصود نہیں بلکہ حضرتؒ کے فرمان کے مطابق نکلنے کا مقصد یہ ہے کہ تمہارے اندر فکر اور ذوق وشوق پیدا ہوجائے تاکہ اس کے بعد احکام ومسائل سیکھنے کی کوشش کرو اور اس کے مطابق عمل بھی کرو۔

حضرت کے فرمان کے مطابق اس ذوق وشوق کے پیدا ہونے سے پہلے اولاً تو احکام ومسائل سیکھنے کی طرف طبیعت راغب نہ ہوگی اور اگر سیکھ بھی لیا تو عمل کی طرف رجحان نہیں ہوگا، یہ بھی گناہ کا باعث ہوگا کہ جانتے ہوئے عمل کیوں نہیں کیا، اس کے لیے حضرت نے ایسی تدبیر بتلائی کہ نکلنے کے زمانہ میں ایسی طلب وشوق پیدا ہوجائے کہ آدمی کی طبیعت خود ان احکام شرعیہ کو سیکھنے اور عمل کرنے کی طرف راغب ہوجائے، گویا یہ نکلنا ذریعہ اور واسطہ ہے مقصد کے حاصل ہونے کا، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے بہت سے بھائیوں نے صرف نکلنے ہی کو اصل مقصود سمجھ لیا اور اس کے بعد زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق احکام شرعیہ کو سیکھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا اس سے غافل ہوگئے۔

علوم شرعیہ کی تحصیل وتکمیل مدارس وخانقاہوں کے ذریعہ ہوگی دعوت وتبلیغ مدارس وخانقاہ کے لیے بمنزلۂ وسیلہ اور بنیاد کے ہے

ارشاد فرمایا: تحصیل علوم (یعنی علوم شرعیہ دینیہ کے) مروجہ طرق (یعنی) مدارس اور خانقاہیں تکمیل علوم کے لیے ہیں اور (ہماری) یہ تبلیغ ان کی ابتدائی تعلیم وتعلّم اور

بنیادی پرائمری ہے، بنیاد کی صحت بغیر اگلے علوم صحیح نہیں ہوسکتے، اور طریق استعمال سیکھے بغیر علوم نفع اور انتفاع پر نہیں پڑ سکتے بلکہ اپنے لیے اور دوسروں کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ (ارشادات ومکتوبات ص:۱۱)

تشریح: حضرتؒ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جن مقاصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا خصوصاً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مقاصد یہ ہیں، جن کو قرآن نے بیان کیا ہے ''**یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ**'' یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور لوگوں کے ظاہر وباطن کی اصلاح یعنی قلوب کا تزکیہ، چنانچہ یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر کئے، صفہ (چبوترہ) اور دربار نبوی بیک وقت مدرسہ بھی تھا اور خانقاہ بھی جہاں تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ کے سارے کام ہوتے تھے، اصحاب صفہ ان سارے علوم کے حامل تھے، وہی طلبۂ علم اور وہی اپنے قلوب کا تزکیہ کرانے والے بھی تھے، مختلف موقعوں پر مختلف صحابہ حسب ضرورت وگنجائش آآ کر مستفید ہوتے رہتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کاموں کو جو کرنے والے ہیں وہی نبی کے وارث اور جانشیں ہیں یعنی علماء اور مشائخ، خود ہی آپ نے فرمادیا''**إن العلماء ورثة الأنبياء**'' (ابوداؤد، جمع الفوائد ۱/۱۰۹ حدیث:۱۶۵) چنانچہ علماء ومشائخ تعلیم کتاب وحکمۃ اور تزکیہ نفوس کے کام کو انجام دیتے ہیں، اور یہ تمام کام مدراس اور خانقاہوں میں انجام پاتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمارہے ہیں کہ علوم شرعیہ کی تحصیل وتکمیل تو انہیں مدارس اور خانقاہوں کے ذریعہ ہوگی، اور ہماری یہ تبلیغ ان مدارس اور خانقاہوں کے لیے ایسی ہے جیسے پرائمری کی ابتدائی تعلیم۔ جس طرح ابتدائی اور پرائمری تعلیم کے بغیر اگلے علوم حاصل نہیں کیے جاسکتے، اور پرائمری اور مکتب کی تعلیم بمنزلہ وسیلہ اور ذریعہ کے

ہے تاکہ اس کے ذریعہ اگلی منزل طے کرنا آسان ہو، اسی طرح ہماری یہ تبلیغ بھی دیگر علوم عالیہ، علوم شرعیہ کی تکمیل و تحصیل اور مدارس و خانقاہوں کے لیے بمنزلہ وسیلہ اور ذریعہ کے ہے۔ اس مرحلہ میں قدم رکھنے اور قدم مضبوط ہوجانے کے ساتھ ہی مدارس اور خانقاہوں کی آبادی کی بھی فکر کرنا چاہیئے اور اپنی حیثیت و وسعت کے مطابق مدراس و خانقاہوں سے ربط رکھتے ہوئے ان علماء و مشائخ اور اہل مدارس و خانقاہ سے یعنی علماء و مشائخ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے، تب ہی جا کر ان علوم سے پورا نفع ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق نصیب فرمائے، بلا شبہ حضرتؒ کے اس فرمان پر عمل کیا جائے تو مدارس اور خانقاہیں کثرت سے آباد ہوجائیں۔

علوم سیکھنے کی ترتیب اور نصاب کا خاکہ

فرمایا: بذریعہ امہات العقائد کے، عقائد کو مضبوط کرنا، پھر عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق کو درست کرنا۔ (ارشادات ومکتوبات ص:۶۶)

ترتیب علوم سیکھنے کی (یہ ہے:)

فرض چیزوں کو معلوم کرنا، پھر ان کے اندرون فرائض وواجبات کو سیکھنا، اور پھر اور فرضوں میں بھی اہم فرض بعدہ دوسرا، تیسرا اور چوتھا بعدہٗ باقی تمام دین سیکھنا۔

سنت، نفل اور مستحب ہر عمل میں خلوص وخشوع کا سیکھنا، اللہ کو حاضر و ناظر رکھنے کی مشق کرنا، بذریعہ اعمال اس کی ذات وصفات کو پہچاننا۔ (ارشادات ومکتوبات ص:۶۶)

فائدہ: حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے تمام تبلیغی احباب اور تبلیغ سے منسلک حضرات کے لیے علم دین سیکھنے کا پورے نصاب کا خاکہ بیان فرمادیا ہے، اسی کے مطابق نصاب مرتب کرکے اس کو عمومی پیمانہ پر نافذ کرنا چاہیئے، نصاب ایسا ہونا چاہیئے (جیسا کہ حضرت نے فرمایا ہے) جس میں اسلام کے بنیادی عقائد اور عبادات سے متعلق ضروری مسائل بھی ہوں، اسی طرح اس نصاب میں معاملات، تجارت بیع وشراء کے

مسائل واحکام، حقوق زوجین، حقوق اولاد، حقوق والدین، حقوق پڑوسی وغیرہ کے شرعی احکام اور ہدایات بھی بیان کیئے گیئے ہوں، اسی طرح اس نصاب میں اصلاح باطن سے متعلق ضروری امور مثلاً اپنے اخلاق کو درست کرنا، تکبر نہ ہونا اللہ کی محبت کا غالب ہونا وغیرہ وغیرہ ایسے ضروری امور کو بھی اس نصاب میں بیان کیا گیا ہو، باطنی امراض اور رذائل کیا ہیں ان کا علاج کیسے ہوگا، نماز میں خشوع خضوع کیسے پیدا ہوگا، ایسی ضروری ہدایات پر بھی وہ نصاب مشتمل ہونا چاہیئے۔

الغرض حضرتؒ کے فرمان کے مطابق اصحاب تبلیغ کے لیے ایک ایسا جامع نصاب ہونا چاہیئے جو دین کی ضروریات اور ظاہری و باطنی اصلاح کے لیے کافی ہو، ہر زمانہ کے اہل تبلیغ اور ارباب حل وعقد کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے نصاب کی فکر کریں اور اس کی طرف لوگوں کی رہنمائی کریں اور اس کی عملی شکل بھی بتلائیں۔

یہ تو علم دین سیکھنے اور اصلاح ظاہر کے لیے نصاب کی تشکیل ہوئی، باقی اصلاح باطن کے لیے مثلاً یہ کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا استحضار رہے، اس کی ذات وصفات پیش نظر رہیں، عبادات میں خشوع کی شان پائی جائے اس کا تعلق صرف ظاہر سے نہیں بلکہ باطن سے ہے اس کے لیے مشائخ اور صوفیاء سے ربط رکھ کر ان کے واسطے سے باطن کی اصلاح کرنا ضروری ہوگا۔

حضرتؒ نے تمام اصحاب تبلیغ کی کامیابی کے لیے یہ جامع نسخہ تجویز فرمایا ہے اصحاب تبلیغ کو اس پر غور کرنا چاہیئے اور اس کے مطابق عمل کرنا چاہیئے اگر اب تک عمل نہیں ہوسکا تو اب اس کی فکر کرنا چاہیئے، صرف خروج مقصود نہیں ہے خروج سے تو طلب اور فکر مقصود ہے، اس کے بعد ان عمال میں لگنا اور ان کو زندہ کرنا مطلوب ہے۔

اصحاب تبلیغ کے لیے مختصر نظام العمل اور نظام الوقت

کچھ وقت احکام شرعیہ، مسائل فقہیہ کے سیکھنے میں خرچ کیجئے

فرمایا: راتوں کو ذکر سے اور دن میں تبلیغ سے اور باقی وقت کو ضروریات سے فارغ رہتے ہوئے علوم کے سیکھنے میں اپنے آپ کو مشغول رکھے۔

علوم کی تفصیل: کچھ وقت ان علوم میں صرف کرے جس سے جذبات پیدا ہوں (یعنی عمل کا شوق پیدا ہو جسے فضائل کا علم کہتے ہیں) اور باقی کو مسائل وغیرہ کے سیکھنے میں خرچ کرے (جس سے اعمال صحیح اور سنت کے مطابق ادا ہوں گے، جسے مسائل کا علم کہتے ہیں)۔ (ارشادات ومکتوبات ص:۹۷)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے تمام تبلیغی کام کرنے والوں کو خاص طور پر توجہ دلائی ہے کہ انفرادی واجتماعی اعمال مثلاً اذکار مسنونہ اور تبلیغی مشاغل میں لگنے کے ساتھ علم کی طرف سے غافل نہ ہوں، کچھ وقت علوم شرعیہ کے سیکھنے میں ضرور صرف کریں، اور ۲۴ گھنٹہ میں اس کے لیے ضرور وقت متعین کریں، جس میں دونوں طرح کے علوم سیکھنے کی کوشش کریں یعنی فضائل کا علم جس سے عمل کا جذبہ وشوق اور اخلاص پیدا ہوگا، اور احکام ومسائل کا علم جس سے ہمارے تمام اعمال شریعت کے مطابق ہوں گے۔ ورنہ ساری محنت بیکار ہو جائے گی اس لیے تمام احباب تبلیغ کی ذمہ داری ہے کہ مسائل سیکھنے سکھانے کا نظام بنائیں خواہ کتاب پڑھ کر یا کسی عالم ومفتی کا انتخاب کر کے مثلاً ایک گھنٹہ اس کی خدمت حاصل کریں اور سارے تبلیغی احباب اس میں شرکت کو لازم سمجھیں۔

جاہل کو عالم کے پاس جانا فرض ہے احکام ومسائل سیکھنا بھی فرض ہے

فرمایا: جہالت کے مقابلہ میں علم ہے، اللہ اور اس کے رسول کی خوشی کے لیے اللہ کے امروں کو (یعنی احکام شرعیہ کو) سیکھنا فرض ہے، (اور اس مقصد کو حاصل کرنے

کے لیے) جاہل کو عالم کے پاس جانا فرض ہے۔

اور اسی طرح جس قدر عالم جاہل سے بڑا ہے اسی قدر عالم کو جاہل سے ملنا، اور علم سکھانا فرض ہے، تو پھر جہالت علم سے بدل جائے گی۔ (ارشادات ومکتوبات ص:۷۶)

فائدہ: علم سے مراد علم شرعی اور علم دین ہے، اللہ کے امروں سے مراد احکام شرعیہ اور مسائل فقہیہ ہیں، مطلب یہ ہے کہ زندگی گذارنے کے لیے جس جس موقع پر حکم شرعی کو معلوم کرنے کی ضرورت ہو اس کا سیکھنا فرض ہے، خواہ معتبر کتابوں کو دیکھ کر یا علماء سے پوچھ کر، اس غرض کے لیے ضرورت کے وقت عالم کے پاس جانا بھی فرض ہوگا اور جس طرح جاہل کو عالم کے پاس طالب بن کر جانا فرض ہے اسی طرح عالم دین پر بھی فرض ہے کہ اس طالب کی قدر کرے، اس سے ملاقات کرے اور اس کو علم دین سکھلائے، اس طرح عوام وعلماء کا باہمی ربط ہونے سے جہالت ختم ہو جائے گی، علم کی روشنی آئے گی، عوام اور علماء دونوں کو مل کر مشورے سے اجتماعی طور پر اس کا نظام بنانا چاہیے، اجتماعی طور پر نظام چلانے کے لیے جگہ کا انتخاب، تنخواہ کا انتظام عوام پر ضروری ہوگا، اور وقت فارغ کر کے لوگوں کو دین سکھلانا یہ علماء کی ذمہ داری ہوگی۔

علم دین کے دو درجہ ہیں فرض کفایہ، فرض عین، فرض کفایہ، تو یہ جیسے پورا عالم، مفتی حافظ، قاری بننا، اتنی بڑی تعداد میں ہر وقت موجود ہونا چاہیے جس سے امت کی ضرورتیں پوری ہوسکیں، اور قرآن وحدیث اور دوسرے علوم شرعیہ پورے طور پر محفوظ رہ سکیں، دوسرے فرض عین، اس کا سیکھنا بقدر ضرورت ہر ایک پر فرض ہے، حضرتؒ نے اپنے اس ارشاد میں اس دوسری قسم یعنی فرض عین کے متعلق ہی فرمایا ہے۔

تبلیغ و تعلیم کا ایک فرق

ارشاد فرمایا: تبلیغ ہے بے طلبوں میں، اور تعلیم ہے طالبوں کے لیے، تبلیغ

ہے فرض، ہر ایک مسلمان پر فرض عین ہے۔

درسگاہیں بمنزلہ سمندر کے ہوں اور یہ پھرنے والے (تبلیغ والے) بطور نالیوں کے۔

(ارشادات و مکتوبات ص:۸۲و۸۳)

تشریح: حضرتؒ نے تبلیغ و تعلیم کا فرق اور دونوں کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے، تبلیغ ان لوگوں کو کی جاتی ہے جن کے اندر طلب نہیں، پیاس نہیں، ان کے پاس جا کر ان میں طلب پیدا کی جاتی ہے، رغبت دلائی جاتی ہے، جب کہ تعلیم طالبوں کے لیے ہوتی ہے، جن کے اندر طلب ہے پیاس ہے، فکر ہے۔

تبلیغ میں صرف بات کا پہنچا دینا، پیاس اور طلب پیدا کرنا ہوتا ہے جب کہ تعلیم میں بتانا، سمجھانا، سکھلانا، نگرانی کرنا، یاد کرانا، نہ یاد ہونے پر یا غلط یاد ہونے پر تنبیہ کرنا، یہ سب تعلیم کے دائرہ میں آتا ہے، یعنی تبلیغ، تعلیم کے لیے بمنزلہ ذریعہ اور وسیلہ کے ہے، اس پہلو سے افادیت کے لحاظ سے تعلیم کی اہمیت تبلیغ سے بھی زیادہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کفار کو تبلیغ فرمارہے تھے کہ اتنے میں عبد اللہ بن ام مکتوم نابینا صحابی دین کی کسی بات کو سیکھنے کے لیے طالب بن کر حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کفار کو تبلیغ کرنے میں مصروف تھے اس لیے آپ نے اس وقت ان کی طرف توجہ نہیں فرمائی کہ یہ تو اپنے ہیں ان کو بعد میں تعلیم کر دیں گے، میں اس وقت کفار کو تبلیغ کر رہا ہوں۔ یہ آپ کا اجتہاد تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت فرمائی اور یہ آیتیں نازل ہوئیں ''عَبَسَ وَتَوَلّٰی، اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بے طلبوں میں تبلیغ فرما رہے تھے، اور یہ صحابی دین سیکھنے کی غرض سے طالب بن کر آئے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر تبلیغ کے مقابلہ میں تعلیم کو ترجیح دی کہ یہ طالب ہیں، یہاں نفع یقینی ہے، اور جن کو آپ تبلیغ فرمارہے ہیں ان کو نفع پہنچنا غیر یقینی ہے، اس لیے غیر طالب جہاں نفع غیر یقینی ہو، ان کو طالبین و متعلمین کے مقابلہ میں ترجیح نہیں ہوگی، یہ اللہ کا فرمان

ہے۔اس پوری تفصیل سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ تعلیم تبلیغ سے زیادہ اہم اور نافع اور قابل ترجیح ہے۔واللہ اعلم۔

مدرسوں، دینی درسگاہوں اور عام تبلیغ کا ایک واضح فرق

اس کو ایک مثال سے سمجھئے! حدیث پاک میں آیا ہے جو موذن کی اذان کے کلمات سنے تو اس کو بھی وہی کلمات اپنی زبان سے کہنے چاہئیں،اذان کے وقت کی ایک دعاء بھی حدیث پاک میں آئی ہے،اذان کے بعد کے لیے حکم ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھ پر درود بھیجو،اور میرے لیے وسیلہ کی دعا کرو،وسیلہ کی دعا سے مراد اذان کے بعد کی مشہور دعا ہے،''اللّٰھم ربّ ھذہ الدعوۃ التامّۃ ''الخ (مسلم شریف،۱/۱۶۶و۱۶۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو ایسا کرے گا ''حلّت لہ شفاعتِی'' وہ میری شفاعت کا مستحق بن جائے گا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اہم عمل کی طرف امت کو توجہ دلائی ہے۔

اب اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ان حدیثوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس اہم عمل کی لوگوں کو تبلیغ کرنا چاہتا ہے تو اس کے مختلف طریقے ہیں، آپ نے محدود لوگوں کے سامنے ان حدیثوں کو اور اس اہم عمل کی فضیلت بیان فرمادی تو تبلیغ ہوگئی،آپ کو تبلیغ کا ثواب مل گیا،اس سے قطع نظر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو کوئی توجہ سے سنے یا نہ سنے،اس دعا کو یاد کرے یا نہ کرے،اس کے مطابق عمل کرے یا نہ کرے،لیکن آپ کو حدیث پاک کی اور سنت کی اور دعا کی تبلیغ کا ثواب مل گیا،اسی مضمون کو آپ نے چند لوگوں کے سامنے کتاب میں پڑھ کر سنا دیا،یا جمعہ کے دن جلسہ میں یا عمومی جلسہ میں لوگوں کو آپ نے ترغیب دی اور حدیث پاک کے پورے مضمون کو بیان کر کے اذان کے بعد کی دعا پڑھنے پر لوگوں کو آمادہ کیا۔

بہر صورت آپ کو تو تبلیغ کا ثواب مل گیا خواہ کوئی دعا یاد کرے یا نہ یاد کرے اور

پڑھے یا نہ پڑھے۔ یہ حال تو ہے تبلیغ کا کہ ایسا کرنے سے آپ کو اَلاَ فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الغائبَ اور بلِّغُوْا عَنِّی ولو آیۃ (بخاری شریف ۱/۴۹۱) کا ثواب مل جائے گا، اور آپ اس فضیلت کے مستحق بن جائیں گے۔

اب دیکھئے تعلیم کو کہ اس کا حال تبلیغ سے مختلف ہے، تبلیغ میں صرف بات کا پہنچانا ہوتا ہے جب کہ تعلیم میں بات کا پہنچانا ہی نہیں بلکہ سکھانا، سمجھانا، بتلانا، رٹانا، یاد کرانا، نگرانی کرنا، سننا، نہ یاد ہونے پر تنبیہ کرنا، غلط یاد ہونے پر اس کی تصحیح کرنا پھر اس کے بعد عمل کی نگرانی بھی کرنا اور باز پرس کرنا، تعلیم و تربیت کے دائرہ میں اتنی باتیں آ جاتی ہیں۔ مثلاً مدارس میں بعد عشاء دعاؤں کا مذاکرہ ہوتا ہے یا مکتب میں بچوں کو دعاؤں کے سکھانے، یاد کرانے کا اہتمام ہوتا ہے، سارے بچوں کو لائن سے کھڑا کر دیا گیا، ایک بچہ سب کو پڑھاتا ہے سارے بچے رٹتے یاد کرتے ہیں، دوسرے تیسرے بچے سے پڑھوایا جاتا ہے، دوسرے تیسرے دن دعا سنی جاتی ہے، جس کو یاد نہ ہو اس کو تنبیہ کی جاتی ہے، غلط یاد ہو تو صحیح کرانے کی کوشش کی جاتی ہے، اپنی نگرانی میں عمل کرانے کی بھی کوشش ہوتی ہے یہ عمل صرف تبلیغ نہیں ہے، بلکہ اس میں تبلیغ کے ساتھ تعلیم بھی ہے، تربیت بھی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تعداد میں صحابہ کو انفرادی طور پر صرف تبلیغ پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ تعلیم فرمائی ہے، صحابی کے غلط پڑھنے پر آپ نے ٹوکا ہے تصحیح بھی کرائی ہے، اور فرمایا ہے **انما بعثت معلماً** اللہ نے مجھ کو معلم بنا کر بھیجا ہے، دین کے دوسرے حلقوں کے مقابلہ میں آپ نے علمی حلقہ کو ترجیح دی ہے، اور ان کو زیادہ افضل قرار دیا۔

(دارمی، مشکوٰۃ شریف ص:۳۶، کتاب العلم)

یہ حال تو صرف بطور مثال کے دعا کا تھا ورنہ شریعت کے دیگر اہم مسائل اور احکام شرعیہ کو آپ نے اچھی طرح سمجھایا ہے، لوگوں کے سوالات کے جوابات دیئے ہیں، شکوک وشبہات کا ازالہ فرمایا ہے، یہ سب تعلیم و تربیت کے دائرہ میں آتا ہے اور آپ نے

فرمایا کہ میں تمہارے لیے بمنزلہ باپ کے ہوں جس طرح باپ بیٹے کی پوری نگرانی کے ساتھ تعلیم وتربیت کرتا ہے اسی طرح میں بھی کرتا ہوں۔(مشکوۃ)

اس پوری تفصیل سے خود ہی سمجھ لینا چاہئے کہ مکاتب و مدارس جہاں بچوں کی صرف تبلیغ نہیں بلکہ تعلیم ہے کتنی اہمیت کے حامل ہیں۔

اس پوری تفصیل سے تبلیغ و تعلیم کا فرق اچھی طرح سمجھ میں آ گیا ہوگا، اور یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ تعلیم، تبلیغ سے زیادہ اہم اور نافع ہے اور نبیوں والا کام ہے۔ (مرتب)

تبلیغ کہاں واجب ہے اور کہاں مستحسن؟

اخیر میں حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ: ''تبلیغ کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے''۔

اس کو بھی اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے، کتاب وسنت کے نصوص کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے فقہاء نے موقع ومحل اور حالات کے اعتبار سے تبلیغ کی مختلف قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ تبلیغ فرض وواجب بھی ہوتی ہے، مباح وجائز اور افضل بھی، مکروہ وممنوع بھی، مخاطب کے حالات کے اعتبار سے حکم بھی مختلف ہوتا ہے، اس سلسلہ میں فقہاء ومفسرین نے جو تفصیل ذکر فرمائی ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) جن لوگوں کی اصلاح وتربیت کے ہم مکلّف بنائے گئے ہیں اور جن کی اصلاح کرنا ہم پر واجب ہے ان لوگوں کو دعوت دینا یعنی امر بالعروف ونہی عن المنکر کرنا، اچھی اور بھلی باتوں کا حکم دینا اور گناہ کی باتوں سے روکنا واجب ہے۔ مثلاً باپ، شوہر، استاذ، نگراں اور مہتمم وغیرہ پر واجب ہے کہ بیٹے، بیوی، شاگرد، مرید، اور ماتحت کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں، پھر واجب اعمال میں تبلیغ کرنا واجب ہوگا اور مستحب اعمال میں مستحب۔ اور حرام میں ابتلاء کی صورت میں نہی نہ کرنا حرام ہوگا، اور مکروہ اعمال میں ابتلاء کی صورت میں منع نہ کرنا مکروہ ہوگا۔

(۲) عام حالات میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر اس وقت واجب ہے جب

کہ ظن غالب یہ ہو کہ مخاطب جس کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا جارہا ہے اس کو سن کر عمل کرے گا، یعنی بات کو تسلیم کرے گا اور عمل کی بھی توقع ہے۔ تو ایسی صورت میں تبلیغ کرنا واجب ہے، ترک جائز نہیں۔

(۳) اور اگر ظن غالب یہ ہو کہ مخاطب بجائے تسلیم کرنے کے داعی کو برا بھلا کہنے لگے گا، اس کو متہم اور بدنام کرے گا یا ایسی ایذاء کے درپے ہوگا جس کا اس سے تحمل نہ ہو سکے گا یا اس کی وجہ سے اختلاف وعداوت اور جھگڑے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں دعوت نہ دینا یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ کرنا افضل ہوگا۔

(۴) اور اگر اس کا اطمینان ہو کہ دعوت (امر بالمعروف یا نہی عن المنکر) کرنے کے بعد اس پر جو حالات آئیں گے اس کو برا بھلا کہیں گے یا ماریں پیٹیں گے ان حالات پر وہ صبر کرلے گا، کسی سے اس کا شکوہ نہ کرے گا، تو ایسی صورت میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا درست ہے، اور ایسا داعی مجاہد کہلائے جانے کا مستحق ہے، ایسی صورت میں اگر یہ مقتول بھی ہو جائے تو عند اللہ شہید شمار ہوگا۔

(۵) اور اگر ایسے حالات ہوں کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے کے نتیجہ میں نہ تو کسی قسم کے ضرر کا خطرہ ہے اور نہ ہی مخاطب کے قبول کرنے کی توقع، تو ایسی صورت میں دعوت دینا مباح اور جائز ہے۔ یعنی داعی کو اختیار ہے خواہ دعوت دے یا نہ دے، دینے میں ثواب ملے گا۔

(۶) عوام الناس کے لیے جائز نہیں کہ مشہور عالم، مفتی، قاضی کو دعوت دے، یعنی امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کرے۔

یہ ساری تفصیل ہمارے فقہاء نے ذکر فرمائی ہے۔ فتاوی عالمگیری کی عبارت درج ذیل ہے:

إن الأمر بالمعروف على وجوهٍ، إن كان يعلم بأكبر رأيه أنه لو أمر بالمعروف يقبلون ذلك منه، ويمنعون عن المنكر فالأمر واجب عليه

ولا يسعه تركه، ولو علم بأكبر رأيه أنه لو أمرهم بذلك قذفوه وشتموه فتركه أفضل، وكذا لو علم أنهم يضربونه، ولا يصبر على ذلك ويقع بينهم عداوة ويهيج منه القتال فتركه أفضل، ولو علم أنهم لو ضربوه صبر على ذلك ولا يشكو إلى أحد فلا بأس بأن ينهى عن ذلك وهو مجاهد، ولو علم أنهم لا يقبلون منه ولا يخاف منهم ضرباً و شتماً فهو بالخيار والأمر أفضل كذا في المحيط، إذا استقبله الأمر بالمعروف وخشي أن لو أقدم عليه قتل، فإن أقدم عليه وقتل يكون شهيداً۔

(فتاوی عالمگیری ۳۵۲/۵)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں: اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ:

(۱) جو شخص امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر قادر ہو یعنی قرائن سے غالب گمان رکھتا ہے کہ اگر میں امر و نہی کروں گا تو مجھ کو کوئی ضرر معتد بہ (یعنی کوئی خاص نقصان) لاحق نہ ہوگا، اس کے لیے امور واجبہ میں امر و نہی کرنا واجب ہے اور امور مستحبہ میں مستحب، مثلاً نماز پنجگانہ فرض ہے تو ایسے شخص پر واجب ہوگا کہ بے نمازی کو نصیحت کرے، اور نوافل مستحب میں اس کی نصیحت کرنا مستحب ہوگا۔

(۲) اور جو شخص بالمعنی المذکور قادر نہ ہو (یعنی ایسی قدرت حاصل نہ ہو کہ ضرر سے محفوظ رہ سکے) اس پر امر و نہی کرنا (یعنی دعوت دینا) امور واجبہ میں بھی واجب نہیں۔ البتہ اگر ہمت کرے تو ثواب ملے گا۔

(۳) پھر اس امر و نہی میں قادر کے لیے امور واجبہ میں یہ تفصیل ہے کہ:

اگر قدرت ہاتھ سے ہو تو ہاتھ سے اس کا انتظام (یعنی طاقت سے روکنا) واجب ہے، جیسے حکّام محکومین کے اعتبار سے، یا ہر شخص خاص اپنے اہل وعیال (گھر والوں اور ماتحتوں) کے اعتبار سے۔

اور اگر صرف زبان سے قدرت ہو تو زبان سے کہنا واجب ہے، اور غیر قادر کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ تارکِ واجبات اور مرتکب محرّ مات سے (یعنی فرائض و واجبات چھوڑنے والوں اور حرام میں مبتلا لوگوں سے) دل سے نفرت رکھے۔

(۴) پھر قادر کے لیے منجملہ شرائط کے ایک ضروری شرط یہ ہے کہ اس امر کے متعلق (جس کی تبلیغ کر رہا ہے) شریعت کا پورا حکم اس کو معلوم ہو۔

اور منجملہ آداب کے ایک ضروری ادب یہ ہے کہ مستحبات میں مطلقاً نرمی کرے، اور واجبات میں اوّلاً نرمی اور نہ ماننے پر سختی کرے۔

(۵) اور ایک تفصیل قدرت میں یہ ہے کہ دستی قدرت میں تو کبھی اس امر و نہی کا ترک جائز نہیں، اور زبانی قدرت میں نفع سے مایوسی کے وقت ترک جائز ہے۔ لیکن مودت و مخالطت (یعنی دوستی اور قریبی ربط، گھلنا ملنا) کا بھی ترک واجب ہے، مگر بضرورت شدیدہ (یعنی ضرورت کے وقت ملنا جلنا اور تعلق رکھنا جائز ہے)۔

(۶) پھر قادر کے ذمہ اس کا وجوب علی الکفایہ ہے، اگر اتنے آدمی اس کام کو کرتے ہوں کہ بقدر حاجت کام چل رہا ہو تو دوسرے اہل قدرت کے ذمّہ سے (وجوب) ساقط ہو جائے گا۔

اور علم کی شرط ہونے سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ آج کل جو اکثر جاہل یا کالجاہل وعظ کہتے پھرتے ہیں اور بے دھڑک روایات و احکام بلا تحقیق بیان کرتے ہیں سخت گنہگار ہوتے ہیں، اور سامعین کو بھی ان کا وعظ (اور ایسا بیان) سننا جائز نہیں۔

(بیان القرآن تحت قولہ تعالیٰ ولتکن منکم امة یدعون إلی الخیر الآیۃ سورۂ آل عمران: ۴۵/۱)

فی العالمگیریه الأمر بالمعروف یحتاج إلی خمسة أشیاء أولها العلم لأن الجاهل لا یحسن الأمر بالمعروف الخ. (فتاوی عالمگیری ۳۵۳/۵)

(مرتب)

سارے تبلیغ والوں کے لیے ان کتابوں کا بار بار پڑھنا بہت ضروری ہے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

تعلّم اور تعلیم (یعنی خود سیکھنے اور دوسروں کو سکھانے) کے لیے بندہ ناچیز کی رائے میں مبلغین اور امکنۂ تبلیغ (جن موقعوں میں تبلیغ کی جا رہی ہے ان موقعوں) میں امور ذیل کی (یعنی نیچے لکھی ہوئی) کتابوں کا رچ جانا (اور عام ہو جانا) بہت ضروری ہے۔

(۱) جزاء الاعمال۔ (حکیم الامت حضرت تھانویؒ)

(۲) رسالہ تبلیغ (مصنفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ ملحقہ فضائل اعمال یعنی فضائل تبلیغ)۔

(۳) چہل حدیث شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ جو قرآن شریف کے بارے میں ہیں (یعنی فضائل قرآن جو فضائل اعمال میں شامل ہے)۔

(۴) فضائل نماز۔ (حضرت شیخؒ کی)

(۵) فضائل ذکر۔ (حضرت شیخؒ کی)

(۶) حکایات صحابہ۔ (حضرت شیخؒ کی)

ان سب کتب کو اصل بطور متن ٹھہرا کر ان ہی مضامین کی اور کتب سے (یعنی دوسری کتابوں کے ذریعہ) تکمیل (وتشریح) کی جائے تو اور بہتر ہے، حق تعالیٰ سہل فرماویں۔ اور قبول فرماویں۔ (مکاتیب حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ ص:۵۲)

فضائل کی تعلیم کے ساتھ احکام ومسائل کی تعلیم بھی ضم کردینا چاہیئے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ آگے تحریر فرماتے ہیں:

ان مضامین کے ذریعہ جذبات کو پرواز دینے کے ماتحت دوئم درجہ میں پھر مسائل کو ساتھ ساتھ ضم کر دینا چاہیئے۔ (یعنی کتب فضائل اور فضائل کے مضامین کے ساتھ ساتھ احکام و مسائل کی کتابیں شامل کر دینا چاہیئے) ہر جگہ کی حسب ضرورت (یعنی جس زمانہ میں جن مسائل واحکام کی ضرورت ہوان احکام ومسائل کو تبلیغی نصاب میں ضم کر دینا چاہیئے، مثلاً عیدالفطر، عیدالاضحیٰ کے موقع پر عیدین کے احکام اور شعبان و محرم کے موقع ان دونوں کے احکام ومسائل سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے اور فضائل کی تعلیم و بیان میں اس کو بھی شامل کیا جائے، یہ ہدایت ہے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی)

(مکاتیب حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ ص:۵۳)

تبلیغ میں لگنے والے حضرات ان کتابوں کو ضرور مطالعہ میں رکھیں تنہائی میں بھی دیکھیں مجمع میں بھی سنائیں

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

بندہ ناچیز ایک امر کا بڑا متمنی ہے کہ تبلیغ کے سلسلہ کی یہ چند کتابیں ان کے ساتھ تبلیغ کی لائن میں قدم دھرنے والے تین طرزوں کے ساتھ بہت اشتغال رکھیں، قلیل وقت ہو مگر مداومت ہو (یعنی گو تھوڑے وقت کے لیے ہو لیکن پابندی کے ساتھ ہو)۔

(۱) اول تبلیغ کے نکلے ہوئے زمانہ میں تنہائی میں دیکھنا۔

(۲) دیگر مجمعوں میں ان مضامین کی دعوت دینا۔

(۳) دیگر مجمعوں میں اور خصوصی تذکروں میں ان مضامین کا اپنے غیروں سے سننا اور وہ کتب تبلیغ یہ ہیں جواب تک تجویز ہو چکی ہیں اور بہت سے مضامین ذہن میں ہیں، اہل علم کے استقلال سے کھڑے ہو جانے کے بعد ان مضامین میں تصانیف کا خیال ہے۔

(۱) جزاء الاعمال۔ (حکیم الامت حضرت تھانویؒ)

(۲) رسالہ تبلیغ چہل حدیث (شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ)۔

(۳) فضائل قرآن۔

(۴) فضائل نماز۔

(۵) فضائل ذکر۔

(۶) حکایات صحابہ۔

(۷) دونوں رسائل تبلیغ مولوی احتشام ومولوی زکریا والا۔

(جزاء الاعمال کے علاوہ کہ وہ حضرت تھانوی کا تصنیف کردہ ہے باقی سب رسائل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے تصنیف کردہ ہیں اور فضائل اعمال میں شامل ہیں، جن کو تنہائی میں مطالعہ کرنے اور مجمع میں پڑھنے اور سنانے کی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تاکید فرمائی ہے)۔

(مکاتیب حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ ص: ۴۰، مکتوب ۴)

اہل تبلیغ کے لیے ایک ضروری نصاب جس کو ہر صاحب تبلیغ کو پڑھنا یا سننا چاہئے

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

تبلیغ کے سلسلہ میں میرا جی چاہ رہا ہے کہ ایک نصاب مقرر ہو کر وہ ہر ہر شخص کے رگ و پے میں سما جاوے، جس کو یوں جی چاہتا ہے کہ اگر ایک شخص پڑھا لکھا ہے (وہ تو)

اول تنہائی میں دیکھا کرے پھر سنایا کرے، اور اس میں جو اعمال ہوں اس پر اول اپنے آپ کو جمانے کی کوشش کرے، اس کو مجمع میں پھیلا وے۔

بالفعل پانچ کتابوں کا اہتمام ہے۔

(۱) راہ نجات (شاہ رفیع الدین صاحب دہلویؒ کی)

(۲) جزاء الاعمال۔ (حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی)

(۳) چہل حدیث (شیخ الحدیث والی)۔

(۴) فضائل نماز۔ (شیخ الحدیث)

(۵) حکایات صحابہ۔ (شیخ الحدیث)

ان پانچوں کے جزو زندگی ہونے پر اہتمام کیا جاوے لہٰذا آپ بھی اس کی پابندی سے مجھے مطلع فرماویں۔ (مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۹۲)

تبلیغی حضرات کو کتبِ حدیث کی ''کتاب الإیمان'' کی تعلیم کا اہتمام اور اس نصاب کی تکمیل

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

نماز کے بعد مولانا (محمد الیاس صاحبؒ) حجرہ میں واپس تشریف لے گئے، حاضرین کو دو گروہوں میں منقسم کیا گیا ایک عربی داں طبقہ، اور ایک غیر عربی داں، غیر عربی داں طبقہ کو تحریک کے متعلق اردو کتابوں کی تعلیم ہوتی رہی، اور عربی داں طبقہ کو کتاب الایمان سے چند حدیثیں پڑھ کر سنائی گئیں، اور ان پر باہم مذاکرہ رہا، معلوم ہوا کہ یہاں کے مقیم حضرات کو اس نصاب کی تکمیل ضروری ہے۔

(مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دینی دعوت ص:۱۶۴)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی موجودگی

میں مرکز نظام الدین کا حال نقل فرماتے ہیں:

دوپہر سے پہلے حدیث کا دور رہا اور خوب رہا۔ ظہر کے بعد حدیث کا دور رہا اور خوب رہا (یعنی حدیث کی کتابوں سے حدیثیں پڑھ کر سنائی گئیں) مولانا واصف صاحب نے کتاب الجہاد سے عجیب وغریب حدیثیں سنائیں۔ (دینی دعوت ص:۱۶۵)

فضائل نماز کتاب کی اہمیت اور اس کو دیکھنے کی ترغیب

مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے ارشاد فرمایا:

(۱) نماز کی رفتار یہ ہے کہ آج کے دن سے دوسرے دن کی نماز ترقی کرتی جائے، اس کے لیے فضائل نماز (مؤلفہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ) دیکھو۔

(ارشادات ومکتوبات ص:۹۲)

نیز ارشاد فرمایا:

(۲) فضائل نماز، جو کتاب ہے اس کو پڑھے لکھے (حضرات) خود پڑھیں اور دوسروں کو بھی سنادیں اور نماز کی اہمیت اور بے نمازی کے لیے خدا کی وعیدیں عام لوگوں کے ذہن نشیں کرائی جائیں۔ (مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۱۰۳)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے فرمان سے اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ مختلف پہلوؤں سے اس کتاب کی بڑی اہمیت ہے، ہر تبلیغی کام کرنے والے کو اس کتاب کو انفراداً اجتماعاً پڑھنا چاہیے۔

پورے دین کا خلاصہ

ارشاد فرمایا:

(۱) جو کچھ دین کے احکامات ہیں سب حق ہیں۔

اللہ ایک ہے، اللہ کے رسول سچے ہیں، کتاب سچی ہے، نیابت حق ہے، فرشتے حق ہیں۔
اللہ تعالیٰ کے اسماء کی صفات، صحابہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کارناموں کا

منظر اور قبر اور حشر کا منظر ہونا۔

(۲) بس تمام کام دین و دنیا کے اللہ کی رضا کے موافق کرے، اللہ کے سوا کسی کو قادر نہ سمجھے، یہ ہے دین کا خلاصہ۔ (ارشادات ومکتوبات ص:۹۹-۱۰۰)

یہ بھی ہمارا کام ہے اس میں بھی حصہ لینا چاہئے

سابقین کی باتوں کو زندہ رکھنا ہمارا کام ہے۔ (ارشادات ومکتوبات ص:۳۹)

تشریح: سابقین سے مراد ہمارے علماء ومشائخ، فقہاء ومجتہدین، مصلحین و مجددین، جنہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اصلاح امت کا کام کیا اور دین کی صحیح ترجمانی کی، امت کی اصلاح کے لیے حالات کے لحاظ سے مختلف طریقے اور تدبیریں و ہدایتیں بیان فرمائیں جو ان کی کتابوں میں محفوظ اور تسلسل کے ساتھ چلی آرہی ہیں، ان ساری باتوں کی قدر کرنا ان کی حفاظت کرنا، اور ان علوم کو زندہ رکھنا یہ بھی ہمارا کام ہے۔

حضرتؒ کے اس مختصر ارشاد میں بہت سی باتیں آجاتی ہیں مثلاً ہمارے سابقین، اسلاف اور مشائخ نے علوم دینیہ کی نشر واشاعت کے لیے مدارس ومکاتب کا نظام قائم کیا، تزکیہ نفس تصفیۂ قلوب کے لیے خانقاہوں کا نظام قائم کیا اور پیری مریدی کے سلسلہ کو جاری رکھا، امت کی اصلاح اور روحانی وباطنی فیوض کے لیے رمضان شریف میں اعتکاف کے سلسلہ کو سنت کے مطابق جاری رکھا، امت میں پھیلے ہوئے مفاسد ومنکرات اور بدعات کی اصلاح کے لیے خطبات جمعہ اور جلسوں میں تقریروں کا اہتمام کیا، باطل فرقوں کی تردید کے لیے موقع پڑنے پر مناظرہ بھی کیا، دین کے مختلف شعبوں کو زندہ کرنے اور زندگی کے مختلف شعبوں کی اصلاح کے لیے علمی واصلاحی کتابوں ورسائل کی تصنیف کا سلسلہ جاری رکھا، چنانچہ اکابر علماء کی کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے، حضرتؒ فرمارہے ہیں ہمارے اسلاف اور سابقین کی علمی کاوشوں اور ان کی باتوں کو زندہ رکھنا یہ بھی ہمارا کام ہے، اس میں بھی ہم کو بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔

باب ۵

مختلف دینی جلسوں کی اہمیت

معاشرہ میں پھیلی ہوئی برائیوں کو دور کرنا بھی ضروری اور اپنا کام ہے

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ میوات میں (جہاں تبلیغی کام کی جڑیں مضبوط ہو چکی تھیں) اصلاح معاشرہ کے تعلق سے اپنے بعض خاص متعلقین کو ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں:

......اسی میں سے باہمی نکاح کا استنکاف ہے (یعنی آپس میں قریبی رشتوں میں نکاح کرنے کو جس کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے اس کو معیوب اور قبیح سمجھنا اور اس سے عار آنا) جس کو پہلے تو سنا ہے کہ حرام اور کفر سمجھتے تھے، اب زبان سے تو حلال اور جائز کہتے ہیں مگر معاملہ وہی ہے چنانچہ موضع اٹاوڑ تحصیل نوح کے ایک مرد و عورت نے باہمی راضی رضا ہو کر اس خیال سے کہ اگر یہاں نکاح ہو گیا تو قوم سخت ستائے گی ملک سے نکل کر نکاح کرلیا، اور ضلع ''گوڑگانوہ'' میں بود و باش اختیار کر لی تھی، مگر افسوس ہے کہ جاہل قوم نے دولہا کو جس کا نکاح رمضان المبارک کے اخیر جمعہ کو ہوا تھا، عید کے تیسرے دن جمعہ کے روز قتل کر کے ہاتھ پیر توڑ کر مٹی کے تیل سے جلا کر راکھ کو کسی دریا میں بہا دیا۔

یہ مضمون بہت زور سے بیان کرنے کے قابل ہے کہ کفر کو، شرک کو، زنا کو اور کسی اکبر الکبائر کو (بڑے سے بڑے گناہ کو) ایسا معیوب اور قبیح (برا) نہ سمجھیں اور اللہ کے

حلال کردہ کو اس قدر معیوب سمجھیں، آپ ضرور بیان فرمادیں کہ کس طرح ایمان ان کا باقی رہا، اور کیا سبیل ان کے ایمان کی باقی رہنے کی ہو سکتی ہے؟

(دینی دعوت ص:۲۴۲)

دعوت وتبلیغ کے ساتھ دوسرے کاموں کی بھی فکر

حکومت کی جبریہ تعلیم کی مخالفت اور اس کا سدباب

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دینی کوششوں اور دینی حمیت کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اسی دینی حمیت کی بنا پر آپ نے ابتداء میں حکومت کی جبری تعلیم کی سخت مخالفت کی اور علماء کو اس کی طرف متوجہ کیا، شدھی سنگھٹن کے زمانہ میں تحریک ارتداد کی طرف پوری طرح متوجہ ہوئے اور وہ میوات میں کامیاب نہیں ہونے پائی۔

(مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دینی دعوت ص:۲۴۲)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے اس طرزِ عمل میں اصحاب تبلیغ کے لیے بڑی عبرت اور سبق ہے کہ دعوت وتبلیغ کے صرف چند کاموں ہی کو لے کر نہ بیٹھ جائیں بلکہ حسب ضرورت اور حالات کے تحت دین کے دوسرے کاموں کو بھی اسی دھن کے ساتھ کرنا ہے جس طرح دعوت وتبلیغ کے دوسرے کام کرتے ہیں، خواہ اصلاح معاشرہ اور دوسرے جلسوں کی شکل میں ہو یا کسی دوسری شکل میں جیسا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ دعوت وتبلیغ کے ساتھ دوسرے کاموں کو بھی کتنی لگن کے ساتھ کرتے تھے۔

بہت سے تبلیغی احباب کا یہ کہنا کہ ہم کو دعوت وتبلیغ کا کام اخلاص واستخلاص سے کرنا چاہئے اور اس کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے علاوہ کسی دوسرے کام میں نہ حصہ لینا ہے نہ کسی دوسرے کام میں شرکت کرنا ہے، تو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ دین کے

کاموں کا دائرہ بہت وسیع ہے، یہ فکرونظر اور طرزِ عمل حکم خداوندی ''تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى '' کے بھی خلاف ہے نیز بانی تبلیغ مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ہدایت اور ان کے طرزِ عمل کے بھی خلاف ہے۔

دینی جلسوں اور اصلاحی پروگراموں کے کرنے کی اہمیت اور تاکید

ارشاد فرمایا: جلسہ کرو، جس میں اپنے قرب کے اضلاع کے علماء کو سیکھنے اور بڑے علماء کو سکھانے کے لیے بلاؤ۔ (ارشادات ومکتوبات ص:۳۷)

تشریح: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ مخصوص نظام کے تحت ہونے والی دعوت وتبلیغ کے علاوہ دین کی دوسری خدمتوں مثلاً دینی جلسوں اور اصلاحی پروگراموں کو بھی بڑی اہمیت دیتے تھے، اور تبلیغ سے منسلک حضرات کو دینی جلسوں کے کرنے اور اس میں شرکت کی بھی تلقین اور ہدایت فرماتے تھے۔

اپنی زیرِ نگرانی اس نوع کے جلسوں میں خود حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ کو جلسوں میں تقریر کے لیے بھیجا، اور مختلف موضوعات کی تعیین فرمائی، کہ آئندہ یہ موضوع بیان کرنا۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ دعوت وتبلیغ کا دائرہ عمل تو صرف چھ نمبر ہیں جن پر محنت کرائی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ بہت سے فرائض وواجبات کا احیاء اور امت کو ان کی طرف توجہ دلانا، اسی طرح بہت سے منکرات ومحرمات پر نکیر اور معاشرہ میں رائج گناہوں پر تہدید و تنبیہ وہ انہی جلسوں اور اصلاحی پروگراموں، جمعہ کے دن تقریروں کے ذریعہ ہی ہوسکتی ہے، اس لیے آپ کو ان جلسوں اور تقریروں کی بھی بڑی اہمیت تھی، جمعہ کے دن بھی آپ

بعض علماء کو اصلاحی تقریروں کے لیے بعض مساجد میں بھیجا کرتے تھے۔

دین کے جملہ مقاصد کی تکمیل کے لیے آپ نے اپنے تبلیغی احباب کو حکم دیا کہ جلسہ کرو، اوراس سلسلہ کو کامیاب بنانے اور جاری رکھنے کے لیے حکم دیا کہ اکابر علماء کو بلانے کے ساتھ علاقہ کے علماء، نوجوان فضلاء کو بھی بلاؤ تاکہ وہ سیکھیں اور آگے سلسلہ جاری رہے۔

جلسوں کی اہمیت اور جلسوں میں علماء کرام کی تقریر کرانے کا اہتمام

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

مولانا (محمد الیاس صاحبؒ) اہل دہلی اور تجار سے تقاضا فرماتے رہتے تھے کہ وہ مولانا ظفر احمد صاحب کی موجودگی سے فائدہ اٹھائیں، جلسے کریں، اور (جلسہ میں) مولانا سے تقریر کرائیں، ان حضرات کے اہتمام سے شہر میں کئی جلسے ہوئے، آخری چہار شنبہ کے جامع مسجد والے جلسہ کے علاوہ حوض والی مسجد، کالی مسجد (ترکمان دروازہ) بنے کی سرائے والی مسجد، قصاب پورہ اور جامعہ ملیہ میں جلسے ہوئے جن میں مولانا ظفر احمد صاحب اور دوسرے مقررین نے تقریریں کیں۔

(مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دینی دعوت ص:۱۸۸)

مالداروں کو صحیح مصرف میں ادائے زکوٰۃ کی تاکید زکوٰۃ کے موضوع پر تقریر کرانے کا اہتمام

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

ان دنوں (یعنی آخری ایام میں) چند باتوں کا زندگی بھر سے زیادہ اہتمام رہا

.... تیسرے زکوٰۃ ادا کرنے اور راہ خدا میں خرچ کرنے کے صحیح شرعی طریقہ اور آداب کی تلقین مولانا کو اپنی زندگی میں اس کی طرف خاطر خواہ توجہ کی نوبت نہیں آئی تھی، لیکن ان دنوں میں (اپنی عمر کے آخری ایام میں) اس کی طرف بڑی توجہ تھی۔

تجار واہل ثروت کا مجمع رہتا تھا، مولانا نے یہ مضمون بار بار فرمایا اور دوسروں سے کہلوایا کہ آدمی کو اپنی زکوٰۃ کا اہتمام اپنی عبادت کی طرح کرنا چاہیئے، اس کے مستحقین کو خود تلاش کرنا چاہیئے، اس کو ادا کرتے وقت خود ممنون ہونا چاہیئے۔

مولانا ظفر احمد صاحب اور دوسرے حضرات نے (حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے حکم سے) اس پر بار بار تقریریں کیں۔

(دینی دعوت ص:۱۸۶)

ایک جلسہ کے لیے دعوت نامہ

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

عرض آنکہ آپ مندرجہ ذیل صاحبان کو میری طرف سے دعوت دیں کہ وہ سب صاحبان جلسہ ''پیپاکا'' میں جو کہ صفر کی تیسری اتوار کو قرار پایا ہے شرکت فرما کر شکریہ کا موقع دیں، چونکہ ایک نہایت ضروری اور نہایت اہم کام ہے اس واسطہ اس مرتبہ یہ خصوصی دعوت نامہ آپ کی خدمت میں ارسال ہے۔ (ارشادات ومکتوبات ص:۱۴۲)

جلسہ کی کامیابی کی کوشش کرنے والوں کیلئے دعا اور خوشخبری

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

جلسہ کی کامیابی کی کوشش کرنے والوں کو مژدہ (خوشخبری) سنادو کہ ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ جب کہ باہمی جدال کے منظر کو اعلاء کلمۃ اللہ کی مجلس سے بدلنے کی کوشش کی ہے، تو انشاء اللہ قیامت کے دن اس بڑے مجمع میں جس میں اولین

وآخرین، جن وانس اور سب مخلوق انبیاء و ملائکہ کی جماعتیں ہوں گی تو یہ کارنامہ انشاء اللہ برسر منبر مذکور ہوگا، اللہ اس دن کی نیک نامی کے لیے ہمیں جانوں کا دینا اور مرمٹنا نصیب فرمائے۔ (دینی دعوت ص:۳۰۲)

جلسہ میں باہر سے آنے والے مہمانوں کے کھانے کا انتظام کیوں نہیں کیا گیا؟

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ایک اور مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

بخدمت عنایت فرمائے.................زادت عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض آنکہ بندہ جلسۂ نوح کے بعد سخت پریشان ہے کہ اس مرتبہ جلسہ نوح میں ہمیشہ دستور کے موافق مہمانوں کے لیے کھانے کا کیوں نہیں انتظام کیا گیا، کیا اس مرتبہ ہمیشہ کی طرح منتظمین کے لیے سعادت اور سرمایۂ آخرت سے بہرہ اندوز ہونے کی ضرورت باقی نہیں رہی؟ اور کیا اب وہ آخرت کا سرمایہ جمع کرنے سے مستغنی ہوگئے؟

اس کا جواب بواپسی ڈاک بندہ کے پاس جلد بھیجا جاوے کہ کیا وجوہ ہیں جن کی وجہ سے (باہر سے آنے والے مہمانوں اہل جلسہ کے) کھانے کا انتظام نہ ہوسکا۔ والسلام

محمد الیاس عفی عنہ

ارشادات ومکتوبات ص:۱۲۴

مدارس کے طلبہ کو مختلف مساجد میں امامت کے لیے مقرر کردیا جائے

عنایت فرمائے حافظ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جو طلبہ آپ کے مدرسہ میں اس لائق ہوں کہ وہ نماز پڑھا سکتے ہوں ان طلبہ کو مسجدوں میں مقرر کردیا جائے، جہاں پر نمازی اچھے (یعنی زیادہ) ہوتے ہوں وہاں پر پانچوں نمازیں پڑھادیا کریں، اور جہاں پر زیادہ نہ ہوں وہاں پر کسی ایک دو وقت پر پڑھادیا کریں تو بہت ہی بہتر ہو، اس صورت میں دینی ودنیوی دونوں منافع ہوں گے تم کو بھی اور عوام کو بھی۔ فقط والسلام

محمد الیاس عفی عنہ

ارشادات ومکتوبات ص:۱۳۳، مکاتیب مولانا محمد الیاسؒ ص:۱۱۰

منکرات پر نکیر کی
ضرورت واہمیت اور اس کا طریقہ

باب ۶

منکرات پر نکیر کی ضرورت واہمیت

امر بالمعروف ونہی عن المنکر دونوں دعوت کے فرض شعبے ہیں

فرمایا: فرائض کا مقام نوافل سے بہت بلند تر ہے بلکہ سمجھنا چاہئے کہ نوافل سے مقصود ہی فرائض کی تکمیل یا ان کی کوتاہیوں کی تلافی ہوتی ہے، غرض فرائض اصل ہیں اورنوافل ان کے توابع اورفروع، مگر بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ فرائض سے تو غفلت برتتے ہیں اورنوافل میں مشغول رہنے کا اس سے بدرجہا زیادہ اہتمام کرتے ہیں، مثلاً آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ ''دعوت الی الخیر'' ''امر بالمعروف'' اور ''نہی عن المنکر'' (غرض تبلیغ دین کے) یہ تمام شعبے اہم فرائض میں سے ہیں، مگر کتنے ہیں جو ان فرائض کو ادا کرتے ہیں، لیکن اذکار نفلیہ میں اشتغال وانہماک رکھنے والوں کی اتنی کمی نہیں۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۱۶-۴۴)

فائدہ: حضرتؒ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ دعوت وتبلیغ کے تین اہم شعبے ہیں، اورتینوں فرض ہیں، دعوت الی الخیر، یعنی تمام بھلے اور نیک کاموں کی لوگوں کو دعوت دینا، دوسرے معروفات کا حکم کرنا خاص طور پر اپنے مبلغین اورقریبی لوگوں کو، تیسرے منکرات پر نکیر کرنا یعنی تمام قسم کے چھوٹے بڑے گناہوں پر روک ٹوک کرنا خصوصاً اپنے قریبی اور متعلقین لوگوں کو، حضرت بطور شکایت اور تنبیہ کے فرمارہے ہیں کہ لوگ نوافل کا تو بہت اہتمام کرتے ہیں لیکن فرائض کی ادائیگی میں جس میں معروفات کو پھیلانا اورمنکرات پر نکیر کرنا بھی شامل ہے کوتاہی کرتے ہیں۔

تمام گناہ قہر خداوندی کا دروازہ ہیں
منکرات پر نکیر کرنا اور گناہوں کو بند کرنے کی کوشش کرنا ہمارا کام ہے

فرمایا: معصیت قہر کا دروازہ ہے۔

معصیت (گناہوں) سے بچو، معصیت سے اللہ کا غضب آتا ہے۔

مکلّف چاہے مرد ہو چاہے عورت، اپنے فرائض کے ترک سے مورد لعنت و غضب الٰہی ہوتا ہے۔

سودی معاملہ کرنا خدا کی خدائی کے خلاف اقدام کرنے پر جرأت کرنا ہے۔

(ارشادات و مکتوبات ص:۲۱-۲۷-۳۰-۳۲)

تشریح: منکر، معصیت، گناہ سب ایک ہی چیز ہیں، جس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا، خواہ فرائض اور واجبات کو چھوڑ کر ہو یا حرام و ناجائز کا ارتکاب کر کے، دونوں ہی صورتیں منکرات و معاصی کے دائرہ میں آتی ہیں اسی کے متعلق حضرتؒ مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمارہے ہیں کہ معصیت یعنی گناہ کے کام اور مختلف قسم کے منکرات حق تعالیٰ کے قہر اور عذاب کو لانے والے ہیں، ان کی وجہ سے حق تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے اور ایسے لوگ لعنت کے مستحق اور حق تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوتے ہیں، مثلاً ناچ، گانے، فحش اور بے حیائی و بے پردگی کی کثرت، سودی معاملات، ناجائز کاروبار، یہ سب منکرات اور معاصی میں سے ہیں، ان کا مرتکب ہونا حق تعالیٰ سے بغاوت کرنا اور عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے، اس لیے تمام اہل ایمان کو خصوصاً اصحاب تبلیغ کو چاہئے کہ وہ اپنے ماحول و معاشرہ کا جائزہ لیں اور تمام قسم کے گناہ اور منکرات جو پھیلے

ہوئے ہیں، یا تمام فرائض وواجبات جن کو لوگ چھوڑے ہوئے ہیں، ان سب کی اصلاح کی بھرپور کوشش کریں تقریر وتحریر اور جلسہ، جس ذریعہ سے ممکن ہو یہ کام کریں، خود اگر نہیں کر سکتے تو جو لوگ یہ کام کرنے والے ہیں ان کا تعاون کریں، ان کے کام میں شرکت کریں کیونکہ یہ ہمارا کام ہے اور تبلیغ کے اصل مقاصد میں سے بلکہ اصل تبلیغ یہی ہے یعنی معروفات کو پھیلانے کے ساتھ منکرات کو بند کرنے کی کوشش کرنا۔ (مرتب)

اس کے بغیر تمہاری تبلیغی محنت ناقدری کا شکار ہو جائے گی

فرمایا: جب تک مخاطب میں منکر کے قبیح جاننے اور معروف کے مستحسن سمجھنے کی اہلیت نہ ہو، اس سے حکم کے درجہ میں کچھ کہنا خود امر کی ناقدری کرنا ہے، اوامر ونواہی کی حس رکھنے والے کے ذمہ ہے کہ پہلے منکر کے نقصان اور معروف کے نفع کو اپنے قول و عمل سے اتنا ثابت کر دے کہ مخاطب پر ضرر ونفع واضح ہو جائے۔

(ارشادات ومکتوبات ص:۱۸)

تشریح: مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ دعوت وتبلیغ کے چونکہ دو اہم جزء ہیں امر بالمعروف، نہی عن المنکر ، اس کے بغیر تبلیغ کامل نہیں ہوسکتی، اس لیے تبلیغ میں دونوں کام کرنا ہے، یعنی معروف کی تبلیغ اور منکرات پر نکیر، لیکن اس تبلیغ سے پہلے ضروری ہے کہ مخاطب کی صلاحیت وذہنیت کو دیکھو، اگر وہ معروف کو پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھتا، منکر ومعصیت کی قباحت اور اس کی خرابیاں اس کے ذہن میں نہیں، تو وہ تمہاری تبلیغ کی ناقدری کرے گا، اس لیے تبلیغ سے پہلے ضروری ہے کہ معروفات کا استحسان یعنی اچھائیاں، خوبیاں، فوائد اور منکرات کی خرابیاں اور نقصانات اپنے قول وعمل سے اس طرح بیان کردو کہ اس کو اس کا یقین ہو جائے کہ تم کو اس کی خیر خواہی مقصود ہے اور اس کی خیر خواہی میں تم اس سے کہہ رہے ہو، پھر تمہاری تبلیغ کا فائدہ ہوگا، اور وہ پورے طور پر مؤثر ہوگی۔

اس مقصد کے لیے یعنی طاعات ومعروفات کی اچھائیوں اور منافع اور منکرات و

معاصی کی خرابیوں اور نقصانات کو سمجھنے اور بیان کرنے کے لیے مولانا محمد الیاس صاحبؒ حضرت تھانوی کی کتاب ''جزاء الاعمال'' کے مطالعہ کی تاکید فرماتے تھے، بلکہ اس کو تبلیغی نصاب کا جزء قرار دیا تھا، لیکن لوگوں کو اس کا علم نہیں۔ تمام تبلیغی احباب کو چاہیئے کہ اس کتاب کو اپنے مطالعہ میں رکھیں اور دوسروں کو بھی سنائیں۔

اہل تبلیغ خصوصاً علماء کرام پر ضروری ہے کہ دنیا میں پھیلے ہوئے تمام منکرات و معاصی کو ختم کرنے کی کوشش کریں

(حدیث پاک کی اہم کتاب) ''مشارق انوار'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا پہلے صفحہ میں ایک اثر ہے کہ قیامت کے دن مظلوم ظالموں سے اپنا حق لینے کھڑے ہوں گے، ان مظلوموں کے گناہوں کے بار (بوجھ) ظالموں کے سر دھرے (ڈالے) جائیں گے، اس جانگداز (اور سخت) وقت میں ایک جماعت (ان) مظلوموں کی ہوگی یہ اپنا حق جتائیں گے کہ ہم معاصی اور گناہ کے مرتکب ہوئے تھے، اور تم ہم کو نہیں روکتے تھے۔

لہٰذا تمام اہل زمانہ کو ضروری ہے کہ ہر ہر لحظہ (ہر وقت) اس کے خلاف منکرات کا انہدام اور اطاعت کے انصرام (یعنی منکرات و معاصی کو ختم کرنے اور بند کرنے اور اطاعت و عبادت کو پھیلانے) میں پوری پوری سعی کرے، جو حق (واجب ہے اور) مسلمانوں کے ہر ہر فرد پر فرض ہوگا، اس میں علماء اسلام کی جماعت یقیناً پیش پیش ہوگی۔

(ارشادات و مکتوبات ص: ۱۱۳)

مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا ہر وقت منکر پر نکیر کرنے کا مزاج

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

مولانا (محمد الیاس صاحبؒ) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بارے میں خاص

اصول اور ترتیب و تدریج کے قائل تھے، لیکن جب کھلا ہوا منکر پیش آ جاتا تو قطعاً مداہنت و رواداری (اور چشم پوشی) کو گوارہ نہ کرتے۔ **فَاِذَا تَعَدّٰی الْحَق لَمْ یَقُمْ لِغَضَبِہٖ شَیْءٌ۔**

پھر اس استقامت اور تورع (تقویٰ) کا اظہار فرماتے جو ان کے اسلاف کرام، مشائخ اور علماء راسخین کا شیوہ ہے۔ (دینی دعوت ص:۲۶۶)

بذریعہ خط منکر پر نکیر

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے ایک منکر پر نکیر کرتے ہوئے ایک صاحب کو خط لکھا کہ:

آپ نے (بچہ کے انتقال اور حادثہ ہو جانے پر) یوسف کو (ایسی) تحریر لکھی، اس سے آپ کے رنج کا نہ ہونا ٹپکتا ہے، یہ شرعاً منکر ہے، رنج کی باتوں سے واقعی رنجیدہ ہونا یہ انشاء اللہ تمہیں ضرور ہوگا لیکن رنج سے متاثر ہونے کا اظہار بھی ضروری ہے، حق تعالیٰ جیسے حالات بھیجیں ان کے مناسب تأثر اور اس کا اظہار آپ بھی خوب سمجھتے ہیں کہ ضروری ہے۔

(اسی طرح ایک بچہ کی ولادت کے موقع پر انہیں بزرگ عالم کو لکھوایا) یہ حق تعالیٰ شانہ کی ایک نعمت عظمیٰ ہے جس پر دل سے خوش ہونا چاہئے، اور اگر حقیقی اور قلبی خوشی نہ ہو تو کم سے کم اظہار خوشی اگرچہ مصنوعی ہو، ہونی چاہئے، اور شکرانہ میں بطور خوشی آنا چاہئے۔

(مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دینی دعوت ص:۲۴۴)

منکرات پر عملی نکیر

حلیم (انٹر) کالج میں حضرت جی (مولانا محمد الیاس صاحبؒ) تصویروں کے سبب اندر کمرہ میں نہیں گئے۔ (ارشادات و مکتوبات ص:۳۹)

تشــریح: دعوت و تبلیغ کے دو اہم شعبے ہیں، امر بالمعروف، نہی عن المنکر یعنی اچھائیوں کو پھیلانا، برائیوں اور گناہوں کے کاموں سے منع کرنا، پھر دعوت و تبلیغ یعنی

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی دوصورتیں ہوتی ہیں، قول اورعمل، یعنی تبلیغ قولی بھی ہوتی ہےاورعملی بھی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قول سے بھی ہوتا ہےاورعمل سے بھی۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ جامع تبلیغ کے حامل تھے، جس میں معروفات کو پھیلانا بھی ہواور منکرات پرنکیر بھی، قول سے بھی، عمل سے بھی، منکرات پرنکیر کرنے کی عملی شکل یہی ہوتی ہے کہ اس منکر ومعصیت کے کام میں شرکت نہ کی جائے، بلکہ اس سے بیزاری کا اظہار ہو، چنانچہ مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے ایسا ہی کیا، شہر کانپور کے حلیم کالج میں پورے اکرام واہتمام سے آپ سے ایک کمرہ میں تشریف آوری کی درخواست کی گئی آپ نے دیکھا کہ اس میں تصویریں ہیں، آپ نے صاف منع فرمادیا اور کمروں میں آویزاں تصویروں کی وجہ سے آپ اس کمرہ میں داخل نہیں ہوئے، اسی کا نام ہے منکرات پرنکیر عملی۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا یہ عمل عین سنت کے مطابق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ گھر میں داخل ہوئے، دروازہ پر پہنچے تو دیکھا تصویردارتوشک یا پردہ لٹکا ہوا ہے، آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پرنکیر فرمائی، اوراس وقت تک گھر میں داخل نہ ہوئے جب تک (تصویردارتوشک یا پردہ) ہٹانہیں دیا گیا، حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

وعنها اشترت نمرقة فيها تصاوير فلما راها رسول الله صلى الله عليه وسلم قام على الباب فلم يدخل فعرفت في وجهه الكراهية الخ۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ ۲/۳۸۵، باب التصاویر)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اس طرح کرکے تمام تبلیغی بھائیوں کے لیے ایک نمونہ پیش کردیا، اس لیے تمام تبلیغی بھائیوں کو چاہئے کہ وہ امر بالمعروف کے ساتھ منکرات پرنکیر کوبھی مدنظر رکھیں اور معصیت ومنکر کے کسی موقع اور مجلس میں شرکت سے احتراز کریں، بعض حضرات کو دیکھا کہ نکاح تو تبلیغی اجتماع میں کرایا بعد میں رخصتی و شادی کے موقع پرخوب منکرات میں شرکت ہوئی، جس شامیانہ اور پنڈال میں دعوت وغیرہ کا نظام کیا گیا اس میں بھی بکثرت تصویریں بنی ہوئیں، خود مجلس میں بھی تصویرکشی کا

ماحول رہا، کھانا کھلانے کا طریقہ بھی خلاف سنت، یہ سب چیزیں خود منکرات و معاصی میں شامل ہیں، جن سے بچنا لازم ہے۔

منکرات پر نکیر کا مناسب طریقہ

خطاب خاص، خطاب عام کی تفصیل

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا:

ہماری اس دعوت وتبلیغ کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ: خطاب عام میں سختی برتی جائے لیکن خطاب خاص میں انتہائی نرمی بلکہ جہاں تک ہوسکے لوگوں کی اصلاح کے لیے خطاب عام ہی کیا جائے، حتی کہ اگر اپنے کسی خاص ساتھی کی کوئی غلطی دیکھی جائے تو حتی الوسع اس کی اصلاح کی کوشش بھی خطاب عام ہی کے ضمن میں کی جائے، یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عام طریقہ تھا کہ خاص لوگوں کی غلطیوں پر تنبیہ بھی آپ ''مابال أقوام'' (لوگوں کا کیا حال ہوگیا جو ایسی حرکت کرتے ہیں) کے عمومی عنوان سے فرماتے تھے، اور اگر خطاب خاص ہی کی ضرورت سمجھی جائے تو علاوہ محبت اور نرمی کے اس بات کا بھی لحاظ رہے کہ فوراً اس کو نہ ٹوکا جائے، ایسی صورت میں اکثر لوگوں کا نفس جواب دہی اور حجت بازی پر آمادہ ہوجاتا ہے، لہٰذا اس وقت کو تو ٹال دیا جائے پھر دوسرے مناسب وقت میں خلوص ومحبت کے ساتھ اس کی غلطی پر اس کو متنبہ کیا جائے۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۸۴-۱۰۱)

خطاب خاص میں نرمی اور خطاب عام میں سختی

ایک صحبت میں فرمایا ـــــ تبلیغ کے اصولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عمومی خطاب میں پوری سختی ہو اور خصوصی خطاب میں نرمی، بلکہ حتی الوسع خصوصی اصلاح کے لیے بھی عمومی خطاب ہی کیا جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص افراد کا بھی کوئی جُرم

معلوم ہوتا تو بھی اکثر آپؒ ''مابال أقوام'' کہہ کر ہی خطاب وعتاب فرماتے۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۳۷-۳۱)

فائدہ: یہ بات قابل غور اور قابل لحاظ ہوتی ہے کہ منکرات پر نکیر خطاب خاص سے کہاں اور کن لوگوں کو اور خطاب عام سے کب اور کن لوگوں کو؟

علماء محققین نے فرمایا ہے عام لوگوں کو تو عمومی انداز میں خطاب عام سے نکیر کی جائے اور خاص لوگوں سے یعنی جن سے خصوصی تعلق ہو مثلاً استاذ شاگرد، پیر مرید، نگراں ماتحت، باپ بیٹا، اور خاص احباب و متعلقین میں بڑا چھوٹے کو خطاب خاص سے نکیر کرنے کا مکلّف ہے لیکن نرمی کے ساتھ، بلکہ بعض اہل تعلق کو خطاب خاص سے نکیر کرنا اور غلطی پر تنبیہ کرنا واجب ہے جیسے باپ بیٹے کو، شوہر بیوی کو، استاذ شاگرد کو اگر نکیر کرنے میں کوتاہی کریں گے تو خود بھی گنہگار رہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ قریبی لوگوں اور خاص متعلقین کو آپ خطاب خاص سے بروقت نکیر اور تنبیہ فرماتے تھے، مثلاً حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ دوسری بیوی کے متعلق نامناسب کلمہ کہہ دیا آپ نے فوراً تنبیہ فرمائی کہ عائشہؓ تم نے اتنی سخت بات کہہ دی کہ اگر سمندر میں ڈال دی جائے تو سمندر کا سارا پانی کڑوا ہو جائے۔

باطنی قوت کے ذریعہ بھی منکرات پر نکیر کی ضرورت

ولی اور قطب بننے کا طریقہ

فرمایا: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ''**من رای منکم منکراً فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه**'' (مسلم شریف، مشکوۃ ۴۳۶/۲) کے آخری جزء فبقلبه کا ایک درجہ اور اس کی ایک صورت یہ بھی

ہے کہ ازالہ منکر کے لیے اصحاب قلوب اپنی قلبی قوتوں کو استعمال کریں، یعنی ہمت وتوجہ کو کام میں لائیں۔

پھر اسی ذیل میں فرمایا —— امام عبدالوہاب شعرانی نے مقام قطبیت حاصل کرنے کی ایک تدبیر لکھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کی زمین پر جہاں جہاں جو جو معروفات مٹے ہوئے ہیں اور مردہ ہو گئے ہیں، ان کا تصور کرے پھر دل میں ان کے مٹنے کا ایک درد محسوس کرے اور پورے الحاح اور تضرع کے ساتھ ان کے زندہ اور رائج کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے، اور اپنی قلبی قوت کو بھی ان کے احیاء کے لیے استعمال کرے، اسی طرح جہاں جہاں جو جو منکرات پھیلے ہوئے ہیں ان کا بھی دھیان کرے اور پھر ان کے فروغ کی وجہ سے اپنے اندر ایک سوزش اور دکھ محسوس کرے، پھر پورے تضرع کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ان کو مٹا دینے کے لیے دعا کرے اور اپنی ہمت و توجہ کو بھی ان کے استیصال (ختم کرنے) کے لیے استعمال کرے۔

امام عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ ’’جو شخص ایسا کرتا رہے گا انشاء اللہ وہ قطبِ عصر ہوگا‘‘۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۷۱-۷۷)

فائدہ: منکرات کے ازالہ کی یہ باطنی قوت ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی، اس کے لیے بڑے مجاہدے کرنے پڑتے ہیں، اللہ کے خاص بندوں کو جو خانقاہوں میں رہ کر اپنے مشائخ کے ذریعہ ریاضت ومجاہدہ کر کے اپنے باطن کو روشن اور منور کر لیتے ہیں انکو یہ قوت حاصل ہوتی ہے، منکرات پر نکیر کا یہ طریقہ اور تبلیغ کا یہ درجہ اہل خلوت وعزلت اور خانقاہوں کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔

تبلیغ کی خاطر باطنی اور روحانی قوت کو حاصل کرنے اور استعمال کرنے کی ضرورت

ایک جمعہ کو فجر کی نماز مولانا یوسف صاحب نے پڑھائی، اور قنوت نازلہ پڑھی، نماز کے بعد ایک میواتی خادم نے آواز دی کہ حضرت یاد فرماتے ہیں، مولانا نے ارشاد فرمایا کہ:

''قنوت نازلہ میں دوسرے کفار کے ساتھ ان غیر مسلم فقراء (درویش، جوگی) اور اہل ریاضت کی نیت بھی کرنی چاہیئے، جو اپنی قلبی قوت کو اسلام کے خلاف استعمال کر رہے ہیں''۔

آپ نے سہارنپور کے اس مناظرہ کے واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا جس میں ایک ہندو سنیاسی مناظر اسلام کے خلاف اپنی قوت قلب استعمال کر رہا تھا اور مسلمان مناظر اظہار خیال میں دِقت محسوس کر رہا تھا، مولانا خلیل احمد صاحب (سہارنپوری) تشریف رکھتے تھے، ان کو توجہ دلائی گئی، آپ نے جب توجہ کی تو سادھو متوحش (اور پریشان) ہو کر جلسہ سے اٹھ گیا، اور مناظر اسلام کی زبان کھل گئی۔

(مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دینی دعوت ص: ۱۷۵)

فائدہ: یہ باطنی قوت تصوف اور خانقاہ کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے، اس سے خانقاہ کی افادیت واہمیت اور ضرورت خوب ظاہر ہوتی ہے، دعوت وتبلیغ میں بسا اوقات اس کی بھی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ اس لیے یہ شعبہ یعنی تصوف وخانقاہ بھی ہماری تبلیغ ہی کا شعبہ سمجھا جائے گا۔ (مرتب)

باب ۷

خلوت و عزلت اور حق تعالیٰ سے مناجات کی ضرورت

انبیاء علیہم السلام کی حالت

ارشاد فرمایا: انبیاء علیہم السلام پر براہ راست اللہ کی جانب سے امر آئے ہیں، لیکن مخلوق میں پیش کرنے کی بنا پر ان پر بھی مخلوق کی ظلمت کا اثر ہوتا تھا، اس لیے تنہائیوں میں اللہ کے ذکر کے ذریعہ اس زنگ و ظلمت کو دھوتے تھے۔

(ارشادات و مکتوبات ص: ۸۷)

فرمایا: انبیاء علیہم السلام باوجودیکہ معصوم اور محفوظ ہیں اور علوم و ہدایات براہِ راست حق تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں، لیکن جب ان تعلیمات و ہدایات کی تبلیغ میں ہر طرح کے لوگوں سے ملنا جلنا اور ان کے پاس آنا جانا ہوتا ہے تو اُن کے مبارک و منور قلوب پر بھی ان عوام الناس کی کدورتوں کا اثر پڑتا ہے، اور پھر تنہائی کے ذکر و عبادت کے ذریعہ وہ اُس گرد و غبار کو دھوتے ہیں۔

فرمایا: سورۂ مزمل میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قیام لیل (تہجد) کا حکم دیتے ہوئے جو یہ فرمایا گیا ہے کہ ''اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا'' (اے رسول! دن میں تم کو بہت چلنا پھرنا رہتا ہے) تو اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دن کی دوڑ دھوپ اور چلت پھرت کی وجہ سے رات کی اندھیری اور تنہائی میں یکسوئی کے ساتھ عبادت کی ضرورت تھی، پھر اس آیت سے اگلی آیت میں جو

متصلاً فرمایا گیا ''وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ إِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ''(اور اپنے رب کے نام کی یاد کر اور یکسوئی سے ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہو) تو اس سے بھی اس مضمون کی مزید تائید ہوتی ہے کہ تبلیغی دوڑ دھوپ کرنے والوں کو ذکر وفکر اور یکسوئی کے ساتھ اللہ کی عبادت کی خصوصیت سے ضرورت ہوتی ہے، پس ہم کو بھی اس کے مطابق عمل کرنا چاہیئے............ بلکہ ہم اس کے بہت زیادہ محتاج ہیں، کیونکہ اوّلاً تو ہم خود کچے اور ظلمتوں سے بھرے ہوئے ہیں، پھر اپنے جن بڑوں سے ہم دینی فیوض اور ہدایات حاصل کرتے ہیں وہ بھی ہماری ہی طرح غیر معصوم ہیں، اور جن میں تبلیغ کے لیے جاتے ہیں وہ بھی عام انسان ہی ہیں، غرض ہم میں خود بھی کدورتیں ہیں اور ہمارے دونوں جانب بھی بشری کدورتیں ہیں، جن کا ہم پر اثر پڑنا لازمی اور فطری ہے، اس لیے ہم اس کے بہت ہی زیادہ محتاج ہیں کہ رات کے اندھیریوں اور تنہائیوں میں اللہ کے ذکر وعبادت کا اہتمام اور التزام کریں، قلب پر پڑے ہوئے بُرے اثرات کا یہ خاص علاج ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۹۰، ملفوظ نمبر:۱۱۱)

تمام تبلیغ والوں کو نصیحت
زیادہ وقت خلوت اور ذکر فکر میں گذارو

ارشاد فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ وقت تنہائی میں گذرتا تھا اس واسطے اللہ تعالیٰ کا ذکر مع فکر کے تنہائیوں میں زیادہ گذارا کرو۔ (ارشادات ومکتوبات ص:۴۹)

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون مبلغ تھا، آپ رئیس المبلغین، رئیس المتوکلین تھے، یعنی تمام تبلیغ اور تمام توکل والوں کے سردار تھے، آپ سے بڑا نہ کوئی مبلغ ہوا نہ ہوسکتا ہے، مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے فرمان کے مطابق جب آپ کا حال یہ تھا کہ دعوت وتبلیغ کے ساتھ زیادہ وقت آپ کا تنہائی میں گذرتا تھا اور اس خلوت

میں آپ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے، حق تعالیٰ سے مناجات کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام کا بھی یہی طریقہ رہا۔

اسی بات کا حکم حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اپنے تمام تبلیغی کام کرنے والوں کو دے رہے ہیں کہ دوسروں کی ہدایت وفکر اور دعوت وتبلیغ کے ساتھ تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور فکر کا اہتمام کرو۔ اور اس میں وقت زیادہ گذارو۔

خود حق تعالیٰ نے بھی اپنے نبی کو اور نبی کے واسطے سے پوری امت اور سارے تبلیغ والوں کو بھی حکم دیا ہے "وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا" کہ اپنے رب کا ذکر کرو، اور کسی خاص وقت میں مخلوق سے قطع تعلق ہو کر کامل یکسوئی اختیار کر کے اسی کی طرف متوجہ رہو، خلوت میں ذکر وفکر اور حق تعالیٰ سے مناجات ہر کام کرنے والے کے لیے ضروری ہے، مولانا الیاس صاحبؒ اپنے تمام کام کرنے والوں کو اسی کی طرف متوجہ فرما رہے ہیں۔ (مرتب)

تمام کام کرنے والوں کو بزرگوں اور مشائخ سے ربط رکھنے اور خلوتوں میں جا کر ذکر وفکر میں لگنے کی ضرورت

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ خود اپنے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

فرمایا: مجھے جب بھی میوات جانا ہوتا ہے تو ہمیشہ اہل خیر اور ذکر کے مجمع کے ساتھ جاتا ہوں، پھر بھی عمومی اختلاط سے قلب کی حالت اس قدر متغیر ہو جاتی ہے کہ جب تک اعتکاف کے ذریعہ اس کو غسل نہ دوں یا چند روز کے لیے "سہارنپور" یا "رائے پور" کے خاص مجمع اور خاص ماحول میں جا کر نہ رہوں قلب اپنی حالت پر نہیں آتا۔

دوسروں سے بھی کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ...... دین کے کام کرنے والوں کو چاہیئے کہ گشت اور چلت پھرت کے طبعی اثرات کو خلوتوں کے ذکر وفکر کے ذریعہ دھویا کریں۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۵۷ ملفوظ نمبر ۸۵)

فائدہ : تمام دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کے لیے بڑی عبرت ونصیحت کی بات ہے کہ لوگوں سے ربط واختلاط گشت، ملاقات وغیرہ جو اگرچہ خالص دین کے خاطر ہے، لیکن اختلاط یعنی ملنے جلنے کی وجہ سے دلوں میں فرق آجاتا ہے، اس کے لیے تعلیم و تبلیغ کے ساتھ تزکیہ یعنی دل کی صفائی اور قلب کو روشن اور منور کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو اہل اللہ کی صحبت اور خانقاہوں میں جاکر بزرگوں سے ملاقات اور کچھ وقت ذکر وشغل میں گذارنے کے بعد نصیب ہوتی ہے۔ بہت سے اللہ کے مخصوص بندوں کو خلوت میں رہنے سے ہی یہ بات نصیب ہوجاتی ہے۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا حکم دیا گیا ''وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا'' اور آپ خود بھی اس کا اہتمام فرماتے تھے، اسی بات کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اپنے متعلق فرمارہے ہیں کہ میں اپنے قلب کی حالت کو درست کرنے کے لیے اہل اللہ و مشائخ کے پاس جانے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں، تمام تبلیغی ودعوتی کام کرنے والوں کو بھی حضرت نے اس کی ہدایت فرمائی ہے، اس لیے حسب وسعت اس کا اہتمام سب ہی کو کرنا چاہیئے خصوصاً ذمہ دار حضرات کو۔

اہل ذکر واہل اللہ کی صحبت اختیار کرو

فرمایا: ''اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ ''(الآیۃ)

(اس آیت میں) ان لوگوں کا ذکر ہے جو صبح وشام اللہ کو یاد کرتے ہیں، ان کی صحبت کی تاکید ہے، اسی طرح جو شام کے وقتوں کو ذکر سے معمور رکھے (ان کی صحبت کی تاکید ہے)۔(ارشادات ومکتوبات ص:۹۲)

تشــــریــح: ذکر کے مختلف انواع ہیں، قرآن پاک بھی ذکر کی ایک قسم ہے، صوفیاء اور مشائخ جو صبح وشام ذکر کا اہتمام کرتے اور مریدین سے کراتے ہیں وہ بھی اس کا

مصداق ہیں، اس کے علاوہ دوسرے ذاکرین جو مختلف اذکار اور اللہ کی یاد میں صبح وشام مشغول رہتے ہیں، وہ بھی اس کا مصداق ہیں ان کی صحبت اختیار کرنے ان سے تعلق رکھنے، ان سے محبت کرنے، دل میں ان کی وقعت وعظمت قائم رکھنے، حسب گنجائش ان کی خدمت کرنے، بوقت ضرورت ان کی نصرت واعانت کرنے کی ہدایت اور ترغیب دی جارہی ہے، کیونکہ صحبت کا حکم ہے اور حقوق صحبت میں یہ ساری باتیں آتی ہیں، اس لیے اہل قرآن اہل ذکر اہل مدارس اہل خانقاہ علماء اور مشائخ ان سب سے محبت کرنے ان کی صحبت میں رہنے اور ان کی خدمت میں جانے کی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی خاص ہدایت ہے، جس کی دلیل میں حضرتؒ نے قرآن پاک کی آیت بھی پیش فرمائی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

بڑوں سے ربط رکھنے کی ضرورت

بڑے اور چھوٹوں کا کنکشن جب تک نہ ملے گا اس وقت تک ترقی نہیں ہوسکتی، اصل کمائی یہ ہے۔ (ارشادات ومکتوبات ص:۵۰)

تشــــریح: بڑوں سے مراد ہے دینی بزرگی رکھنے والے یعنی علماء ومشائخ اور بزرگان دین، اہل مدارس، اہل خانقاہ۔

حضرتؒ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ جب تک چھوٹوں یعنی عوام الناس خواہ وہ کسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں جب تک ان کا کنکشن اور ان کا تعلق اپنے بڑوں یعنی علماء ومشائخ سے نہ ہوگا اس وقت تک ترقی نہیں ہوسکتی، کام کی ترقی کا راز ہی یہی ہے کہ سب سے آپس میں ربط ہو، اور ربط رکھنے کے ساتھ اپنے اپنے کام میں لگے رہیں تب جاکر دین کی ترقی ہوگی، یہی ہماری اصل کمائی ہے، اس کے بغیر جو ترقی ہوگی اس میں اختلاف وانتشار اور فساد ہوگا، اس لیے باہم ربط کی آج کل شدید ضرورت ہے۔

اپنے بڑوں سے یعنی علماء سے دین لو اور ان کو اپنا محسن سمجھو ان کی تعظیم وتوقیر کرو

ارشاد فرمایا: بھائیو! لوگوں سے دین پر عمل کرانے کے لیے پہلے ان میں حقیقی ایمان، آخرت کی فکر اور دین کی قدر پیدا کرو، اللہ کی دہش بہت ہے مگر اس کے یہاں غیرت بھی ہے، وہ ناقدروں کو نہیں دیتا ــــــ تم بھی اپنے بڑوں سے دین کو قدر کے ساتھ لو ــــــ اور اس قدر کا مقتضی یہ بھی ہے کہ ان کو اپنا بہت بڑا محسن سمجھو اور پوری طرح ان کی تعظیم وتوقیر کرو، یہی منشاء ہے اس حدیث کا جس میں فرمایا گیا ہے۔

''مَن لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ''(ومثلہ فی الترمذی عن أبی ھریرۃ ۔۲/۱۷) جس نے اپنے محسن آدمیوں کا شکر ادا نہ کیا اس نے اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۱۱۹-۱۴۲)

اہل اللہ کی محبت اور ان کی صحبت سے ایمان مضبوط ہوگا

بزرگوں کی صحبت بڑی چیز ہے، اولیاء اللہ کی نظر دوا ہے، کلام شفاء ہے، اور صحبت سراپا نور ہے۔

علم، عمل، صحبت، تینوں کے بغیر دین حاصل نہیں ہوسکتا۔

فرمایا: اہل اللہ کی محبت اور ان کی صحبت سے، ان کی خدمت کرنے سے آنکھ ہوگی جو یُؤمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ (ایمان بالغیب) کو بڑھائے گی، جو نفسانی اغراض سے پاک ہوگی۔

(ارشادات ومکتوبات ص:۹۹-۱۰۰-۱۰۲)

تشــریح: بزرگوں اور اللہ والوں کی صحبت ایسی بڑی نعمت ہے کہ قرآن پاک میں بھی اس کا حکم دیا گیا ہے،'' اِتَّقُوْا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ ''حضرت مولانا

محمد الیاس صاحبؒ کے فرمان کے مطابق کامل دین حاصل ہی نہیں ہوسکتا جب تک کہ تین باتیں نہ پائی جائیں، علم وعمل اور اہل اللہ کی صحبت، علم سے مراد بقدر ضرورت علم دین جو فرض عین کا درجہ رکھتا ہے، اور اسی علم کے مطابق عمل ہونا بھی ضروری ہے، اور ساتھ ہی علم و عمل میں پختگی اور رسوخ کے لیے نیز باطنی کیفیت کو درست کرنے کے لیے علماء ومشائخ کی صحبت بھی ضروری ہے، شیطان جو گمراہ اور راندۂ درگاہ ہوا ہے اس کی وجہ بعض علماء نے یہی لکھی ہے کہ علم وعمل تو اس کے پاس تھا لیکن تزکیہ نفس نہ ہونے کی وجہ سے اس کی باطنی کیفیت درست نہ تھی اور دل میں عشق ومحبت کی کمی تھی، اہل اللہ کی محبت وصحبت اور ان کی خدمت سے ایمان میں بھی پختگی ہوگی جو کہ عین مطلوب ہے اور یہ اوصاف بھی حاصل ہوں گے جو اوپر مذکور ہوئے۔ اسی لیے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے تبلیغی حضرات کو اہل اللہ کی صحبت اور ان کی خدمت کی تلقین فرمائی ہے۔

شیطان کے جال سے بچنا ہے تو بزرگوں کی ماتحتی اختیار کیجئے

فرمایا: جو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کے علاوہ چلے گا وہ شیطان کے پنجہ میں ہے، اس واسطے جس شخص کی زندگی کسی بزرگ کی ماتحتی میں نہیں ہے وہ شیطان سے بچ نہیں سکتا۔ (کیونکہ علماء ومشائخ اور بزرگان دین نبی کے وارث اور جانشین ہیں)۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۸۱)

اولیاء ومشائخ کے پاس اللہ واسطے جانا دین کا لُبِّ لُباب ہے

ارشاد فرمایا: اولیاء اللہ کے پاس جانا خدا کے واسطے لُبِّ لُباب دین ہے۔ اس سے علم کے چشمے جاری ہوجائیں گے۔ (ارشادات ومکتوبات ص:۵۲)

فائدہ: اس ارشاد میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تمام حضرات کو

حضرات مشائخ سے ربط رکھنے، ان کی خدمت میں حاضری دینے اور ان کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کی طرف توجہ دلائی ہے، اور اس کی اہمیت بیان فرمائی ہے کہ دین کا لُبِّ لُباب یعنی کمال دین ان بزرگوں اور مشائخ کی صحبت سے ہی حاصل ہوگا۔ جس کا حکم حق تعالیٰ نے دیا ہے: ''یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ''۔
(پ:۱۱، یونس)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، تقویٰ والی زندگی اختیار کرو، اور صادقین یعنی اہل اللہ کی معیت اور ان کی صحبت اختیار کرو، چنانچہ صحابہ کرام بڑی تعداد میں وقتاً فوقتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفر کر کے بھی حاضر ہوتے تھے، کچھ دن قیام کرتے اور آپ کی صحبت سے مستفید ہوتے، حدیثوں میں اس کے بہت سے واقعات موجود ہیں۔

بزرگوں کی صحبت سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص جس کو بزرگوں کی نیک صحبت حاصل ہو وہ شخص فتنہ ارتداد سے محفوظ رہتا ہے، اس کے قلب میں ایمان راسخ ہوجاتا ہے، اللہ اور اس کے رسول کی اور دین کی محبت غالب ہوجاتی ہے، باطنی عیوب وامراض کی طرف توجہ ہوتی ہے اور اصلاح کی فکر ہوتی ہے، اور شیخ سے اپنے حالات بیان کرکے علاج کی توفیق ہوجاتی ہے، صحابہ کرام ایسا ہی کرتے تھے، اس طرح اس کی عملی زندگی درست ہوجاتی ہے، اور علم وفہم کے چشمے جاری ہوجاتے ہیں۔ بشرطیکہ صحبت کامل کی ہو اور اخلاص کے ساتھ ہو۔

تصوف وخانقاہ اور مشائخ کی ضرورت کیوں؟

اہل طریقت نے (یعنی صوفیا اور مشائخ نے کتب تصوف میں) رذائل کو جمع کیا ہے ان سے اپنی حفاظت کرتے ہوئے کام میں لگے۔ (ارشادات ومکتوبات ص:۱۶)

فائدہ: دین کے اہم شعبوں (عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق) میں سے اہم شعبہ اخلاقیات کا ہے جس کا تعلق ظاہر سے بھی ہے اور باطن سے بھی، اخلاق

ظاہرہ و باطنہ دونوں کے متعلق شرعی احکام ہیں، اخلاق ظاہرہ تو بہت سے لوگ جانتے بھی ہیں لیکن اخلاق باطنہ کی طرف لوگوں کو بلکہ بہت سے دینداروں کو بھی توجہ نہیں ہوتی بلکہ اس کا علم بھی نہیں ہوتا، مثلاً دل میں اللہ کی محبت کا غالب ہونا، قلب کا ناجائز محبت سے خالی ہونا، کینہ، بغض، حسد، دل میں نہ ہونا، دل سے کسی کو حقیر نہ جاننا، تکبر نہ کرنا، تواضع اختیار کرنا، دل میں عشق و فسق اور گندے خیالات نہ لانا، نامحرم عورتوں کا تصور نہ کرنا، گندی برہنہ تصویروں کو دیکھ کر ان سے لذت یاب نہ ہونا وغیرہ وغیرہ، انہیں باطنی عیوب و امراض کو رذائل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے بھی رذائل سے انہیں امور کو مراد لیا ہے، اور یہ باطنی عیوب و رذائل وہ گناہ کبیرہ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَه'' (پ۸) کہ ظاہری و باطنی سارے گناہوں کو چھوڑ دو، باطنی گناہوں سے مراد یہی رذائل ہیں، صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے رذائل اور باطنی عیوب بیان کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب کا علاج ارشاد فرماتے تھے، کسی نے کہا مجھے عورتیں اچھی لگتی ہیں، زنا کرنے کو جی چاہتا ہے، کسی نے کہا میرا دل سخت ہے کسی نے غصہ کی زیادتی کی، اور کسی نے طرح طرح کے گندے خیالات اور وساوس کی شکایت کی آپ نے سب کا علاج اور تدبیریں بتلائیں۔ یہ کام بھی نبیوں والا ہے، جس کے لیے نبیوں کو بھیجا گیا اسی کا نام تزکیہ ہے، اسی کو تصوف سے تعبیر کرتے ہیں، اسی کام کے لیے خانقاہیں قائم ہیں، اور مشائخ دین و صوفیاء نبیوں والے اسی کام کو انجام دیتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ظاہر کے ساتھ باطن کو آراستہ کرنا یعنی قلب کی اصلاح کرنا جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر دل کی اصلاح نہیں ہوئی اور دل بگڑا ہوا ہے تو پورا جسم بگڑ جائے گا، گو بظاہر وہ کتنے ہی دینی کاموں میں لگا ہوا ہو، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اپنے تمام تبلیغی احباب کو متنبہ فرما رہے ہیں کہ اپنے دعوتی و تبلیغی کام میں لگنا ہے، کام کرنا ہے، لیکن اپنے کو رذائل سے اور باطنی عیوب سے حفاظت کرتے ہوئے، اس موضوع پر جو کتابیں لکھیں ہیں، جن میں باطنی عیوب اور ان کے علاج لکھے ہیں، ان کا مطالعہ کریں۔ صوفیاء و

مشائخ جن کو حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے اہل طریقت فرمایا ہے ان سے ربط رکھیں، اصلاحی تعلق قائم کریں، اپنے باطنی عیوب وامراض کو ان سے بیان کر کے ان کی ہدایتوں پر عمل کریں، یہ ہدایت ہے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی۔

اصحاب دعوت وتبلیغ کے نام مختلف نصیحتوں اور ہدایتوں پر مشتمل حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا اہم مکتوب

محترمانم دین داران میوات ثبت اللہ قلوبنا علی الدین وألھمنا اللہ الرشد والإیمان والیقین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے دوستو! ایک نہایت لطیف ضروری جو دینی اور ایمانی ترقیات کی باریک سی جڑ ہے، اس پر متنبہ کرنے کی نیت سے اس تحریر کا ارادہ ہے، خدا کرے اس کے فضل وکرم ورحمت سے موجب برکت ہو، آمین، مجھ سے ادائیگی بھی ہو جائے اور قلوب میں قبولیت بھی ہو، اور اس کے مناسب زندگی پڑنے کی خدائے پاک سے توفیق نصیب ہو، اور پھر دین کی جڑوں کی سیرابی اور اللہ کی رضا اور خوشنودی اس پر مرتب ہو، اللھم آمین ثم آمین۔

(اب آگے مکتوب ملاحظہ ہو، عنوانات اور سرخیاں مرتب کی قائم کردہ ہیں)

تبلیغی کام کے ذریعہ تمام دینی اداروں اور شعبوں کو مستحکم و مضبوط کرنا ضروری ہے

میرے دوستو! یہ تبلیغ کے اندر صحیح اصول کے ساتھ کوشش کرنا جو ہے اس کو خوب غور کر کے سمجھ لو کہ یہ کیا چیز ہے، خوب سمجھ لو اور خوب سمجھ لو کہ یہ دین کے ادارے اور جتنے بھی ضرورت کے امور ہیں، ان سب دینی امور کے لیے تبلیغی صحیح اصول کے ساتھ ملک بہ ملک پھرتے ہوئے کوشش کرنا، باقی سب امور کے لیے بمنزلہ زمین ہموار کرنے کے ہے، اور

بمنزلہ بارش کے ہے، اور دیگر جتنے بھی امور ہیں وہ اس زمین مذہب کے اوپر بمنزلہ باغات کے پرورش کرنے کے ہیں، باغات کے ہزاروں اقسام ہیں، کوئی کھجوروں کا ہے، کوئی اناروں کا ہے، کوئی سیبوں کا ہے، کسی میں کیلے ہیں اور کوئی پھلواریوں کا باغ ہے، باغ ہزاروں چیزوں کے ہوسکتے ہیں، لیکن کوئی باغ دو چیزوں کے اندر پوری پوری کوشش کرنے کے بغیر نہیں ہوسکتا، پہلی چیز زمین کا ہموار اور درست ہونا ہے، زمین کے ہموار کرنے میں کوشش کے بغیر یا زمین میں کوشش کرکے خود ان باغات میں مستقل پرورش کئے بغیر سب قسم کے باغات پرورش نہیں پاسکتے، سو دین میں تبلیغی امور کی کوشش یہ تو زمین مذہب ہے اور سب ادارے باغ ہیں، اب تک زمین مذہب ایسی ناہموار اور ہر طرح کی پیداوار اور باغات سے اس قدر نامناسب ہورہی ہے، کہ کوئی باغ اس زمین پر لگ نہیں سکتا، یہی وجہ ہے کہ جتنے بھی مذہبی ادارے ہیں وہ زمین کی خرابی کی وجہ سے سب خراب اور برباد ہوتے چلے آرہے ہیں، اور زیادہ تر اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری ابتلاء وآزمائش کے لیے ہمارا دشمن جو نفس اور شیطان مقرر کیا ہوا ہے وہ ہمارے ارادوں، ہماری نیتوں اور ہمارے عملوں پر کچھ ایسا پورا پنجہ گڑا کر قابو پائے ہوئے ہے کہ وہ ہمارے سب کاموں سے دین کے بگاڑ کا کام زیادہ لیتا ہے، ہم باغات کے سرسبز ہونے کے نشہ میں ایسے بے خبر ہوتے ہیں کہ نیچے کی جڑوں اور زمین کے برباد ہونے کی خبر بھی نہیں رکھتے، اگر دونوں چیزوں کے اندر اپنی کوشش کو ہمت اور استقلال کے ساتھ جاری نہ رکھو گے تو نہ زمین ہی درست ہوگی نہ باغات ہی سرسبز ہوں گے۔

مدرسوں کے قیام کی تاکید اور مدرسوں کے لیے چندہ کی اپیل

اس وقت میرا مقصد مدرسہ نوح کے لیے غلہ کی ضرورت کی طرف توجہ دلانا ہے کہ اس وقت موقع دو چیزوں کا ہے، یعنی ایک زمین مذہب کی ہمواری کے لیے لوگوں کو باہر نکالنا، اور چمن مدارس کے لیے غلہ کی فراہمی کرنا، اگر اس چمن کی جو تمہارے یہاں پہلے

سے قائم ہے (یعنی مدرسہ) اسے تم سرسبز نہ کرسکو گے، اور غافل رہو گے تو پھر تمہارے اندر دیگر مدارس کے پیدا کرنے کی قوتیں کہاں سے پیدا ہوں گی، اور یہیں سے ایک ضروری بات کہنی ہے اور یہی ہے اصل اس خط کا مغز کہ ایمان کی جو جڑ ہے اور ایمان کے صحیح راستہ پر اس وقت تک نہیں پڑسکتا جب تک منافقانہ چال کا اپنے اندر ڈر نہ ہو، اور اس کی صورت یہ ہے کہ یوں سمجھئے کہ یہ دینی کام جو کہ میں کرر ہا ہوں میرے سے شیطان کرار ہا ہے، میں بھلا ایسا کہاں تھا کہ اللہ کے راضی کرنے کے لیے یہ کام کرتا، اور اپنے نفس کے نفاق کے دلائل ڈھونڈ ھنے میں لگا رہے، اور تنہائیوں میں نفس کو قائل کرتا رہے کہ تو جھوٹا ہے چنانچہ آپ کے ملک میں اب تک مدارس کے شوق ہی کی مثال کو لے لیجئے۔

مدارس کے ترقی کی کوشش نہ کرنا اخلاص کی کمی کی علامت ہے

میرے نزدیک مدارس کا شوق خلوص اور اللہ کے واسطے نہیں تھا، بلکہ شیطان ہماری گردنوں پر سوار ہوکر باہمی جنگ کا حیلہ ڈھونڈ رہا تھا، تا کہ مدارس کے حیلہ سے مسلمانوں میں باہمی جنگ اور فتنہ وفساد کرنے کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کو برباد کرے، کیونکہ اب تک تبلیغ کی برکت سے اس کا یہ داؤ چلا، اس لیے تم سے وہ گرجو اس بات پر تمہیں آمادہ کرے تھا اس نے چھوڑ دیا، اور یہ رضائے الٰہی کے واسطے سرے ہی سے نہ تھا لہٰذا مدارس کا فروغ رُک گیا، اگر مدارس کی کوشش رضائے الٰہی کے لیے ہوتی تو مجھے بتلادیں کہ کیا وجہ ہے کہ اس سال غلہ کی فراوانی بھی بہت ہے اور لوگوں کو دین کا شوق بھی پیدا ہو چکا ہے، لوگوں کے دین کا شوق ہونے اور غلہ کی فراوانی ہونے کے باوجود غلہ کی وصولی اتنی بھی نہیں جتنی قحط اور دین سے جہالت کے زمانہ میں تھی، میرے نزدیک اگر رضائے الٰہی کے لیے ہوتا تو اب سینکڑوں مدارس ہوتے، اس وقت دیندار لوگوں کا اس میں کوشش نہ کرنا صاف بتلا رہا ہے کہ ہمارا دشمن فتنہ وفساد پر ابھار رہا تھا۔ اس کو اپنی اغراض نظر نہ آئیں۔ لہٰذا اس نے چھوڑ دیا، رضوان الٰہی کی اتنی طلب ہی نہیں کہ خالص اس کے واسطے جان توڑ کوشش ہو جائے۔

مدرسہ ومکتب کی ترقی اور چندہ کے لیے خوب کوشش کرنے کی ضرورت

کوئی مسجد دینی مکتب و مدرسہ سے خالی نہ ہونا چاہیے

میرا مقصد محض الزام نہیں ہے بلکہ ایک طرف متوجہ ہوکر اطمینان کے ساتھ ذکر کی تکثیر اور نمازیں پڑھ پڑھ کر پھر از سرنو پرزور کوشش کی ہمتیں کریں، اور ان دونوں باتوں میں پوری سعی کریں کہ آدمی بھی کثرت سے نکلیں، تاکہ زمین تیار ہو، اور مکاتب کی کثرت ہو، اور وہ روش زندگی کی ہو کہ ہر مسلمان کی مسجد وہاں کے بچوں کے مکتب کی صورت ہو، اپنے دشمن کی گھات سے ہوشیار رہو، اور حق تعالیٰ جل جلالہ کی حصول رضا میں جان دے دینے کے رواج میں پوری کوشش کرو۔ فقط والسلام، بندہ محمد الیاس عفی عنہ، بقلم بشیر احمد

نوٹ: اس خط کی نقلیں مختلف احباب کی طرف روانہ فرمادیں۔

(مکاتیب مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۱۲۶)

چند تنبیہات پر مشتمل حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا اہم مکتوب

محترمانم حضرات میاں صاحبان **دامت فیوضکم وثبت اللہ علی الدین اقدامکم وشرح للاسلام صدورکم** السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے دوستو! اللہ تمہاری ہمتوں کو بلند فرمائے، اور تمہارے ہاتھوں ہی اپنے دین کو منصور اور مظفر اور پائدار آبدار اور چمکتا ہوا اور تر و تازہ فرمائے، اس موضع ''نئ'' کے جلسہ میں نہایت ضعف و سستی رہی اور آپ صاحبوں کی ہمت اور قوتوں سے جمع تو بہت بڑے بڑے لوگ ہوئے، لیکن میری کوتاہ نظر میں اتنی باتوں کی کمی رہی۔

(۱) اپنے یہاں کے اصلی مقاصد کے چھ نمبروں میں سے ایک بھی خاطر خواہ نہیں بیان کیا گیا۔ صرف اجمالاً باہر نکالنے کو کہا گیا، حالانکہ چاہیئے تھا کہ اپنے تمام نمبروں کو مع اس کے اندر کی فضیلتوں اور اس کی برکات اس کے اثرات اور ان پر جمنے کے ذریعہ تمام

دین میں سمجھ کے پیدا ہونے اور جڑوں کے جمنے اور مسلمانوں کے پہلوؤں کو سرسبز کرنے میں پوری کوشش کرنی چاہیئے تھی۔

ہر ہر نمبر کی الگ الگ یہ سب باتیں تفصیل وار ذہن نشین کرنے میں پوری کوشش کرنی چاہیئے تھی اوراس کے برخلاف ایک نمبر کی بھی کوئی خوبی نہیں بیان کی گئی۔

(۲) سب ذیل داروں اور سربرآوردہ لوگوں کو ہر موضع کے دیندار علماء اور میاں جی لوگوں کے ساتھ الگ الگ جماعتیں کرکے ہر ایک جماعت سے الگ الگ ''ہاں'' کرانی چاہیئے تھی اوراس میں کوشش کا اقرار کرانا چاہیئے تھا۔

(۳) ان سب جماعتوں سے اقرار کرانے کے بعد ہر ایک جگہ کے واسطے ان کو عمل میں مصروف کرنے کے لیے اپنے پرانے لوگوں کو تقسیم کرکے عمل میں اور گشت میں مصروف کردینا چاہیئے تھا۔

(۴) ہر ہر قوم کی الگ الگ جماعت بنانے کی میں بہت دن سے تاکید کررہا ہوں اس جلسہ میں ضروری تھا کہ موضع ''نئ'' سے ہر ہر قوم سے مستقل جماعت نکالنے کی پوری کوشش کرنے کے لیے ایک جماعت دوچار دن کے لیے مقیم کرکے آنا تھا، جو ہر قوم سے الگ الگ جماعت نکال کرآتی۔

صرف تعلیم اور مدرسہ کی ترقی کے لیے مستقل جلسہ کرنے کی ضرورت

(۵) صرف تعلیم کے لیے ایک جلسہ کی ضرورت تھی، جس میں تمام مدرسین اور مبلغین جمع ہوکر محض تعلیم والے نمبر کے پہلوؤں پر غور کرکے تعلیم کے فروغ میں پورا زور دیا جائے، اس جلسہ کی کوئی تاریخ مقرر کردینی چاہیئے تھی، یہ بھی نہ ہوسکا۔

(۶) یوپی میں جماعتیں بھیجنے کے لیے ہر ہر طبقہ سے الگ الگ اقرار کرایا جاتا یہ بھی نہ ہوسکا، ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' یہ میں نے اس واسطے تحریر کیا ہے کہ اس جلسہ میں ان ناکامیوں کی وجہ سے ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کی کوشش

کریں، اور آئندہ جلسوں میں ان سب نمبروں میں ہمت اور پابندی اور بیدار مغزی کے ساتھ کوشش کرنے کی اللہ جل جلالہ سے کوشش کرتے رہا کریں۔ فقط والسلام

محمد الیاس عفی عنہ (مکاتیب مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۱۳۱)

طبقاتی جوڑ کی اہمیت

فائدہ: حضرتؒ کے مذکورہ بالا فرمان نمبر۲، اور۴ سے طبقاتی جوڑ کی ضرورت و اہمیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے، اور اس کا مدار اصلاً حالات وضرورت پر ہے، ضرورت کی بنا پر ہی آپ نے ہر ہر قوم کی الگ الگ جماعت بنانے کی ہدایت اور تاکید فرمائی ہے، جب حالات ایسے باقی نہ رہیں تو اس کی ضرورت بھی ختم ہو جائے گی، شریعت نے ضرورت و حالات کی بنا پر ہم کو اختیار دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام نے بھی بعض موقعوں پر ضرورت وحالات کے پیش نظر طبقاتی جوڑ کا اہتمام فرمایا ہے۔

مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد تقسیم غنائم کے وقت خاص ضرورت کے تحت صرف انصار صحابہ کو جمع فرمایا، اور یہ اہتمام فرمایا کہ کوئی دوسرا اس میں شریک نہ ہو۔ "**جمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الأنصار فقال أفیکم أحدٌ من غیرکم؟ قالوا: لا**"۔ الخ (مسلم شریف:۱/۳۳۸)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ایک مرتبہ بصرہ کے صرف قرّاء وعلماء کو دعوت دے کر ان کا جوڑ فرمایا چنانچہ ان کی دعوت پر ۳۰۰ قرّاء کا جوڑ ہوا، **بعث أبو موسیٰ الاشعری إلی قراء أهل البصرة فدخل علیه ثلاث مائة رجلٍ قد قرؤا القرآن فقال أنتم خیار أهل البصرة**، الخ۔ (مسلم ۱/۳۳۵، باب کراہیۃ الحرص علی الدنیا)

حضرت عمر فاروقؓ نے طاعون کے مسئلہ میں کہ جس جگہ طاعون پھیلا ہوا ہو وہاں سفر کر کے جانا چاہئے یا نہیں، طبقاتی اعتبار سے اولاً مہاجر صحابہ پھر انصار صحابہ سے پھر مشائخ قریش سے علیحدہ علیحدہ مشورہ فرمایا۔ (بخاری شریف:۲/۸۵۳، مسلم:۲/۲۲۹ موطا:۳۶۱)

قال ابن عباس: ...فقال عمر ادع لی المهاجرين الاولين فدعوتهم فاستشارهم....ثم قال ادع لی الانصار.....فقال ارتفعوا عنی ثم قال ادع لی من كان هٰهنا من مشيخة قريش من مهاجرة الفتح. (مسلم:۲/۲۲۹)

دوسری حدیثوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "**أنزلوا الناس منازلهم**". (ابو داؤد کتاب الأدب، باب فی تنزيل الناس منازلهم ۲/۶۵)

عن عائشة رضی قالت: أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن ننزل الناس منازلهم. (مسلم شريف ۱/۴)

حضرت امام بخاریؒ نے ایک باب منعقد کیا ہے جس کی بنیاد ہی طبقاتی تقسیم پر ہے اور جس سے طبقاتی تقسیم کی ضرورت بھی محسوس ہوتی ہے "**باب من خص بالعلم قوما دون قوم كراهية أن لا يفهموا**" اور اس کے تحت حضرت علیؓ کا اثر نقل کیا ہے "**حدثوا الناس بما يعرفون أتحبّون أن يكذّب الله ورسوله**" (بخاری ۱/۲۴)

اس کی شرح میں علامہ عینیؒ فرماتے ہیں **أى كلّموا الناس بمايعرفون أى بما يفهمون ،والمراد كلِّموهم علىٰ قدر عقولهم.** (عمدۃ القاری شرح بخاری ص۲/۲۰۵)

وعن علیؓ قال: كلِّموا الناس على قدر عقولهم أتحبّون أن يكذب الله ورسوله۔ (المرتضیٰ مصنفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ص:۲۸۹)

عن عبد الله بن مسعودٍ قال: ما أنت بمحدث قوماً حديثاً لا تبلغه عقولهم إلا كان لبعضهم فتنة. (مسلم شريف ص:۹)

سب کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں سے ان کے رتبہ کے مطابق معاملہ رکھو، لوگوں کی عقل وفہم کے مطابق ہی ان سے گفتگو کرو، کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اللہ ورسول کی تکذیب کی جائے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے ان حکیمانہ ارشادات ہی سے طبقاتی جوڑ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، کیونکہ لوگوں کے حالات، طبائع اور صلاحیتیں مختلف ہوتی ہیں، جس کا تقاضا بے شک یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے طبقہ وار جماعت کا

جوڑ باقی رکھا جائے، اور جس انداز اور جس سطح کی گفتگو جس طبقہ کے مناسب ہو اسی انداز کی اس طبقہ سے گفتگو کی جائے، یہی عقل سلیم اور فصاحت و بلاغت کا تقاضا ہے، انہیں سب مصالح کی بنا پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے طبقہ وار جماعت کی ہدایت فرمائی ہے، اس کو غلط اور خلاف شرع کہنا صحیح نہیں۔

رہ گیا رؤساء مکہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ کہ جب ہم کو تعلیم و تبلیغ کی جائے اس وقت کم درجہ کے صحابہ شریک نہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا اور کفار مکہ کی اس خواہش کو رد کر دیا گیا، اس واقعہ کا اِس طبقاتی جوڑ سے (جو مذکورہ بالا مصالح کی بنا پر ہو اس سے) کوئی تعلق نہیں، رؤسائے مکہ تو تعنّت اور شرارت کی بنا پر صحابہ کو حقیر سمجھنے کے ساتھ ایسی فرمائش کرتے تھے جو کسی مصلحت پر مبنی نہ تھی بلکہ تکبر اور شرارت پر مبنی تھی، اس لیے اس کو رد کر دیا گیا، دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ واللہ اعلم۔

تبلیغی کارکنوں اور ایک سال لگانے والوں کے لیے پندرہ ہدایتوں پر مشتمل مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا اہم مکتوب

میرے دوستو! اور عزیزو! تمہارے ایک ایک سال دینے کی خبر سے جو ابھی سے مسرت ہو رہی ہے وہ تحریر سے باہر ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرماویں، اور توفیق مزید عطا فرماویں، میں چند باتوں کی طرف آپ صاحبان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

ذکر بارہ تسبیحات، بیعت اور خانقاہ سے متعلق چند ہدایتیں

(۱) اپنے اپنے علاقہ کے ان لوگوں کی فہرست جمع کر کے مجھے اور شیخ الحدیث (حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ) صاحب کو لکھیں کہ جو ذکر شروع کر چکے ہیں یا اب کر رہے ہیں یا چھوڑ چکے ہیں؟

(۲) دوسرے جو بیعت ہیں اور ان کو بیعت کے بعد جو بتلایا جاتا ہے اس کو نباہ

رہے ہیں یا نہیں۔

(۳) ہر مرکز میں جو مکاتب ہیں، ان کی نگرانی اور جدید مکاتب کی جہاں جہاں ضرورت ہو۔

(۴) تم خود بھی ذکر اور تعلیم میں مشغول ہو یا نہیں؟ اگر نہیں ہو تو بہت جلد اب تک کی غفلت پر نادم ہو کر شروع کردو۔

(۵) نمبر اول سے مراد یہ ہے کہ جن کو بارہ تسبیح بتائی ہیں، وہ پابندی سے پورا کرتے ہیں یا نہیں، اور انہوں نے ہم سے پوچھ کر کیا ہے، یا خود اپنی تجویز سے ذکر کرنے والوں کو دیکھ کر شروع کر دیا ہے، ہر ہر شخص سے دریافت کر کے نمبر وار تفصیل لکھو۔

(۶) اپنے مرکزوں سے ہر ہر نمبر کے متعلق نمبر وار تفصیل کے ساتھ کارگزاری میرے اور شیخ الحدیث صاحب کے پاس روانہ کرنے کا اہتمام ہو۔

(۷) جو ذکر بارہ تسبیح کر رہے ہیں ان کو آمادہ کرو کہ وہ ایک ایک چلہ رائے پور (خانقاہ میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحب خلیفہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کی خدمت میں) جا کر گذاریں۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے لیے ایصال ثواب اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے متعلق ہدایت

(۸) حضرت تھانویؒ کے لیے ایصال ثواب کا بہت اہتمام کیا جاوے، ہر طرح کی خیر سے ان کو ثواب پہنچایا جائے، کثرت سے قرآن شریف ختم کرائے جاویں، یہ ضروری نہیں کہ سب اکٹھے ہو کر ہی پڑھیں، بلکہ ہر ہر شخص کا تنہائی میں پڑھنا زیادہ بہتر ہے، تبلیغ میں نکلنے کا ثواب سب سے زیادہ ہے، اس لیے اس صورت سے زیادہ پہنچاؤ۔

(۹) حضرت تھانویؒ سے منتفع ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی محبت ہو اور

ان کے آدمیوں سے اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے منتفع ہوا جائے، ان کی کتابوں کے مطالعہ سے علم آئے گا، اور ان کے آدمیوں سے عمل۔ اس وقت یہ چند ضروری باتیں عرض کردیں، آئندہ تمہاری کارگزاری آنے پر جو چیزیں بندہ کے نزدیک ضروری ہوں گی ان شاء اللہ عرض کرتا رہوں گا۔

تبلیغ میں نکلنے کا مقصد تین چیزوں کو زندہ کرنا ہے، ذکر، تعلیم، تبلیغ

(۱۰) میرے دوستو! تمہارے نکلنے کا خلاصہ تین چیزوں کا زندہ کرنا ہے، ذکر، تعلیم، تبلیغ۔ یعنی تبلیغ کے لیے باہر نکالنا اور ان کو ذکر و تعلیم کا پابند کریں۔

(۱۱) پرانے آدمیوں کو خصوصاً جو میرے بھائی کے ملنے والے ہیں، ان کو اہتمام سے اس کام میں اپنے ساتھ لگانے میں خصوصی کوشش کریں۔

(۱۲) اپنے اوقات کی قدر کریں اور لایعنی سے خود بھی بچیں، اور دوسروں کو بھی اس سے بچنے کی ترغیب دیں، تمہارا عمل دوسروں کے لیے نمونہ ہوگا۔

(۱۳) شیطان کی کامیابی دو چیزوں میں لگا دینا ہے اول لایعنی دوسرے اپنی راحت و آرام کے فکر میں پڑ جانا۔

(۱۴) اپنی کارگذاری کے ساتھ شیخ الحدیث صاحب کو اس کا شکریہ بھی لکھو کہ تمہارا گھروں سے مکارہ کو برداشت کرتے ہوئے نکلنا محض آپ کی توجہ ہی کی برکت سے ہوا ہے۔ ہمارے تغافل سے جو آپ کو تکلیف پہنچی ہے اس کی معافی کے خواستگار ہیں۔ "ولکن لا تحبون الناصحین"۔ سے نہ بنیں، بلکہ اپنے ناصحین کو زیادہ سے زیادہ خوش کرنے والوں سے بنیں۔

(۱۵) سب سے زیادہ ضروری ان غلطیوں پر ندامت جس قدر بھی زیادہ ہوگی اس کے بقدر تم "ان اللہ یحب التوابین" کے ماتحت اس کے محبوب ہو جاؤ گے، اور آخر شبوں اور فرض نمازوں کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کا بہت زیادہ اس کام کے فروغ

کے لیے اہتمام کیا جائے، دعاء تمہاری تمام عبادتوں کا مغز ہے، اس کے فروغ کے لیے یٰسین شریف کا ختم وغیرہ کرا کرا اہتمام سے دعا منگواتے رہو۔

(مکاتیب مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۱۳۶ تا ۱۳۹- جمع کردہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

ہماری تبلیغ شریعت، طریقت، حقیقت تینوں کی جامع ہے

ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

بندۂ ناچیز کے نزدیک یہ تبلیغ شریعت، طریقت، حقیقت تینوں کو علی الاتم جامع ہے، سو جس نازک زمانہ میں کسی چیز کا ایک تہائی بھی دشوار تر ہو رہا ہو وہ بغیر تعلیم اور بغیر سیکھے اپنے تگنے کے ساتھ ضم ہو کر کیسے کیا جا سکتا ہے۔

(مکاتیب مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۶۶)

فائدہ: شریعت سے مراد احکام ظاہرہ اور طریقت سے مراد احکام باطنہ ہیں، جس کو احکام تصوف و تزکیہ بھی کہتے ہیں، اور ''حقیقت'' تزکیہ و تصوف کے اعلیٰ مقام کو کہتے ہیں، جس میں احکامِ ظاہرہ و باطنہ اپنی پوری حقیقت اور کامل اخلاص اور حضور قلبی کے ساتھ ادا کئے جائیں، جس کو حدیث پاک میں **أن تعبد الله كأنک تراه** سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ''دعوت و تبلیغ'' کا کام اگر اسی نہج سے کیا جائے اور ان ہی ہدایات کے مطابق پورے طور پر اس کام کو انجام دیا جائے جس کی مولانا محمد الیاس صاحب نے ہدایتیں دی ہیں، تو بلاشبہ یہ تبلیغ شریعت و طریقت اور حقیقت سب کو جامع ہے، اس کام میں لگنے سے باطن کی اصلاح بھی ہوگی، نسبت یادداشت اور تعلق مع اللہ کی دولت بھی نصیب ہوگی، لیکن شرط یہی ہے کہ حضرت مولانا کی جملہ ہدایات و آداب کی رعایت اور پابندی کے ساتھ ہو، جس کی تفصیل اسی کتاب میں مذکور ہے، مثلاً مولاناؒ کی اِس ہدایت کے مطابق عمل بھی ہو کہ تبلیغی احباب علمائے کرام اور مشائخ سے ربط رکھیں،

وقتاً فوقتاً خانقاہ میں کچھ وقت گذاریں مشائخ سے پوچھ کر ذکر کی پابندی کریں، علماء سے ربط رکھ کر ضروری باتوں کا علم حاصل کریں، قراء سے ربط رکھ کر قرآن پاک صحیح کریں، وغیرہ ذلک۔ تو بلاشبہ یہ تبلیغ شریعت وطریقت اور حقیقت سب کو جامع ہوگی۔ (مرتب)

''تبلیغ'' شریعت، طریقت حقیقت تینوں کو جامع ہے

ایک مکتوب میں تحریر فرمایا: بندہ ناچیز کے نزدیک یہ ''تبلیغ'' شریعت، طریقت، حقیقت'' تینوں کو علی الاتم (پورے طور پر) جامع ہے۔ (مکاتیب مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ ص:٦٦)

''طریقت'' تین چیزوں کے مجموعوں کا ایک نسخہ ہے، سب اقتصار کے ساتھ ہم وزن رہیں (یعنی تینوں چیزیں اعتدال کے ساتھ رہیں) تو مفید پڑتا ہے، ورنہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ وہ تین چیزیں ایک صحبت ہے جب کہ مع اپنے آداب اور عظمت وغیرہ کے ہو، دوسرے اپنے نفس کے حقوق جب کہ حظوظ سے محفوظ ہوں اور اللہ کے حکم کے ماتحت نگہداشت ہو، تیسرے ذکر کے سبب معمولات جب کہ استقلال اور بیدار دلی اور خالص اللہ کی رضا کے لیے نفس کو مشقت میں ڈالنے کی نیت سے ہوں۔ (حوالہ مذکور ص:٨٦)

تشریح: دین وشریعت کے بہت سے شعبے ہیں، شریعت وطریقت اور حقیقت سب دین ہی کے شعبے ہیں، دعوت وتبلیغ میں لگنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ باقی شعبوں سے صرف نظر کرلے اور ان میں حصہ لینے کی کوشش نہ کرے، حضرت فرمارہے ہیں کہ ہماری تبلیغ سب کو جامع ہے، شریعت وطریقت اور حقیقت سب کو سمیٹے ہوئے ہے، ابتدائی مرحلہ میں شریعت وطریقت اور حقیقت سب کا کچھ کچھ حصہ نصیب ہوتا ہے یعنی تبلیغ کے ذریعہ سب سے تھوڑی تھوڑی مناسبت ہوجاتی ہے، اب اس کے بعد ضرورت پیش آتی ہے کہ شریعت وطریقت کے ماہرین یعنی علماء ومشائخ سے ربط رکھ کر آگے کے مراحل طے کرے، علماء سے شریعت کے مسائل پوچھے، بزرگوں اور مشائخ سے تزکیہ باطن کے طریقے معلوم کرے اور اس کے مطابق عمل کرے۔

باب ۸

چند تنبیہات اوراہم ہدایات

دین میں نافع اورمفید طریقوں کواختیار کرنا چاہئے اگرچہ کسی بزرگ اور شیخ کے ذوق اورطریقہ کے خلاف ہو

فرمایا: ہمارے بعض خاص حضرات میرے اس رویہ سے ناراض ہیں کہ میں اس دینی کام کے سلسلہ میں ہرطرح اور ہروضع کے لوگوں اور مسلمانوں کے ہرگروہ کے آدمیوں سے ملتا ہوں......

ان حضرات کا خیال ہے کہ یہ طرزِ عمل ہمارے حضرت (مولانا خلیل احمد صاحبؒ سہارنپوری) نوراللہ مرقدہ کے طریقہ اور مذاق کے خلاف ہے، لیکن میرا کہنا یہ ہے کہ جس چیز کا دین کے لیے نافع اورنہایت مفید ہونا دلائل اور تجربہ سے معلوم ہوگیا اس کوصرف اس لیے اختیار نہ کرنا کہ ہمارے شیخ نے یہ نہیں کیا، بڑی غلطی ہے، شیخ شیخ ہی تو ہے خدا تو نہیں ہے۔(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۱۴۲)

تشریح: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے جب دعوت وتبلیغ کا کام شروع فرمایا: عام لوگوں کو دین کی راہ میں تین دن، ہفتہ، عشرہ، چلہ کے لیے نکلنے کی ترغیب دی، اس طور پر کہ اجتماعی طریقہ سے لوگ نکلیں، مسجد میں قیام کریں، لوگوں سے ملاقات کریں، اوراللہ کے دین کی دعوت دیں، یہ طریقہ بظاہر بالکل نیا تھا لیکن تجربہ نے ثابت کردیا اور اب تو لاکھوں کا مشاہدہ ہے کہ دینی بیداری اور دینی تربیت کے لیے یہ طریقہ نہایت مفید

ہے، لیکن بہت سے حضرات کو اس میں خلجان تھا کہ اس طرح ہر طرح کے لوگوں سے ملاقات کرنا نیز اس ہیئت کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا کام کرنا نہ تو نصوص سے ثابت ہے نہ ہی اسلاف اور اپنے مشائخ سے منقول ہے، اس لیے بہت سے لوگ متردد و متحیر تھے، بعض لوگوں نے بدعت تک کہہ ڈالا، بعض لوگوں نے محض اس بنا پر کہ ہمارے شیخ نے نہیں کیا لہٰذا ہم بھی اس کو اختیار نہیں کریں گے، ان سب کے متعلق حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمارہے ہیں کہ دین کے سلسلہ میں اگر تجربہ سے کسی خاص طریقہ کا مفید ہونا ثابت ہو چکا ہو اور اس میں کوئی دینی ضرر بھی نہ ہو پھر اس کے اختیار کرنے میں کیا حرج ہے، اب یہ کہنا کہ ہمارے شیخ نے یہ نہیں کیا لہٰذا ہم بھی نہیں کریں گے، بڑی غلطی ہے، شیخ شیخ ہی تو ہے محض اس کا عمل اور رائے سند تو نہیں، خود وہ شریعت تو نہیں۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اس سلسلہ میں لوگوں کو بڑی غلط فہمی ہو گئی، اور حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگ غلو اور افراط وتفریط کا شکار ہو گئے، اور اب تک اس میں مبتلا ہیں، اس لیے اس کی حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے۔

اصل میں شریعت میں دو چیزیں ہیں ایک وسائل دوسرے مقاصد، مقاصد جو دین وشریعت میں خود مقصود ہوتے ہیں، ان کی خاص شکل ہیئت کمیت و کیفیت یعنی مقدار اور طریقہ سب شریعت میں منصوص ہے، ایسی چیزوں کو مقصود فی الشرع اور مقاصد اصلیہ میں شمار کیا جاتا ہے، جیسے نماز، روزہ، حج، قربانی وغیرہ کہ ان کی کیفیت، ہیئت، مقدار طریقہ سب منقول ہیں اور یہ اعمال انہیں کیفیات کے ساتھ مطلوب ہیں، اگر ان میں کوئی اپنی طرف سے کمی وزیادتی کرے، اوقات کی تعیین میں خود رائی کرے، انفراد کو اجتماع اور اجتماع کو انفراد سے بدلے، یہ سب بدعت کے دائرہ میں آئے گا، اور ایسی ہی باتوں کے متعلق جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''من أحدث فی أمرنا ھذا ما لیس منه فھو رد'' (مشکوٰۃ شریف) یعنی جو کوئی دین میں نئی چیز یا نیا طریقہ ایجاد کرے وہ

ناقابل قبول ہے، مردود ہے۔ ایسے ہی امور کو بدعت اور احداث فی الدین کہتے ہیں۔

دوسری چیز ہوتی ہے وسائل فی الدین، یعنی دین میں ایک عمل مقصود و مطلوب ہے، لیکن اس عمل کے لیے شریعت نے کسی خاص طریقہ اور خاص کیفیت و ہیئت کا پابند نہیں بنایا بلکہ زمانہ کے تغیرات اور بندوں کے حالات، صلاحیت، لیاقت، موقع محل اور مزاجوں کی رعایت کرتے ہوئے ان کو اختیار دیا ہے کہ جو طریقہ مناسب اور مفید ہو اپنی صوابدید اور تجربہ کے مطابق اس کو اختیار کریں بشرطیکہ کسی حکم شرعی کے خلاف وہ طریقہ نہ ہو۔

مثلاً شریعت میں اعلاء کلمۃ اللہ کے خاطر جہاد مطلوب ہے اسی طرح حق کی اشاعت اور دعوت وتبلیغ کے لیے امر بالمعروف ونہی عن المنکر مطلوب ہے لیکن شریعت نے اس کا کوئی خاص طریقہ نماز روزہ کی طرح متعین نہیں کیا کہ بندے بس خاص اسی طریقہ کے پابند رہیں بلکہ زمانہ اور حالات کے لحاظ سے بندوں کو اختیار دیا ہے حسب موقع، حسب ضرورت، حسب مصلحت جو طریقہ مناسب اور مفید سمجھ میں آئے اس کو اختیار کریں، اگر چہ بظاہر نیا طریقہ معلوم ہو، جو شریعت میں منصوص نہ ہو یا اسلاف و مشائخ سے منقول بھی نہ ہو، لیکن جب تجربہ سے اس کا مفید ہونا ثابت ہو تو اس کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں، نہ ہی اس کو بدعت کہا جا سکتا ہے، ایسے ہی اعمال کو شریعت میں اِحداث للدین اور وسائل سے تعبیر کرتے ہیں یعنی دین میں ایجاد نہیں بلکہ دین کے لیے بمنزلہ وسائل کے نئی صورت کو اختیار کیا جائے جیسے جہاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نیزہ اور تلوار، تیر و کمان سے ہوتا تھا لیکن اب بجائے اس کے بندوق اور توپوں کے ذریعہ ہوتا ہے تو اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔

یہی حال دعوت وتبلیغ کا بھی ہے کہ دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر جو شریعت میں مقصود ہے لیکن اس کا کوئی خاص طریقہ شریعت نے متعین نہیں کیا، زمانہ اور حالات کے لحاظ سے اسباب کے درجہ میں جو صورت بھی اختیار کی جائے گی، وہ بلا شبہ درست ہوگی، نہ اس کو غلط کہا جائے گا اور نہ ہی منقول نہ ہونے کی وجہ سے بدعت کہا جائے

گا، اور نہ ہی اسلاف و مشائخ کا معمول نہ ہونے کی وجہ سے اس کو ترک کیا جائے گا، بشرطیکہ وہ طریقہ خود کسی معصیت پر مشتمل نہ ہو، دینی مدارس کا نظام، گھنٹوں کے اعتبار سے اوقات کی تعیین بھی اسی قبیل سے ہے۔

یہ مطلب ہے مولانا الیاس صاحبؒ کے اس فرمان کا کہ یہ طریقہ تجربہ سے مفید ثابت ہے، لہٰذا اس کو اختیار نہ کرنا بڑی غلطی ہے۔

لیکن ساتھ ہی یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنا چاہئے کہ ایسے امور اور طریقے جو بمنزلہ وسائل کے ہیں جن کو شریعت میں احداث للدین سے تعبیر کیا جا سکتا ہے ان کو وسائل کے درجہ ہی میں رکھا جائے گا، ان کے ساتھ مقاصد اصلیہ، منصوص فی الشرع جیسا معاملہ نہ کیا جائے کہ بس یہ خاص طریقہ ہی مطلوب ہے اور جو اس خاص طریقہ سے منسلک نہ ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس کے بغیر نجات نہیں، اس کے بغیر ایمان کامل نہیں، دعوت و تبلیغ کے دسیوں طریقے ہیں، خاص اسی طریقہ پر اصرار کرنا اور جو اس میں شریک نہ ہو اس سے بدگمان و بدزبان ہونا یا یہ سمجھنا کہ یہ دین کی خدمت نہیں کر رہا حالانکہ دوسری نوعیت سے وہ دینی خدمات انجام دے رہا ہے، یہ بڑی غلط فہمی ہے، بدگمانی حرام اور گناہ کبیرہ ہے، وسائل کو مقاصد شرعیہ کا درجہ دینا شرعاً غلط اور باطل ہے، اسی کا نام غلو فی الدین ہے۔ اس لیے دونوں پہلوؤں کی رعایت ضروری ہے، منقول نہ ہونے کی وجہ سے نہ تو اس کو بدعت کہہ سکتے ہیں اور وسائل میں سے ہونے کی وجہ سے نہ اس پر اصرار اور تارک پر نکیر اور ملامت کر سکتے ہیں، یہ ہے اصل مسئلہ کی حقیقت۔ **ھذا ھو الحق عندی و اللہ اعلم۔**

مبادی کو غایات اور ذرائع و وسائل کو مقاصد کا درجہ دینا بہت بڑی غلطی ہے

فرمایا —— آج کل دین کے باب میں یہ غلط فہمی نہایت عام ہوگئی ہے کہ

مبادی کو غایات کا اور ذرائع کو مقاصد کا درجہ دے دیا جاتا ہے، اگر غور کرو گے تو معلوم ہوگا کہ دین کے تمام شعبوں میں یہ غلطی گھس گئی اور ہزاروں خرابیوں کی یہ جڑ ہے۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۸۸-۱۰۹)

تشریح: حضرتؒ نے نہایت اہم بات کی طرف توجہ دلائی اور تنبیہ فرمائی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دین میں دو قسم کی چیزیں مطلوب ہیں لیکن دونوں میں حیثیت کا فرق ہے، ایک اصل مقصود ہے اور ایک اس کے حاصل ہونے کا ذریعہ، جن کو ذرائع اور مقاصد سے تعبیر کیا جاتا ہے، مقاصد کا مطلب یہ ہے کہ یہ اعمال بذات خود شریعت میں مقصود ہیں، اور وسائل و ذرائع کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ شریعت نے ان کا بھی حکم دیا ہے لیکن ان کی کوئی خاص شکل وصورت متعین نہیں کی بلکہ ان کی حیثیت محض وسیلہ اور ذریعہ کی ہے یعنی اصل مقاصد تک پہنچنے اور حاصل ہونے کا ذریعہ، جیسے نماز، روزہ، حج اور دیگر عبادات یہ مقاصد میں سے ہیں، اسی غرض سے انسان کو پیدا کیا گیا ہے اور جہاد و قتال تبلیغ، خروج فی سبیل اللہ یہ مقاصد میں سے نہیں بلکہ ذرائع اور وسائل میں سے ہیں، یعنی مقاصد کو زندہ کرنے کا ذریعہ ہیں، حکم شریعت نے دونوں کا دیا ہے، لیکن دونوں کی نوعیّتوں اور حیثیتوں میں فرق ہے، حضرتؒ فرمارہے ہیں کہ ذرائع کو مقاصد سمجھ لینا یا ذرائع کو مقاصد کا درجہ دینا اور مقاصد سے غافل ہوجانا اس میں کوشش نہ کرنا یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ جیسے کوئی جہاد اور تبلیغ کو کافی سمجھے اور اصل اعمال نماز، روزہ و دیگر معاملات کی طرف سے غافل ہو۔

بجائے مسجد کے گھروں میں نوافل وعبادات کا اہتمام کرو

فرمایا: مسجدوں کو نوافل کا گھر نہ بناؤ۔ (ارشادات ص:۹۱-۹۲)

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گھروں میں نماز پڑھو، اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔

(ترمذی شریف حدیث:۴۶۰، باب:۲۱۶)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے گھروں کو ایسا نہ بناؤ کہ وہاں نماز نہ پڑھو، جیسا کہ قبروں میں نماز نہیں پڑھی جاتی، بلکہ نمازوں اور دیگر عبادات کے ذریعہ اپنے گھروں کو آباد رکھو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے اور بعد کی سنتیں مسجد سے آ کر گھر ہی میں ادا فرماتے تھے، افضل بھی یہی ہے، البتہ آج کل عام طور پر غفلت و لاپرواہی غالب ہے، خطرہ ہے کہ مسجد سے باہر نکلیں تو سنتیں ہی چھوڑ دیں، اس لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ آج کے حالات میں مساجد ہی میں سنتیں پڑھنا افضل ہے، لیکن ان کے علاوہ دیگر نوافل گھروں ہی میں پڑھنا چاہیئے، یہی مطلب ہے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کا کہ مسجدوں کو نوافل کا گھر نہ بناؤ، یعنی نوافل، ذکر و قرآن وغیرہ کا اہتمام گھروں میں کثرت سے کیا کرو۔

ایک حدیث پاک میں آپ نے صراحۃً فرمایا: **أفضل صلاتكم في بيوتكم إلا المكتوبة**۔ (ترمذی شریف باب ما جاء فی فضل صلاۃ التطوع فی البیت باب: ۲۱۶، حدیث: ۴۵۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہاری افضل نمازیں وہ ہیں جن کو تم گھروں میں ادا کرو، فرائض کے علاوہ یعنی فرائض کا تو مساجد میں ہی ادا کرنا ضروری ہے، البتہ نوافل کا اہتمام گھر میں ہونا چاہیئے۔

اپنی مساجد کو مسجد نبوی کے طرز پر اعمال نبوت سے آباد کیجئے

فرمایا ——— مسجدیں مسجد نبوی کی بیٹیاں ہیں، اس لیے ان میں وہ سب کام ہونے چاہئیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ہوتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز کے علاوہ تعلیم و تربیت کا کام بھی ہوتا تھا، اور دین کی دعوت کے سلسلہ کے سب کام بھی مسجد ہی سے ہوتے تھے، دین کی تبلیغ یا تعلیم کے لیے وفود کی روانگی بھی مسجد ہی سے ہوتی تھی، یہاں تک کہ عساکر کا نظم بھی مسجد ہی سے ہوتا تھا، ہم چاہتے ہیں کہ ہماری مسجدوں میں بھی اسی طریقہ پر یہ سب کام ہونے لگیں۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص: ۱۶۸-۲۰۷)

فائدہ: ان اعمال نبوت میں سے بعض کاموں کو ہمارے علماء وفقہاء نے دلائل کی روشنی میں منع فرما دیا ہے جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) عورتوں کا مساجد میں آنا خواہ نماز پڑھنے کی غرض سے ہو، عوارض ومفاسد کی بنا پر فقہاء نے منع کیا ہے، ممانعت کے شرعی دلائل کتب فقہ میں مذکور ہیں۔

(۲) امارت وسیاست اور حکومت وعسکریت سے متعلق مشورے واجلاس اور لشکر کی ترتیب بھی ممنوع ہے، کیونکہ آج کے دور میں عموماً سیاست اتنی گندی ہو چکی ہے اور ارباب سیاست وحکومت دینی واخلاقی پستی کے اس درجہ کو پہنچ چکے ہیں کہ اس حالت میں رہتے ہوئے ان کاموں کو انجام دینے کے وقت مسجد کی حرمت وآداب کو برقرار نہیں رکھا جا سکتا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "**جنبوا مساجدكم صبيانكم وخصوماتكم وحدودكم وشراءكم وبيعكم**"۔

(طبرانی، جمع الفوائد ۱/۱۵۰، حدیث: ۹۶۷)

اور ایک روایت میں ہے **ورفع أصواتكم** (یعنی اپنی مساجد کو بچوں سے اور آواز کے بلند ہونے سے اور خصومات، حدود اور بیع وشراء سے محفوظ رکھو) کے صریح خلاف لازم آنے کا احتمال ہی نہیں یقین ہے۔ اس لیے اس کی بھی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

(۳) یہی صورت حال مقدمات اور فصل خصومات کی بھی ہے، کہ موجودہ حالات میں قضاء اور فصل خصومات کی اجازت دینے سے مسجد کی حرمت کو باقی ہی نہیں رکھا جا سکتا، اور نہ ہی ناپاک اور جنبی لوگوں کو مسجد میں داخلہ سے باز رکھا جا سکتا ہے اور صحابہ پر قیاس قیاس مع الفارق ہے۔

(۴) اسی طرح ضرورت شدیدہ کے بغیر اجرت کے ساتھ یعنی تنخواہ دے کر مسجد میں قرآن پاک اور دینی تعلیم کو بھی فقہاء نے منع فرمایا ہے۔

باقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسجد نبوی جن اعمال سے معمور اور آباد رہتی تھی ان میں سے بعض اعمال کی تفصیل درج ذیل ہے، جن سب کا حاصل مقاصد

نبوت (یعنی تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ نفوس) کی تکمیل جس کے مختلف ذرائع ہیں جو آپ اختیار فرماتے تھے ان میں چند یہ ہیں:

مسجد نبوی میں ہونے والے اعمال

۱- **تبلیغ دین**: کہ آپ صحابہ کو مختلف علاقوں میں تبلیغ دین کے لیے روانہ فرماتے تھے۔

۲- **تعلیم دین**: یعنی علم دین سیکھنے سکھانے کا اہتمام جس میں فضائل ومسائل دونوں کی تعلیم شامل ہے، نیز قرآن پاک کا سیکھنا سکھانا بھی اس میں شامل ہے۔

۳- **ذکر کے حلقے**: مسجد نبوی میں ذکر کے حلقے بھی لگتے تھے اس طرح کہ لوگ اپنے اپنے طور پر ذکر وتلاوت اور دعا میں مشغول رہتے تھے۔

۴- **وعظ و تذکیر**: حسب موقع وضرورت آپ وعظ اور تقریر بھی فرماتے تھے جس میں منکرات کی اصلاح، معاشرہ کی اصلاح اور ضروری مسائل کا بیان ہوتا تھا۔

۵- **اصلاحی مجلس**: بکثرت ایسا بھی ہوتا کہ آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوتے، صحابہ آپ کے اردگرد بیٹھ جاتے اور اس مجلس میں دینی اور اصلاحی تذکرے ہوتے۔

۶- **قضاء وافتاء**: ایسا بھی ہوتا کہ آپ کے حضور میں کوئی قضیہ اور مقدمہ پیش ہوتا یا کوئی نیا واقعہ پیش آتا تو آپ فریقین کی بات سن کر فیصلہ فرماتے اور مسئلہ کا جواب دیتے۔

۷- **تزکیۂ نفوس واصلاح باطن**: مسجد نبوی میں آپ یہ کام بھی انجام دیتے جس کو صوفیاء ومشائخ انجام دیتے ہیں، یعنی قلوب کا تزکیہ مثلاً ایک صحابی آئے اور عرض کیا میرا زنا کرنے کو جی چاہتا ہے، بعض صحابی نے وساوس وخطرات کی شکایت کی، بعض صحابہ نے غصہ کی اور دل کی سختی کی شکایت کی، بعض صحابہ نے اپنے اوپر نفاق کا خدشہ ظاہر کیا، آپ نے سب کا علاج فرمایا اور تسلی بخش جواب دیا، بعض گنہگار صحابہ آئے آپ نے توبہ کرائی، بعض صحابہ کو بیعت فرمایا۔

۸- **اعتکاف رمضان**: مسجد نبوی کے اعمال میں سے اہم عمل رمضان شریف

میں اعتکاف کرنا ہے، اخیر عشرہ میں تو آپ اعتکاف فرماتے ہی تھے بعض موقعوں میں پہلے دوسرے عشرہ میں یعنی پورے مہینے کا بھی اعتکاف فرمایا۔

آپ کے ساتھ صحابہ کرام کی بڑی تعداد اور جماعت اعتکاف میں شریک رہتی تھی، آپ نے اپنے ساتھ صحابہ کو بھی اعتکاف کی ترغیب دی اور ایک موقع پر پردہ اٹھا کر فرمایا جو لوگ اعتکاف کر رہے ہیں اخیر عشرہ کا بھی اعتکاف کریں۔

۹- **تعلیم قرآن و تعلیم صلوۃ**: مسجد نبوی میں آپ لوگوں کو قرآن پاک اور التحیات دعا ماثورہ وغیرہ سکھاتے تھے حدیثوں میں اس کے مختلف واقعات مذکور ہیں، بعض صحابہ کی نماز کو دیکھ کر آپ نے تنبیہ فرمائی، اور آپ نے پوری نماز سکھلائی۔

۱۰- **نعتیہ اشعار**: بعض موقعوں پر آپ نے بعض شاعر صحابہ مثلاً حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو منبر پر بٹھا کر اشعار بھی سنے ہیں احیاناً ضرورت کے وقت پسندیدہ اشعار اور حمد و نعتیہ کلام سے مسجد کو آباد کرنا بھی مسجد نبوی کی سنت ہے، لیکن مسجد میں مروجہ مشاعرہ کی محفل قائم کرنا درست نہیں کہ اس شور شغب میں مسجد کی حرمت کو محفوظ نہیں رکھا جا سکتا۔ واللہ اعلم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں مسجد میں یہ سارے کام ہوا کرتے تھے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ اپنی مساجد کو اعمالِ نبوت سے آباد کرنے کی کوشش کرو۔

ایک ضروری تنبیہ

فائدہ: بہت سے حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ مساجد کا حق یہ ہے کہ ہر وقت ان کو آباد رکھا جائے، ہر وقت مسجد میں علم و ذکر کے حلقے قائم رہیں، ہر ہر فرد مسجد میں کئی کئی گھنٹے گذارنے کا معمول بنالے، تاکہ مساجد میں رہ کر اعمال مسجد کو زندہ کریں، اور مسجد کو آباد رکھنے اور اس عمل کو زندہ کرنے کیلئے ایک نظام بھی تجویز کیا ہے کہ کچھ لوگ بذریعہ

گشت دوسروں کو مسجد میں آنے کی دعوت دیں، کچھ لوگ مسجد میں آنے والوں کا استقبال کریں، اور کچھ لوگ اعمال مسجد کو زندہ کریں، یعنی فضائل کی تعلیم سے مسجد کو آباد رکھیں، گویا ۲۴ گھنٹہ یا دن کے اکثر اوقات میں مسجد ہر وقت آباد رہے، اور اس عمل کا نام رکھا گیا ہے ''دعوت تعلیم واستقبال''۔

بہت سے لوگ نادانی سے یہ سمجھتے ہیں کہ اس نوعیت سے مسجد کو آباد رکھنا شرعاً ضروری ہے، اور یہ مسجد کا ایسا حق ہے جو شرعاً لازم ہے، اور اس نوعیت سے مسجد کو آباد نہ کرنے والے غفلت وکوتاہی کا شکار ہیں، بلکہ گنہگار ہیں، کیونکہ مسجد کی آبادی میں حصہ نہیں لے رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہر وقت مساجد آباد رہتی تھیں، صحابہ کرام اکثر اوقات مساجد ہی میں گذارا کرتے تھے، بطور دلیل کے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث پاک بیان کرتے ہیں جس میں ابو ہریرہ نے بازار میں لوگوں سے کہا کہ تم یہاں موجود ہو اور مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے، لوگ گئے دیکھا کہ وہاں تعلیم وذکر کے حلقے قائم ہیں لوگ دین سیکھ رہے ہیں۔

یہ اور اس نوع کے بعض واقعات سے لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ ہر وقت مساجد کو آباد رکھنا ضروری ہے، سو اس کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے تا کہ غلط فہمی نہ ہو۔

''دعوت تعلیم واستقبال'' کا عمل اگر اصلاح وتربیت اور دینی تعلیم وترقی، فضائل و مسائل سیکھنے کے لیے وسائل اور تدابیر کے درجہ میں ہے جس طرح کہ مدارس میں تعلیم و تدریس کے حلقے لگتے ہیں، اور ایک نظام کے تحت تعلیم وتعلّم کا سلسلہ جاری رہتا ہے تو بے شک یہ درست اور پسندیدہ ہے، اور بلا شبہ اس کے دینی فوائد بھی ہیں۔

اور اگر اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ نہیں بس یہ عمل ہی اس کیفیت و ہیئت کے ساتھ مقصود ہے، اس کے بغیر ہم گنہگار اور مسجد کی حق تلفی کرنے والے شمار ہوں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام مساجد کو اسی طرح آباد رکھتے تھے تو یہ بات صحیح نہیں ہے۔ قرآن پاک میں تو حکم دیا گیا ہے ''فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِيْ

الأرْضِ وَابتَغُوا مِن فَضْلِ اللهِ ''(پ:۲۸) کہ نماز سے فراغت کے بعد اللہ کے فضل اور اس کی روزی تلاش کرنے میں نکل پڑو......صحیح اور راجح تفسیر یہی ہے، جس کو علامہ ابن کثیر اور مفتی محمد شفیع صاحب نے بھی ذکر کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرائض کے علاوہ سنن ونوافل بجائے مسجد کے گھر میں پڑھا کرتے تھے۔ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنی عبد الاشہل میں مغرب کی نماز ادا فرمائی، صحابہ کرام بعد نماز نوافل پڑھنے کے لیے کھڑے ہوگئے، آپ نے صحابہ سے فرمایا ان نمازوں کو گھروں میں پڑھا کرو، **صلی النبی صلی الله علیه وسلم فی مسجد بنی عبد الأشهل المغرب فقام ناس یتنفلون فقال النبی صلی الله علیه وسلم علیکم بهذه الصلاة فی البیوت.** (ترمذی شریف باب ماذکر فی الصلاۃ بعد المغرب فی البیت افضل، باب:۴۱۹، حدیث:۶۰۱)

عمومی انداز میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام صحابہ کو حکم دیا کہ **صلوا فی بیوتکم ولا تتخذ وها قبورا.** ایک روایت میں فرمایا **افضل صلوتکم فی بیتکم الا المکتوبة۔** (ترمذی شریف باب ماجاء فی فضل صلاۃ التطوع فی البیت باب:۲۱۵، قبیل باب الوتر)

یعنی گھروں میں نماز پڑھا کرو، گھروں کو قبرستان نہ بنادو کہ جس طرح وہاں نماز نہیں پڑھی جاتی تم بھی گھروں میں نماز نہ پڑھو، فرائض کے علاوہ نوافل کا گھر میں پڑھنا ہی افضل ہے۔

ابوداود شریف کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز کے علاوہ دوسرے وقت میں مسجد میں دیکھا تو فرمایا کہ کیا بات ہے میں تم کو نماز کے وقت کے علاوہ مسجد میں دیکھ رہا ہوں انہوں نے اپنی پوری بات سنائی —— پورا قصہ منتخب احادیث میں بھی ص:۴۵۵ دعا کے بیان میں ابوداود کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کا بھی عام معمول مسجد میں اوقات گذارنے کا نہ تھا، **عن أبی سعید الخدری رضی الله**

عنہ قال دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم المسجد فاذا برجل من الأنصار یقال لہ أبو أمامہ فقال یا أبا أمامۃ مالی أراک جالساً فی المسجد فی غیر وقت الصلوۃ ۔(ابوداود باب فی الاستعاذۃ:۱۵۵۵)

حدیثوں میں ایسے واقعات مذکور ہیں کہ آپ کی زندگی میں اہم واقعات پیش آئے کسوف وخوف، سورج گہن کا موقع آیا بعض وفود آئے ان کی بدحالی کو دیکھ کر آپ رنجیدہ ہوئے حضرت بلال کو حکم دیا، انہوں نے اعلان کیا یا اذان دی تو لوگ مسجد میں جمع ہو گئے، یعنی اس سے پہلے جمع نہ تھے بلکہ اعلان کے بعد جمع ہوئے پھر آپ نے وعظ فرمایا۔

(مسلم شریف وغیرہ)

ان سارے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا معمول یہ نہ تھا اور نہ ہی یہ بات شرعاً مطلوب ہے، نہ مسجد کا حق لازم ہے کہ ہر وقت مسجد آباد رہے، لوگ وہاں ذکر وعبادت اور نوافل میں مشغول رہیں، ہاں تعلیم وتعلّم کی غرض سے یا وعظ ونصیحت کی غرض سے، کسی وقت بھی لوگ مسجد میں قیام پذیر ہو سکتے ہیں، جیسے مدارس کی مساجد میں طلبہ پڑھتے پڑھاتے نظر آتے ہیں، ضرورت کے موقع پر صحابہ بھی ایسا ہی کرتے تھے، جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور آپ نے دو حلقوں کو دیکھا ایک تعلیم وتعلّم میں مشغول تھا، دوسرا ذکر وعبادت میں، آپ نے دونوں کی تعریف فرمائی اور علم کے حلقے کو ترجیح دے کر اس میں بیٹھ گئے اور فرمایا: **إنما بعثتُ معلماً**. (مشکوۃ شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی اسی نوعیت پر محمول ہے بس اتنی ہی حقیقت ہے اس عمل کی، واللہ اعلم۔

رمضان المبارک میں نقل وحرکت کی اہمیت

اللہ کی دہش رمضان میں پھرنے میں ہے، رمضان کو نیکیوں سے زیادہ معمور کرو، اس کی یہ مہمان داری ہے۔(ارشادات ومکتوبات ص:۳۶)

تشــریح: رمضان المبارک میں حق تعالیٰ کی رحمت کی بارش ہوتی ہے، جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے اور دوزخ کے بند کردیئے جاتے ہیں، نیک کاموں کا اجر وثواب بڑھادیا جاتا ہے، نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ۷۰ (ستّر) فرض کے برابر کردیا جاتا ہے، اس ماہ مبارک میں جو بھی نیک کام کیا جائے گا دوسرے ماہ کے مقابلہ میں اس ماہ میں کام کرنے کا اجر وثواب بھی بڑھادیا جائے گا۔

اللہ کے راستہ میں دعوت وتبلیغ کے لیے نکلنا ہو یا اللہ کے راستہ میں قتال و جہاد کے لیے نکلنا ہو، یا طلب علم کے لیے اللہ کے راستہ میں نکلنا ہو، الغرض جو بھی دینی کام اس ماہ مبارک میں اللہ کے واسطے ہوگا اس کا اجر وثواب دوسرے ماہ کے مقابلہ میں بڑھادیا جائے گا، دینی کام کے لیے چندہ کرنا بھی شریعت کا حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت اور دینی تقاضا ہے، اگر اخلاص کے ساتھ دینی ضرورت کے پیش نظر رمضان میں یہ کام کیا جائے تو دوسرے ماہ کے مقابلہ میں اس ماہ میں اس عمل کا ثواب بھی زیادہ ہوگا۔

لیکن رمضان شریف کی اہم عبادت اعتکاف بھی ہے، آپ ہر سال اعتکاف فرماتے تھے، صحابہ کرام کی بڑی جماعت آپ کے ساتھ معتکف ہوتی تھی، حتی کہ ایک مرتبہ آپ نے پہلے دوسرے عشرہ کا اعتکاف فرمایا پھر پردہ اٹھا کر صحابہ کی معتکف جماعت سے فرمایا کہ جو لوگ معتکف ہیں وہ اخیر عشرہ کا بھی اعتکاف کریں اور آپ نے اس کی مصلحت بھی بیان فرمائی، فضائل رمضان میں پوری حدیث پاک ذکر کی ہے۔

(بخاری ومسلم، مشکوٰۃ، فضائل رمضان، فصل ثالث، حدیث: اص: ۶۸۷، اعتکاف کا بیان)

الغرض حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان شریف میں آپ اعتکاف فرماتے تھے اور صحابہ کرام کی بڑی تعداد آپ کے ساتھ معتکف ہوتی تھی، اس لیے اگر رمضان شریف میں اعتکاف کیا جائے یا کوئی شخص صحابہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کسی بزرگ وشیخ کے پاس جا کر اعتکاف کرے اور رمضان شریف کے ایام بحالت اعتکاف

گذارے اور اس غرض سے نقل وحرکت کرے تو یہ نقل وحرکت بہت بڑے اجر وثواب کا باعث ہوگی اور اتباع سنت واحیاء لیالی کا ثواب اس سے علیحدہ ہوگا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہی تھی، اس لیے جس کے جیسے حالات ہوں اور جیسا وقت کا تقاضا ہو اس کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔

عام حالات میں تو یہی حکم ہے جو اوپر مذکور ہوا، حالات خاصہ میں حکم بھی خاص ہوگا، جیسا کہ غزوہ بدر میں خاص حالات کے تحت آپ نے خروج فرمایا، لیکن ہمیشہ کا معمول آپ کا اور صحابہ کا رمضان المبارک میں خصوصاً اخیر عشرہ میں اعتکاف ہی کا تھا، اس لیے اس کی اہمیت کو برقرار رکھتے ہوئے آج بھی اس سنت کو زندہ رکھنا چاہیئے۔

شب جمعہ میں کارکنانِ تبلیغ کا اجتماع

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

کارکنوں میں ایک دوسرے سے ربط اور کام میں روح اور سرگرمی پیدا کرنے کے لیے جمعہ کی رات نظام الدین میں قیام کرنے کے لیے اور مہینہ کا آخری چہار شنبہ تمام جماعتوں کے جامع مسجد میں جمع ہونے، اپنی کارگذاری سنانے اور کام کے لیے مشورہ کرنے کے لیے تجویز کیا۔

مولانا خود بھی اس اجتماع میں بڑے اہتمام سے شریک ہوتے، اور دوسرے علماء و صلحاء کے بھی شریک کرنے کی کوشش کرتے، شب جمعہ کو نظام الدین آنے کی عمومی دعوت دیتے۔ (مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دینی دعوت ص:۱۳۴)

نہایت ضروری تنبیہ

دعوت وتبلیغ کے خاطر اجتماع جیسا کہ تبلیغی حضرات کا معمول ہے کہ شب بیداری اور شب گذاری کے لیے مہینہ یا ہفتہ میں ایک مرتبہ مسجد میں جمع ہوتے ہیں، اور سب مل کر

وقت گذارتے اور عبادت کرتے ہیں، اس کے مستحسن اور پسندیدہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اس کے فوائد کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا، انہیں فوائد کے پیش نظر مرکز نظام الدین میں جمعہ کی رات اور مہینہ کا آخری چہار شنبہ مخصوص تھا جس میں اصحاب تبلیغ رات کو جمع ہوتے تھے، لیکن اس اجتماع کے متعلق اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اگر یہ اجتماع وعظ وتبلیغ کے لیے ہے یا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے یا تبلیغی کام کی کارگذاری سنانے اور آئندہ کے لیے لائحہ عمل تجویز کرنے اور مشورہ کرنے کے لیے ہے تب تو بلاشبہ درست نہ صرف درست بلکہ بہتر اور پسندیدہ عمل ہے۔

لیکن یہ اجتماع اگر اس غرض سے ہو جیسا کہ بہت سے ناواقف لوگ سمجھتے ہیں اور ان کی زبانوں پر بھی یہ بات آتی ہے کہ اجتماعی عمل میں خیر ہے، سب مل کر جاگیں گے، شب بیداری کریں گے، یعنی یہ اجتماع اور شب گذاری وشب بیداری برائے ذکر و عبادت ہونے لگے، تو پھر اب یہ عمل شرعاً ممنوع اور ناجائز بلکہ بدعت ہوجائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **لا تختصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالي۔** (مسلم شریف، فتح الملہم ۳/۱۵۵، جمع الفوائد حدیث: ۲۴۳۰)

جس کا مطلب یہ ہے کہ شب بیداری کے لیے جمعہ کی رات کی تخصیص مت کرو، اس کے ضمن میں علامہ عثمانیؒ نے فتح الملہم ص: ۱۳۵، ج: ۳، (مطبوعہ پاکستان مکتبہ مدنیہ لاہور) میں کافی تفصیل ذکر فرمائی ہے، جس میں اس کی ممانعت کے دلائل لکھے ہیں۔

نوافل عبادت کے لیے یا شب بیداری کے لیے لوگوں کے جمع ہونے کو تمام فقہاء نے ناجائز اور بدعت لکھا ہے، ماہ رجب میں صلاۃ الرغائب کی کراہت اور ممانعت کی بنیاد بھی فقہاء نے یہی لکھی ہے، نیز شب قدر وشب براءت میں عبادت کی غرض سے جمع ہونے کو عام طور پر منع اور ناجائز لکھا ہے، براہین قاطعہ میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے بھی اس کو غلط اور بدعت قرار دیا ہے۔

اردو فتاویٰ میں فتاوی محمودیہ ۵/۴۹۸ میں متعدد کتب فقہ کے حوالہ سے ممنوع اور

قابل نکیر لکھا ہے، علامہ حلبی نے شرح منیہ میں ص:۴۳۷ میں علامہ ابن نجیم نے البحر الرائق ۵۲/۱ میں اور مراقی الفلاح ص:۶۴ میں اور علامہ ابن الحاج مالکی نے المدخل (فصل فی ذکر صلاۃ الرغائب ۲۴۸/۴) میں اور اس کے علاوہ دوسرے فقہاء ومحدثین نے اس کو مکروہ اور بدعت قرار دیا ہے، نیز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی اصلاح الرسوم ص:۱۵۲ فصل پنجم وص ۱۰۷ و ۱۲۹ میں اس کو دلائل سے خلاف شرع لکھا ہے۔

اس لیے ہمارے تمام تبلیغی احباب کو اس حقیقت سے غافل نہ ہونا چاہیے کہ شب گذاری وشب بیداری کے عنوان سے یہ اجتماع صرف وعظ وتبلیغ کے لیے یا تبلیغی کارگذاری سنانے اور آئندہ کے لیے لائحہ عمل اور مشورہ کے لیے ہو، جیسا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا معمول تھا، یہ اجتماع محض عبادت کے لیے نہ ہو، یعنی محض شب بیداری وشب گذاری کے خاطر اجتماع نہ ہو، ورنہ اس کے ممنوع اور بدعت ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوگا، ہمارے تمام فقہاء اور اکابر اس پر متفق ہیں۔

الحمدللہ اب تک ایسا نہیں ہے، یعنی اصحاب تبلیغ کا یہ اجتماع کارگذاری اور مشورہ وغیرہ کے لیے ہی ہوتا ہے نہ کہ محض عبادت کے لیے اس لیے اس کو غلط اور بدعت نہیں کہا جاسکتا، لیکن آئندہ کے لیے احتیاط ضروری ہے کہ خدانخواستہ نفس اجتماع ہی مقصود نہ بن جائے، اسی غرض سے یہ پوری تفصیل عرض کی گئی۔

عبادت کے مختلف انواع

فکری عبادت کی بھی فکر کیجئے جو ستر سالہ عبادت سے بہتر ہے

ارشاد فرمایا: بدنی عبادت سے فکری عبادت اتنی (اہم) ہے کہ ستر سالہ عبادتوں کے مقابلہ میں ایک گھڑی کی فکر زیادہ (اہم) ہے۔ (ارشادات ومکتوبات ص:۴۵)

فرمایا: لوگوں کو دین کی طرف لانے اور دین کے کام میں لگانے کی تدابیر

سوچا کرو، جیسے دنیا والے اپنے دنیاوی مقاصد کے لیے تدبیریں سوچتے رہتے ہیں، اور جس کو جس طرح متوجہ کر سکتے ہو اس کے ساتھ اسی راستہ سے کوشش کرو۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۱۰۱ ملفوظ:۱۲۱)

فائدہ: حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کی مختلف قسمیں ہیں بدنی عبادت جیسے نماز، روزہ، مالی عبادت جیسے زکوٰۃ، صدقہ اور قربانی، فکری عبادت جیسے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور صفات کمالیہ میں غور و فکر کرنا یا اس کے دین کی خدمت میں طریقوں و تدبیروں میں غور و فکر کرنا کہ کام کس طرح کیا جائے یہ سب فکری عبادت کے دائرہ میں آتا ہے۔ اسی کو باطنی عبادت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

ظاہری عبادت ہو یا باطنی ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں وجودی، اور عدمی، وجودی عبادت وہ کہلاتی ہے جس میں اعضاء جوارح سے کچھ ظاہری اعمال کرنا پڑتے ہیں، جیسے نماز اور عدمی عبادت وہ کہلاتی ہے جس میں اعضاء جوارح سے کچھ ظاہری اعمال کا کرنا ضروری نہیں، بلکہ چند مخصوص اعمال سے رکے رہنا، اور نہ کرنا یہی عبادت ہے، جیسے روزہ کہ اس میں کچھ نہ کرنا ہی روزہ کی حقیقت میں شامل ہے، کیونکہ روزہ کہتے ہیں کہ روزہ کی نیت سے صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے جماع سے رکے رہنا، تو یہ عدمی عبادت ہوئی۔

اسی طرح باطنی عبادت کی بھی دو قسمیں ہیں وجودی، اور عدمی، وجودی عبادت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے باطن میں یعنی قلب میں کچھ مخصوص صفات کو پیدا کرنا، غور خوض کرنا، فکر کرنا، مثلاً دل میں اللہ کی محبت اللہ کے رسول کی محبت، اللہ واسطے نیک بندوں کی محبت، پیدا کرنا، شریعت میں جو عقائد مطلوب ہیں ان عقائد کو دل میں راسخ کرنا، بیوی بچوں اور والدین کی محبت جس درجہ میں مطلوب ہے اس درجہ میں ان کی محبت دل میں ہونا، یعنی ان صفات کا اپنے باطن میں موجود کرنا اور ان صفات سے متصف ہونا، یہ باطنی اور وجودی عبادت ہے۔

باطنی عدمی عبادت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے باطن اور قلب میں صفات رذیلہ کا نہ ہونا، قلب کا باطنی گناہوں سے پاک ہونا، مثلاً دل میں کسی کی طرف سے کینہ بغض، حسد، عداوت کسی کی بدخواہی کا جذبہ نہ ہونا، غیر اللہ کی ناجائز محبت عشق وفسق نہ ہونا، بیوی بچوں، خاندان اور مال و دولت کی محبت اس درجہ کی نہ ہونا جو اس کو احکام شریعت پر عمل کرنے سے روک دے، اسی طرح قلب کا عقائد فاسدہ سے خالی ہونا، عشق وفسق کے یا کسی اجنبیہ کے گندے خیالات کا دل میں نہ لانا یہ سب باطنی عدمی عبادت کے دائرہ میں آتا ہے، اگر اسکے خلاف کرے گا تو باطنی گناہوں میں مبتلا ہوجائے گا، حق تعالیٰ کا فرمان ہے ”وَذَرُوْا ظَاهِرَ الاثْمِ وباطِنَه“ (پ۸، انعام) کہ ظاہری اور باطنی سب گناہوں کو چھوڑ دو، باطنی عبادات جو وجودی ہیں ان کو اختیار کرنا اور باطنی رذائل و معائب سے پاک وصاف ہونا، اسی کا نام تزکیہ وتصوف ہے، جو نبیوں والا کام ہے جس کو قرآن نے اس آیت میں بیان کیا ہے، يُعَلِّمُهُمُ الكتَابَ وَالحِكمَة ويُزَكِّيهِم (پ:۱، سورۂ بقرہ) سے تعبیر کیا ہے۔

اب سمجھئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمارہے ہیں کہ بدنی عبادت کے مقابلہ میں فکری عبادت ستر سال بدنی عبادت سے افضل ہے، یہ حدیث پاک کا مضمون ہے حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

فكرة ساعة خير من عبادة ستين سنة، اخرجه أبو الشيخ في كتاب العظمة، وفي رواية تفكر ساعة خير من عبادة سنة أخرجه ابن حبان في كتاب العظمة۔ (دیلمی عن انس حدیث: ۲۳۹۷، احیاء العلوم ص: ۳۶۱، نوادر ص: ۳۶۲)

یعنی تھوڑی دیر کی فکری اور باطنی عبادت ساٹھ سال بدنی عبادت سے افضل ہے۔

یہ فکری اور باطنی عبادت وہ ہے جس کا تذکرہ قرآن پاک میں بھی ہے اللہ تعالیٰ اپنے مقبول اور نیک بندوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے ”الّذِيْن يَتَفَكَّرُوْن فِي خَلْقِ السَّمٰوٰت وَالارْض“۔ (اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو آسمان وزمین کی

خلقت میں تفکر کرتے ہیں) اس آیت میں فکری اور باطنی عبادت ہی کا ذکر ہے۔

فکری عبادت کی مختلف صورتیں اور مختلف قسمیں ہوتی ہیں جن سب کا حاصل یہی ہے کہ قرآن و حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قدرت و خلقت اور اس کی صفات کمالیہ میں غور وفکر کرنا، اللہ تعالیٰ کے احکامات وارشادات کو سمجھنے میں تدبّر کرنا، دین حق کی اشاعت کے طریقوں اور تدبیروں میں غور وفکر کرنا یہ سب فکری عبادت کے دائرہ میں آتا ہے، فکری عبادتوں میں بطور مثال کے چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی قدرت وخلقت اور اس کی نشانیوں میں غور کرنا، اسی طرح حق تعالیٰ کی ان صفات میں غور وفکر کرنا جن سے ایمان و یقین میں ترقی اور حق تعالیٰ کی محبت میں اضافہ ہو۔

(۲) انبیاء علیہم السلام کے واقعات جو قرآن پاک میں آئے ہیں، نیز انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں غور کرنا کہ اس سے بھی ایمان و یقین میں پختگی اور اضافہ ہوتا ہے، اور یہ بات درس قرآن کے ذریعہ آسانی سے حاصل ہوسکتی ہے۔

(۳) حق تعالیٰ کی نعمتوں کا جو اس نے بندوں پر کر رکھی ہیں ان نعمتوں کو خصوصاً جو اپنے اوپر انعامات کی بارش کر رکھی ہے اس کو بار بار سوچنا اور اس میں غور وفکر کرنا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۴) اسلامی تعلیمات اور احکام شرعیہ کے محاسن میں نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں اور اس کی خوبیوں اور محاسن میں غور کرنا تاکہ اسلامی احکام کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی قدر وعظمت اور ان سے محبت پیدا ہو۔

(۵) حق تعالیٰ کے احکام جو کتاب وسنت میں بیان کئے گئے ہیں جن میں بعض آسان اور بعض بہت مشکل اور دقیق ہیں بعض کا تعلق عبادت سے ہے بعض کا تعلق معاملات، بیع وشراء، سود وغیرہ سے ہے۔

حق تعالیٰ کے جملہ احکام شرعیہ میں صحیح طریقہ کے مطابق غور وفکر کرنا اور کتاب و سنت کی روشنی میں احکام ومسائل کو سمجھنا اور اس میں تفقّہ وتدبّر کرنا، بڑے درجہ کی فکری اور

باطنی عبادت ہے، جیسے ائمہ مجتہدین کتاب وسنت سے مسائل اخذ کرنے میں غور وفکر کیا کرتے تھے، یا علماء و محققین ارباب افتاء مسائل کو حل کرنے، سمجھنے سمجھانے کے لیے تفکر و تدبر کرتے ہیں، فکری عبادت کی یہ اعلیٰ قسم میں شمار ہوتی ہے، اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی نوع کی عبادت کے ایک فرد اور ایک جزء یعنی ایک مسئلہ میں غور کرنے کے بعد سیکھنے سکھانے کو ہزار رکعات سے افضل قرار دیا ہے۔

(ابن ماجہ)

الغرض احکام شرعیہ، کتب فقہیہ کے مسائل میں غور وخوض کرنا، مطالعہ کرنا فکری عبادات میں اعلی درجہ کی عبادت ہے۔

(٦) اسی طرح قرآن وحدیث کے معانی ومطالب میں غور کرنا اس کا مطالعہ کرنا، اس کے سمجھنے کی کوشش کرنا یہ بھی فکری عبادت ہے۔

(٧) حق کی اشاعت دین کی اشاعت، کتاب وسنت کی اشاعت کی غرض سے مختلف تدبیریں سوچنا مثلاً جماعتوں کی تشکیل، آئندہ کس علاقہ میں کیسے کام کیا جائے، جماعتیں کہاں روانہ کی جائیں، اجتماع کہاں کیا جائے، اہل باطل کی تبلیغ کا دفاع کیسے کیا جائے، ارتدادزدہ علاقوں میں کام کیسے کیا جائے، منکرات ومعاصی اور فاسد معاشرہ اور معاشرہ میں رائج رسومات کو کیسے ختم کیا جائے، شرعی طور پر میراث کو تقسیم کرنے کا عمل کیسے زندہ کیا جائے۔

کتاب وسنت کی اشاعت اس کے الفاظ ومعانی کی ترویج وتبلیغ کے لیے کیا حکمت عملی اور تدبیر اختیار کی جائے، مدارس ومکاتب درس قرآن ودرس حدیث وفقہ اور احیاءِ سنت کے نظام کو کیسے چلایا جائے، اسباب ووسائل کے درجہ میں ان امور میں غور وفکر کرنا یہ سب بھی فکری عبادت کے دائرہ میں آتا ہے جو ساٹھ سالہ عبادات سے بہتر ہے۔

اگرچہ فکری عبادات میں باہم مختلف درجات ہیں، بعض بمنزلۂ وسائل کے ہیں اور بعض بمنزلۂ مقاصد کے مثلاً شروع کی چھ مثالوں میں غور وفکر کرنا بذاتِ خود عبادت

میں شامل ہے کیونکہ مقاصد میں ہے، جب کہ بعد کی مثالوں میں غور وفکر کرنا بمنزلۂ وسائل کے ہے کہ اصل مقصود کے حاصل کرنے کی تدبیروں میں غور وفکر کرنا ہے اس لیے وسائل و مقاصد کے لحاظ سے دونوں کی اہمیت اور ثواب میں بھی فرق ہوگا۔ پہلی صورتوں کا درجہ بعد کی صورتوں سے بڑھ کر ہوگا، واللہ اعلم۔

جو جس درجہ اور جس صلاحیت کا ہو اس سے وہی کام لو

فرمایا: صحیح طریقِ کار یہ ہے کہ جو کام نازل (کم) درجہ کے لوگوں سے لیا جا سکتا ہو وہ انہیں سے لیا جائے، ان سے مافوق (بڑے) لوگوں کا اس میں لگنا جب کہ نازل درجہ کے کام کرنے والے بھی نصیب ہوں، بڑی غلطی ہے، بلکہ ایک طرح کا کفرانِ نعمت (ناقدری وناشکری) اور نیچے درجہ والوں پر ظلم ہے۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاسؒ ص:۱۶۸، ملفوظ:۲۰۸)

فائدہ: حضرتؒ کا یہ فرمان نہایت ضروری اور شریعت کے مسلمہ اصول کا ترجمان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کی فطری وکسبی اور علمی وعملی صلاحیتیں مختلف ہوتی ہیں، جو جس صلاحیت واستعداد اور جس کام کا اہل ہو اس سے وہی کام لیا جائے، سب کو ایک ہی کام سے منسلک کرنے کی کوشش کرنا اور سب کے لیے ایک معیار اور پیمانہ مقرر کرنا شریعت کے مسلمہ اصول نیز سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ'' بھی اس کی واضح دلیل ہے۔ (ملاحظہ ہو معارف القرآن پ۱۱، سورۂ توبہ ص:۴۸۷ ج۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی شرعی ضابطہ کے مطابق سارے صحابہ کو ایک ہی کام میں نہیں لگایا بلکہ صحابہ کی مختلف صلاحیتوں اور فطری استعداد کے مطابق مختلف کاموں میں لگایا، بعض صحابہ کو سپہ سالار اور امیر لشکر بنایا، بعض کو قاضی اور مفتی بنا کر کسی علاقہ میں روانہ فرمایا، بعض صحابہ کو داعی اور مبلغ بنا کر اطراف کے دیہاتوں میں روانہ

فرمایا، صحابہ کی ایک جماعت کو دینی تعلیم وتربیت کے لیے صفہ میں مقیم فرمایا، بہت سے آنے والے صحابہ اور وفود جو دین سیکھنے کی غرض سے آتے ان کو دین کی ضروری باتیں ارشاد فرما کر روانہ فرمادیا کہ اپنے علاقہ میں اس پیغام کو عام کرو۔ (مسلم شریف)

حضرت صدیق اکبرؓ اور عمر فاروقؓ باوجودیکہ افضل الامت ہیں، لیکن بہت کم موقعوں میں ان حضرات شیخین کو امیر لشکر یا کسی علاقہ میں داعی ومبلغ بنا کر روانہ کیا، کیونکہ ان کو اس سے بڑے مقصد اور ضرورت کے لیے اپنے پاس روک رکھا تھا، اس کے لیے جس صلاحیت کی ضرورت تھی وہ دوسروں میں نہیں تھی۔

اسی طرح آج بھی امت کے مختلف طبقات میں جس میں علماء ومشائخ اور مصنفین ومولفین، مدرسین اہل علم اور ارباب افتاء وقضاء، نظماء مدارس، فارغ التحصیل طلبہ وغیرہ ہیں جو مختلف الاستعداد ہیں، ان میں بہت سے ایسے دینی ضروری کاموں کو انجام دے رہے ہیں کہ دوسرے لوگ ان کاموں کو صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے انجام نہیں دے سکتے، ایسے لوگوں کے متعلق یہ امید لگانا اور کوشش کرنا کہ وہ بھی عام لوگوں کی طرح دین کے ضروری کاموں کو جن کو وہ انجام دے رہے ہیں موقوف کر کے اس کام کے لیے وقت نکالیں۔ یہ سراسر حماقت اور جہالت ہے، اسی کوتاہی کی اصلاح کے لیے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، اس کو پھر سے پڑھ لیجئے!

اللہ کے راستہ میں نکلنے والوں کو یہ نیت بھی کرنا چاہئے

ایک خط میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا یہ فقرہ تھا کہ:

''مسلمان دوہی قسم کے ہوسکتے ہیں، تیسری کوئی قسم نہیں، یا اللہ کے راستہ میں خود نکلنے والے ہوں یا نکلنے والوں کی مدد کرنے والے ہوں''۔

فرمایا: بہت خوب سمجھے ہیں، پھر فرمایا کہ نکلنے والوں کی مدد میں یہ بھی داخل ہے کہ لوگوں کو نکلنے پر آمادہ کرے، اوران کو بتلائے کہ تمہارے نکلنے سے فلاں عالم کے

درس بخاری یا درس قرآن کا حرج نہ ہوگا تو تم کو بھی اس کے درس کا ثواب ملے گا، اس قسم کی نیتوں سے لوگوں کو آگاہ کرنا چاہیئے اور ثواب کے راستے بتلانے چاہئیں۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۴۷، ملفوظ:۴۲)

فائدہ: مطلب یہ کہ حضرات علماء، اہل مدارس، حدیث وفقہ کا درس دینے والے، فتاوی لکھنے والے، دارالقضاء میں فیصلے کرنے والے ایسے علمی اور ضروری کاموں میں لگے ہوئے ہیں جن کو عوام الناس اور دوسرے دیندار حضرات ہرگز نہیں کرسکتے، اگر کسی علاقہ میں تبلیغ کے لیے جانے کی شدید ضرورت ہو مثلاً ارتداد زدہ علاقوں میں جماعتوں اور وفود کے بھیجنے کی ضرورت ہو تو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمارہے ہیں کہ ایسے موقعوں پر بھی کوشش کرو کہ اہل علم اور قرآن و حدیث کا درس دینے والوں کا نقصان نہ ہو، کیونکہ اگر اہل علم، اہل درس، اہل تصنیف اپنے کاموں کو موقوف کرکے تبلیغ میں جائیں گے تو درس قرآن، درس حدیث، درس بخاری ومشکوٰۃ، درس فقہ اور تصنیفی و تالیفی وفتوی نویسی کے کام کا نقصان ہوگا، اس لیے حضرت فرمارہے ہیں کہ سرپرستی تو علماء وفقہاء کی حاصل کرتے رہو، ان کی نگرانی میں کام کرتے رہو، ان سے دعائیں لیتے رہو، ان کو کارگذاری سناتے اور بتاتے رہو، ان کی ہدایتوں پر عمل کرتے رہو، اس کی کوشش مت کرو کہ وہ بھی جماعت میں نکلیں تبلیغ میں جائیں، کیونکہ ان کے جانے سے علمی ودینی نقصان ہوگا جس کی تلافی تم سے بھی نہ ہوسکے گی، اس کا طریقہ یہی ہے کہ ان کو مکلّف نہ بنا کر تم ہی جماعت میں نکلو، اور نیت یہ رکھو کہ اس ضرورت کو ہم پورا کرتے رہیں گے تو یہ اہل علم اصحاب درس حدیث وقرآن یکسوئی سے کام کرتے رہیں گے، اس نیت سے نکلو گے تو درس بخاری، درس فقہ، درس ہدایہ کے ثواب میں تم بھی شریک ہوجاؤ گے، اس حسن نیت سے اللہ تعالیٰ تم کو بھی ان کے علمی کاموں کے ثواب میں شریک کردے گا۔

مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی اس نصیحت کے پیش نظر اصحاب تبلیغ کو یہ خیال دل سے نکال دینا چاہیئے کہ علمی و تحقیقی اور تدریسی کام کرنے والے حضرات جو اپنے کاموں

میں ایسے منہمک رہتے ہیں کہ ان کے لیے وقت نکالنا دشوار ہوتا ہے کہ وہ بھی جماعت میں نکلیں، اور روزانہ تم کو وقت دیں اوران کے نہ نکلنے پران سے بدگمان ہونا، ان پر طعن کرنا اپنی ہلاکت کا سامان کرنا ہے۔

علماء کی زیارت وخدمت کس نیت سے کرنا چاہئے

ایک بار فرمایا کہ: مسلمانوں کوعلماء کی خدمت چار نیتوں سے کرنا چاہئے۔

(۱) اسلام کی جہت سے، چنانچہ محض اسلام کی وجہ سے کوئی مسلمان کسی مسلمان کی زیارت کو جائے یعنی محض حسبۃً للہ (ثواب کی نیت سے) ملاقات کرے،تو ستر ہزار فرشتے اس کے پاؤں تلے اپنے پر اور بازو بچھا دیتے ہیں۔تو جب مطلقاً ہر مسلمان کی زیارت میں یہ فضیلت ہے تو علماء کی زیارت میں بھی یہ فضیلت (بدرجۂ اولیٰ) ضروری ہے۔

(۲) یہ کہ ان کے قلوب واجسام حامل علومِ نبوت ہیں، اس جہت سے بھی وہ قابل تعظیم اورلائق خدمت ہیں۔

(۳) یہ کہ وہ ہمارے دینی کاموں کی نگرانی کرنے والے ہیں۔

(۴) ان کی ضروریات کے تفقّد کے لیے، کیونکہ اگر دوسرے مسلمان ان کی دنیوی ضرورتوں کا تفقّد کر کے ان ضرورتوں کو پورا کر دیں جن کو اہل اموال پورا کر سکتے ہیں تو علماء اپنی ضرورتوں میں وقت صرف کرنے سے بچ جائیں گے اور وہ وقت بھی خدمت علم و دین میں خرچ کریں گے،تو اہل اموال کواُن کے اِن اعمال کا ثواب ملے گا۔

مگر عام مسلمانوں کو چاہئے کہ معتمد علماء کی تربیت اورنگرانی میں علماء کی خدمت کا فرض ادا کریں کیونکہ ان کو خود اس کا علم نہیں ہوسکتا کہ کون زیادہ مستحق امداد ہے کون کم (اور اگر کسی کو خود اپنے تفقّد سے اس کا علم ہو سکے تو وہ خود تفقّد کرے)۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۵۴ ملفوظ نمبر:۵۲)

تمت بالخیر

مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے افادات پر مشتمل

چند اہم رسائل

مرتب: محمد زید مظاہری ندوی استاد حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

(۱) دعوت وتبلیغ کی اہمیت، ضرورت، افادیت۔

(۲) دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب اور کام کرنے والوں کے لئے ضروری ہدایات

(۳) اللہ کے راستے میں نکلنے والوں کے لئے اہم ہدایات

(۴) چھ نمبروں کی تفصیل وتشریح اور ان کی اہمیت

(۵) دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے

(۶) ارباب مدارس کے لئے چند اہم ہدایات

(۷) حقوق علماء ومشائخ

(۸) علم وذکر سے متعلق اہم ہدایات

(۹) تزکیہ وتصوف اور مشائخ سے متعلق اہم ہدایات

(۱۰) مدارس ومکاتب اور جلسوں کے متعلق اہم ارشادات

(۱۱) امت کے رؤسا واغنیاء کے لئے اہم ہدایات